Allama Barakat Ullaha

To view the Arabic text, you need to have the Traditional Arabic font on your computer.

قرآنی آیات کو بہتر طورپر دیکھنے کے لئے آپ کو عربیک ٹریڈیشنل فونٹ کو ڈاؤن لوڈ کرنا ضروری ہوگا۔

مسیحیت کی عالمگیری

''وہ غلبہ جس نے دنیا کو مغلوب کردیا ہے ہمارا ایمان ہے''

(انجیل شریف، خطِ اول یوحنا ۵باب ۴ آیت)

Christianity

A Universal Religion

By

Allama Barakat Ullaha

Fellow of the Royal Asiatic Society London

1938

Urdu

7.17.2003

Muhammadanism.org

ہدیہ

میں اس کتاب کو

علامہ جان عبدالسبحان صاحب بی ،اے،بی،ڈی

پروفیسر مدرسہ اسلامیات

کی خدمت میں پیش کرتا ہوں

۱۹۳۸

دعا کا محتاج برکت اللہ

فہرست مضامین

دیباچہ

مسیحیت کی عالمگیری ایک ایسی روشن حقیقت ہے کہ کوئی شخص جس نے تعصب کی پٹی اپنی آنکھوں پر نہیں باندھ لی اس سے انکار نہیں کرسکتا۔یہ ایک تواریخی واقعہ ہے کہ گذشتہ دو ہزار سال سے رؤے زمین کے ممالک واقوام کے کروڑوں افرا د مسیحیت کے حلقہ بگوش ہوگئے ہیں۔اور مسیحیت نے ان کو قعرِ ضلالت سے نکال کر روحانیت کے اَوج پر پہنچادیا ہے۔

ہم کو یہ ماننے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ بعض اصحاب ایسے ہیں جو خلوصِ دل سے یہ خیال کرتے ہیں کہ مسیحیت میں چند ایک باتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے وہ عالمگیر مذہب نہیں ہوسکتا۔پس

اگر بینم کہ نابینا وچاہ است

وگر خاموش بنشینم گناہ است

ایسے اصحاب اوران کے اعتراضات کو مدِ نظر رکھ کر ہم نے مسیحیت کی عالمگیری کے موضوع پر کئی پہلو ؤں سے بحث کی ہے۔

۱:ہم نے اپنی کتاب "نورالہدیٰ" میں تاریخی نقط نگاہ سے اس موضوع پر بحث کرکے ثابت کیا ہے کہ ابتدا میں مسیحیت اپنے اُصول اورسیدنا عیسیٰ مسیح کی شخصیت اور نجات کے تصورکی وجہ سے تمام مروجہ ادیان پر غالب آ ئی اوراس نے اپنے عالمگیرہونے کا ثبوت دے دیا۔

۲:ہم نے اپنی کتاب "دینِ فطرت اسلام یا مسیحیت ؟"میں اس موضوع پرعلم نفسیات کے نقطہ نظر سے ثابت کیا ہے کہ صرف مسیحیت میں ہی اس بات کی صلاحیت ہے کہ انسانی فطرت کے میلانات کی تمام قضاؤں کوبوجہ احسن پورا کرے اوریوں عالمگیرمذہب ہونے کا ثبوت دے۔

۳:ہم نے اپنی کتاب "کلمتہ اللہ کی تعلیم " میں ان اصول پرمفصل بحث کی ہے جو انجیل جلیل کی بنیاد ہیں اورثابت کیا ہے کہ سیدنا عیسیٰ مسیح کی تعلیم جامع اورعالمگیرہے۔

۴:ہم نے اپنی کتاب "اسرائیل کا نبی یا جہان کا منجی ؟" میں معترضین کے ایک اعتراض پر غورکیا ہے جو سیدنا مسیح کے ا س قول کی بنا پر کرتے ہیں کہ "میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اورکسی کی طرف نہیں بھیجا گیا "(انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۵آیت ۲۴)۔اور ثابت کردیا ہے کہ جو تاویل معترض اس آیہ شریفہ کی کرتا ہے وہ سیدنا عیسیٰ مسیح کے خیالات جذبات ،لائحہ عمل طرز عمل اوراحکام کے کلیتہً خلاف ہے اور سیدنا عیسیٰ مسیح کی آمد کا مقصد ہی یہ تھا کہ اقوامِ عالم آپ کے وسیلے نجات حاصل کریں۔

اس رسالہ میں جو ناظرین کے سامنے ہے مسیحیت کی عالمگیری پر علم اخلاقیات کے نقط نگاہ سے نظر کی گئی ہے۔اورثابت کیا گیا ہے کہ سیدنا عیسیٰ مسیح کی تعلیم ارفع اورجامع اصول پر مشتمل ہے۔سیدنا عیسیٰ مسیح کا نمونہ کامل اوراکمل ہےاورآپ کی نجات کل دنیا کی اقوام کے لیے ہے۔اس رسالہ میں ہم نے باب سوم میں دیدہ ودانستہ ان اعتراضات کو نظر اندازکردیا ہے جو عموماً انجیل شریف کی

آیات کی بنا پر عصمتِ مسیح پر کئے جاتے ہیں کیونکہ مسیحی متکلمین نے عموماّ اورامام المناظرین اکبر مسیح صاحب مرحوم نے خصوصاّ اپنی کتاب " ضربتِ عیسوی " میں ان اعتراضات کے دنداں شکن جواب دئے ہیں جن کا جواب الجواب تاحال نہیں دیا گی۔ا پس ان اعتراضات کو رد کرنا درحقیقت تحصیل حاصل ہے لہذا ان کو نظر اندازکیا گیا ہے۔

پس ہم نے سیحیت کی عالمگیری پر اپنی مختلف کتابوں میں تاریخی ، مذہبی ،نفسیاتی اوراخلاقی پہلوؤں سے بحث کی ہے اوران معترضین پر اتمام حجت کر دی ہے جو نیک نیتی سے مسیحیت کی عالمگیری نہیں مانتے تھے ۔ہمیں واثق اُمید ہے کہ ایسے معترض خالی الذہن ہوکر اس کتاب کا غورسے مطالعہ کرینگے اورمصنف کی طرح سیدنا عیسیٰ مسیح کے قدموں میں آکر ابدی نجات حاصل کرینگے ۔

سپاس ومنت وعزت خدا ے راکہ نمود * رہ‌نجات وشد ازحیات برخوردار

احقر

علامہ برکت اللہ (مرحوم)

باب اوّل

عالمگیر مذہب کی خصوصیات

عالمگیر مذہب کے اصول اعلیٰ ترین پایہ کے ہوں:

انگلستان کا مشہور فلاسفر اور اخلاقیات کا استاد مرحوم ڈاکٹرریشڈال (Rashdall) کہتا ہے کہ عالمگیر مذہب کے لئے یہ ضروری شرط ہے کہ اس میں خدا کا تصور اعلیٰ ترین ہو جس کو سب لوگوں کی ضمیریں مان سکیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا اخلاقی نصب العین اعلیٰ ترین ہو"۔

(Theory of Good and Evil, Vol.2 p.29)

پس عالمگیر مذہب کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس کے اُصول ارفع واعلیٰ ترین ہوں۔

ان اصولوں میں یہ صفت ہو کہ دنیا کے سب لوگوں کی ضمیریں اُن کو مان سکیں۔ بالفاظ دیگر یہ اصول ایسے اعلیٰ اورارفع ہوں کہ تمام دنیا کے لوگ بلا لحاظ رنگ ،نسل ،وغیرہ ان کو قبول کرسکیں۔ اگر کسی مذہب کی تعلیم ایسی ہے کہ صرف کسی خاص قوم یا زمانہ یا قبیلہ کے لوگوں کی نظروں

میں ہی مقبول ہے لیکن دیگر اقوام یا دیگر زمانہ کے افراد اس کے اصولوں کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کرسکتے تو وہ مذہب ہر گز عالمگیر مذہب کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

اگر کوئی مذہب ایسا ہے جو خدا کی نسبت ایسی تعلیم دے جو نوع انسانی کی ترقی کے ابتدائی منازل سے ہی متعلق ہو نوع انسانی تہذیب یافتہ ہوکر اس منزل سے آگے بڑھ گئی ہو اوروہ اس کے پیش کردہ تصورالہٰی کی نکتہ چینی کرسکے تو وہ مذہب عالمگیر نہیں ہوسکتا۔ ۔ مثلاً اگر کسی مذہب کا معبود چوری یا زناکاری کا مرتکب ہوا ہو تو ایسا معبود دور حاضرہ میں ہرگز قابل پرستش نہیں ہوسکتا ۔ ایسے معبود کی تعظیم نوع انسانی کی ترقی کی ابتدا ئی منازل سے متعلق ہے لیکن اب نسل انسانی نے اس قدرترقی کرلی ہے کہ وہ ایسے معبودکی تکریم تو درکناراس کو حقارت کی نظرسے دیکھے گی۔

علیٰ ہذا القیاس اگر کسی مذہب کی تعلیم میں اس کا اخلاقی نصب العین ادنیٰ پایہ کا ہے تو وہ مذہب اپنے اندریہ اہلیت نہیں رکھ سکتا کہ عالمگیرہوسکے چونکہ نوع انسانی اس ادنیٰ نصب العین سے بہت آگے بڑھ چکی ہے لہذا وہ ادنیٰ اصولوں کو تسلیم کرنے کے لئے تیارنہیں ۔مثلاً اگر کوئی مذہب ایسا ہے جو انسانوں میں درجہ بندی اور اچھوت کا سبق سکھلاتا ہے یا زناکاری ،غلامی ،لوٹ مار کو مباح اورجائز قرار دیتا ہے تو وہ مذہب اپنے اندر یہ اہلیت ہی نہیں رکھتا کہ عالمگیر ہو۔ ایسا مذہب صرف ایک زمانہ یا قوم یا قبیلہ کا ہی مذہب ہوسکتا ہے اس دائرہ کے باہر کے لوگ اس کی تعلیم کو ناقص قرار دینگے اور اگروہ مذہب عالمگیر ہونے کا مدعی ہو تو ارباب دانش کےنزدیک بجا طورپر وہ تحقیر اور مضحکہ کانشانہ ہوگا۔

پس لازم ہے کہ عالمگیر مذہب کے اصول نہایت اعلیٰ ارفع اوربلند پایہ کے ہوں۔

یہ لازمی امر ہے کہ عالمگیر مذہب خدا کی نسبت ایسی تعلیم دے جس کے سامنے ہر زمانہ ،ملک اورقوم کی گردنیں جُھک جائیں۔ عالمگیرمذہب کا تصورخدا ایسا ہونا چاہئیے کہ نوع انسانی اپنی ترقی کی انتہائی منازل میں بھی اس سے بالا تر تصورخیال میں نہ لاسکے۔ انسانی قوت متخیلہ اس

سے زیادہ بلند پروازی نہ کرسکے بلکہ اس تصور کو فہم میں لانے سے قاصر رہے اور چار وناچار اپنے عجز اور ناطاقتی کا اقرار کرے۔

اے زخیال ماہروں ۔ درتو خیال کے رسد
باصفت تو عقل را لاف کمال کے رسد
کنگر کبریائے تو ہست فراز لامکاں
طائر ماوراں ہوا بے پروبال کے رسد

(خسرو)

صرف ایسا مذہب ہی انسان کے سامنے بلند ترین اخلاقی نصب العین رکھ سکتا ہے۔کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی قوم اپنے معبود کے اوصاف سے آگے نہیں بڑھ سکتی ۔جس مذہب میں خدا کا تصور اعلیٰ ترین پایہ کا ہوگا اس مذہب میں انسان کے متعلق بھی اعلیٰ ترین قسم تعلیم ہوگی۔ حقوق اللہ اورحقوق العباد میں نہایت گہرا رشتہ ہے۔

حقوق العباد کا انحصار خدا کے تصور پر موقوف ہے۔ اگر کسی مذہب میں خدا کا تصور ادنیٰ قسم کا ہے تو اس مذہب میں انسانوں کے باہمی سلوک کی نسبت جو تعلیم ہوگی وہ بھی نہایت ادنی، پایہ کی ہوگی۔اگر کسی قوم کا معبود شرابی ،چوریا زناکار ہوگا تو یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ اس مذہب کا اخلاقی نصب العین اعلیٰ قسم کا ہو۔ اس مذہب کی تعلیم میں شراب چوری ،زناکاری وغیرہ اعمال حسنہ شمار کئے جائینگے ۔ لیکن اگرکسی مذہب میں خدا کا تصور اعلیٰ ترین پایہ کا ہوگا تو اس کا اخلاقی نصب العین اعلیٰ پایہ کا ہوگا۔

یہ امر محتاجِ بیان نہیں کہ اگر کوئی مذہب ایسی باتوں کی تعلیم دیتا ہے جو اخلاق کو سدھارنے کی بجائے ان کو بگاڑتی ہیں یا وہ ایسے اصول سکھلاتا ہے جس سے ایسا نتیجہ اخذ ہوسکے جو مخرب اخلاق ہو تو ایسا مذہب دورِ حاضر میں مذہب کہلانے کا مستحق نہیں چہ جائیکہ وہ عالمگیر مذہب ہو۔ مثلاً اگر کوئی مذہب یہ تعلیم دیتا ہے کہ کوئی عورت اپنے خاوند کی موجودگی میں کسی او رمرد کے ساتھ جنسی تعلقات رکھ
سکتی ہے یا کوئی مرد اپنی زوجہ کی موجودگی میں کسی اور عورت کے ساتھ جنسی تعلقات رکھ سکتا ہے تو ایسا مذہب ہرگز عالمگیر نہیں ہوسکتا۔

عالمگیر مذہب کے لئے ضروری ہے کہ نہ صرف اس میں خدا کا تصور ہی ایسا ہو جس کے سامنے ہر زمانہ قوم اور ملک کے افراد کی گردنیں جھک جائیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا اخلاقی نصب العین ایسا ہو کہ نوع انسانی اپنی ترقی کی دوڑ میں اس سے آگے نہ گزر سکے بلکہ جوں جوں انسان ترقی کرتا جائے یہ نصب العین افق کی طرح اس کی نظر کے آگے آگے چلتا جائے۔ یا جس طرح کوئی شخص جب ایک پہاڑی کی بلندی پر پہنچ جاتا ہے تو اس سے آگے بلندی ختم نہیں ہوجاتی بلکہ ایک اور پہاڑی کی بلندی اس کو نظر آتی ہے۔ اسی طرح جب نوع انسان اخلاقی ترقی کے زینہ کی ایک بلندی حاصل کرلے تو وہاں بھی اس کو اخلاقی نصب العین کی بلندی نظر آئے جو رہنما کا فرض ادا کرے۔ عالمگیر مذہب کا اخلاقی نصب العین ایسا بلند اور ارفع ہونا چاہیے۔ کہ نوع انسانی اپنی ترقی کی مختلف منازل میں جس اَوج پر بھی پہنچے اس کی رفعت اور بلندی کو ہمیشہ اپنی نظروں کے سامنے رکھ سکے۔

پس عالمگیر مذہب کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ اس میں ذات الٰہی کی نسبت ایسی تعلیم ہو جس کے سامنے ہر ملک، قوم، نسل اور زمانہ کے سر تسلیم خم ہوجائیں اور اس مذہب کا اخلاقی نصب العین ایسا اعلیٰ اور بلند پایہ کا ہو کہ نوع انسانی اپنی ترقی کے اعلیٰ ترین زینہ پر بھی اس کو پیش نظر رکھ سکے، اور وہ اس کا دائمی رہنما ہوسکے۔

عالمگیر مذہب کے اصول عالمگیر ہوں:

اس پہلی شرط کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عالمگیر مذہب کے اصول عالمگیر ہوں۔ کوئی مذہب عالمگیر کہلانے کا متحق نہیں ہوسکتا جس کے اصول عالمگیر نہ ہوں۔ جس مذہب کے اصولوں میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ ہر ملک قوم زمانہ اور نسل کے لوگوں پر حاوی ہوسکیں وہ مذہب صرف ایک قوم یا ملک یا زمانہ یا پشت کے لوگوں کے لیے ہی مفید ہوسکتا ہے لیکن اس کے اصول کا اطلاق کسی دوسری قوم یا پشت کے لوگوں پر نہیں ہوسکے گا۔

کیونکہ دونوں قوموں اور پشتوں کے حالات یکسا ں نہیں ہوتے اور جو مذہب صرف ایک قسم کے حالات کے لیے مفید ہے وہ دوسری قسم کے حالات کے لئے مفید نہیں ہوتا۔ بعض مذاہب ایسے مذاہب جو گزشتہ زمانہ میں خاص

حالات کے ماتحت نہایت کامیاب ثابت ہوئے لیکن جب وہ حالات بدل گئے اور زمانہ نے پلٹا کھایا تو وہ مذاہب نئے حالات اور خیالات کے سامنے قائم نہ رہ سکے۔پس مابعد کے زمانہ اور پشت کے لئے وہ مذاہب کسی کام کے نہ رہے ۔ جس طرح پرانے سالوں کی جنتریاں بیکار ہوجاتی ہیں۔
بقول شخصے

ع کہ تقویم پارینہ نیاید کار

اسی طرح یہ مذاہب بھی بے سود ہوجاتے ہیں اور پرانے زمانہ کی داستانوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے ۔ دورِحاضرہ کے لیے ان کا وجود اگر ضرر رساں نہیں ہوتا تو کم ازکم عدم وجود کے برابر ہوتا ہے۔

پس لازم ہے کہ عالمگیر مذہب کے اصول ایسے ہوں جو یہ صلاحیت رکھتے ہوں کہ عالمگیر مذہب کے اصول ایسے ہوں جو یہ صلاحیت رکھتے ہوں کہ ہر ملک قوم نسل اور زمانہ پر حاوی ہوسکیں کسی ملک یا قوم یا زمانہ کے لئے اس مذہب کے اصول دقیانوسی ،بوسیدہ یا فرسودہ خیال نہ کئے جائیں ۔ مثلاً اگر کوئی مذہب ایسا ہے جو درجہ بندی یا ذات پات یا مناقشت جنگ وجدل عداوت وغیرہ کی تعلیم دیتا ہے تو یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ کسی ایک ملک وقوم کے خاص حالات کے اندرکسی خاص زمانہ میں کامیاب ثابت ہوا ہو لیکن ایسا مذہب دیگر قوموں نسلوں اورزمانوں کے لئے ہرگز راہنما کا کام نہیں دے سکتا ۔ یا اگر کوئی مذہب ایسا ہے جس میں بچوں عورتوں غلاموں مظلوموں وغیرہ سے بد سلوکی روا رکھی گئی ہے تو ایسے مذہب کے اصول کسی خاص پشت یا زمانہ یا ملک پر ہی حاوی ہوسکتے ہیں ان میں یہ اہلیت ہرگز نہیں کہ اقوام عالم اورکل دنیا کے ممالک وازمنہ پر حاوی ہوں۔کوئی مذہب عالمگیر نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ اس کے اصول اپنے اندراقوام وممالک پرحاوی ہونے کی صلاحیت نہ رکھیں۔

(۲)

پس لازم ہے کہ عالمگیر مذہب کے اصول نہ صرف زمانہ ماضی کے لئی کسی خاص قوم یا پشت یاملک یا زمانہ کے صحیح رہبر رہ چکے ہوں بلکہ یہ بھی ضروری امر ہے کہ ان اصول کا اطلاق دورِحاضرہ کے تمام ممالک وقبائل واقوام پر

ہوسکے۔ موجودہ صدی میں اورگزشتہ صدی میں جو تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں ہیں وہ سب پر عیاں ہیں اور اربابِ دانش سے یہ مخفی نہیں کہ موجودہ پشت مذہب کے اصول کو اس نکتہ نظر سے نہیں دیکھتی جس سے اس کے آباواجداد مذہب کو دیکھتے تھے۔ عالمگیر مذہب کے لئے لازم ہے کہ اس کے اصول دورِحاضرہ کے لوگوں کی اسی طرح کامیابی کے ساتھ رہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں جس طرح کسی گذشتہ پشت کے لوگوں کی رہنمائی کرنے میں وہ کامیاب ہوئے تھے۔ اگر ان اصول میں یہ اہلیت موجود نہیں تو وہ اصول عالمگیر نہیں ہوسکتے اور نہ وہ مذہب عالمگیر کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے۔ پس اگر کوئی مذہب عالمگیر ہونے کا دعویٰ اس بنا پر کرے کہ کسی گذشتہ زمانہ میں وہ کسی ملک یا قوم کے مسائل کی گتھیاں سلجھانے میں کامیاب رہا ہے لیکن دورِحاضرہ پر اپنے اصول کا اطلاق نہ کرسکے تو اس مذہب کا دعویٰ "پدرم سلطان بود" سے زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتا۔ لہذا کوئی مذہب محض دعویٰ قدامت کی وجہ سے یا کوئی دھرم محض سناتنی ہونے کی بنا پر عالمگیر نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ وہ یہ ثابت نہ کرسکے کہ اس کے قدیم یا سناتنی اصول دورِ حاضرہ کے تمام ممالک واقوام کے مختلف مسائل کو کامیابی کے ساتھ حل کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

(۳)

عالمگیر مذہب کے لئے یہ لازم ہے کہ نہ صرف اس کے اصول زمانہ گزشتہ اور دور حاضرہ کے ممالک واقوام کے رہنما ہوسکیں بلکہ مستقبل زمانہ کے تمام ممالک واقوام وازمنہ کے لئے بھی مشعلِ ہدایت ہوسکیں۔ یہ اشد ضروری امر ہے کہ عالمگیر مذہب کے اصول نہ صرف نوع انسانی کی گزشتہ دوڑ میں کام آئے ہوں یا موجودہ ترقی کی منزلوں میں کام آسکتے ہوں بلکہ یہ زیادہ ضروری ہے کہ آیندہ زمانہ میں بھی جوں جوں نسلِ انسانی ترقی کرتی جائے یہ اصول اس کی ترقی کی راہ کو اپنے نور سے روشن کرتے جائیں تاکہ نسل انسانی روز بروز ترقی پذیر ہوکر کامل ہوتی جائے اور خالق کے اس ارادہ کو پورا کرسکے جس کے واسطے خدا نے انسان کو پیدا ہے۔ انسان کا خلق ہونا اورنوع انسانی کا وجود یہ ثابت کرتا ہے کہ ازل سے خدا نے کسی خاص مقصد کو مد نظر رکھ کر انسان کو

پیدا کیا تھا۔عالمگیر مذہب کا یہ کام ہے کہ اس منشائے الٰہی کو پورا کرے اور نوع انسانی کو اس کی ترقی کی مختلف منازل میں ایسی شاہراہ پر چلائے جس پر چل کر وہ خدا کے ازلی مقصد کو پورا کرے۔ پس لازم ہے کہ عالمگیر مذہب نہ صرف نوع انسانی کے ابتدائی مرحلوں میں اس کا ساتھ دے اور زمانہ گزشتہ میں اس کا صحیح رہنما رہا ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ دورِحاضرہ میں اورآیندہ زمانوں میں بھی کل انسان اس مذہب کے ذریعہ اپنی نوع کی ترقی کی آخری منزلوں کو طے کرکے خدا کے ازلی ارادہ کو پورا کرسکیں۔اگر کوئی مذہب نوع انسانی کی تمام منزلوں میں اس کا ساتھ نہیں دے سکتا تو وہ مذہب یقیناًعالمگیر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ۔بالفاظِ دیگر جو مذہب زمانہ ماضی میں ہی نوع انسانی کے کام آیا ہو یا صرف دورِحاضرہ کے سیاسی یا معاشرتی مسائل کو عارضی طورپر ہی حل کرسکے لیکن زمانہ مستقبل میں نوع انسانی کی آخری منزلوں میں اس کا ہادی اورراہنما ہوسکے وہ مذہب کسی صورت میں عالمگیر مذہب نہیں ہوسکتا ، ایسا مذہب تاریخ کے صفحوں میں اپنے لئے جگہ حاصل کرلے گا کیونکہ نوع انسانی کی تاریخ میں وہ کسی زمانہ میں انسان کے کام آیا تھا لیکن چونکہ وہ آیندہ زمانہ میں انسان کا ساتھ نہیں دے سکتا کوئی زمانہ ایسا آئے گا جب وہ زندہ مذہب نہیں رہے گا بلکہ مرور زمانہ کے ساتھ ہی وہ مذہب بھی مردہ ہوجائے گا۔ عالمگیر مذہب وہ ہے جس پر نوع انسانی کی بقا کا انحصار ہو اورآیندہ زمانہ میں بھی اس پر بنی نوع انسان کا دارو مدار ہو تاکہ کل ممالک واقوام کی آیندہ نسلیں اس کی راہنمائی کے ماتحت اپنی ہستی کے تمام مراحل کو طے کرکے منشائے الٰہی کو پورا کرسکیں۔

(۴)

اس میں کچھ شک نہیں کہ عالمگیر مذہب کی شناخت کرنے میں نوع انسانی کی گزشتہ تاریخ ہماری مدد اورراہنما کرسکتی ہے۔یہ ظاہر ہے کہ کسی مذہب کا یہ دعویٰ کہ میں عالمگیر ہوں فی نفسہ کچھ وقعت نہیں رکھتا ۔ یہ ضروری امر ہے کہ اس کا دعویٰ دلائل وبراہین پر مبنی ہو اوراس کی پشت پر زبردست تاریخی شہادت ہو۔ عالمگیر مذہب کے پہچاننے میں قدرتاً یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا یہ مذہب زمانہ گزشتہ میں

کسی ملک یا قوم یا قبیلہ کا چراغِ ہدایت رہا ہے ؟کیا اس نے کسی خاص زمانہ میں کسی خاص ملک یاقوم کی ایسی کامیابی کے ساتھ رہبری کی ہے کہ وہ ملک یا قوم چاہِ ضلالت سے نکل کر ترقی کی شاہراہ پرگامزن ہوگئی ؟کیا اس خاص زمانہ کے بعد بھی وہ مذہب اس ملک یا قوم کی دورِ حاضرہ تک کامیابی سے رہبری کرتا رہا ہے یا اس قوم یا ملک کی تاریخ میں ایک زمانہ ایسا آیا جب وہ مذہب اس کی رہبری نہ کرسکا۔ اور اگر کسی زمانہ میں وہ ناکام رہا تو اپنے اصول کے سبب سے ناکام رہا یا خارجی حالات ہی ایسے پیدا ہوگئے جن کی وجہ سے اس مذہب کا چراغ ٹمٹما نے لگا اوراس کی روشنی مدھم پڑ گئی ؟کیا اس مذہب کے اصول اس خاص ملک یا قوم کے علاوہ دیگر ممالک واقوام عالم کے راہنما رہ چکے ہیں اور دیگر ازمنہ اور اقوام کے لوگوں پر حاوی ہوچکے ہیں یا نہیں؟اگر اس کے اصول کااطلاق دیگر اقوام وازمنہ اور ممالک پر نہیں ہوسکا تو ظاہر ہے کہ وہ مذہب عالمگیر نہیں ہے لیکن اگر اس کے اصول کا اطلاق کسی خاص ملک کے علاوہ دیگر اقوام ممالک اورازمنہ پر کامیابی سے ہوا ہے تو یہ ظاہر ہے کہ تاریخی شہادت اس

کے عالمگیر ہونے کے حق میں ایک نہایت زبردست دلیل ہے۔کیونکہ دنیا کے مختلف ملکوں اور جہان کی مختلف قوموں اونوع انسانی کی مختلف نسلوں کے لاکھوں اختلافات میں صرف ایک امر یعنی وہ مذہب ہی ایسا ہے جو سب میں عام ہے پس ازروئے اصول منطق وہی ایک شئے ان مختلف ملکوں قوموں گروہوں اورنسلوں کی کامیابی کا سبب متصور ہوگی۔ اگر کوئی مذہب ایسا ہے جس نے زمانہ ماضی میں صدیوں تک دنیا کے بیسیوں ملکوں اور ہزاروں قوموں اور لاکھوں نسلوں کے کروڑوں افراد کی کامیابی کے ساتھ رہنمائی کی ہے اوراس کے اصول ان پر حاوی رہے ہیں تو یقیناً یہ ثابت ہوجائیگا کہ اس مذہب میں عالمگیر ہونے کی کم از کم صلاحیت موجود ہے۔ قیاس یہ ہی چاہتا ہے کہ جو مذہب زمانہ ماضی میں ایسی شاندار کامیابی حاصل کرچکا ہے وہ نہ صرف دورِ حاضرہ میں اقوامِ عالم کی رہبری کرسکتا ہے بلکہ زمانہ مستقبل میں بھی نوعِ انسانی کی آیندہ نسلوں کو خدا کے ازلی ارادہ کے مطابق ڈھال کر منشائے الہٰی کو پورا کرسکتا ہے۔

عالمگیر مذہب کے اصول جامع ہوں:

چونکہ عالمگیر مذہب کا تعلق کل اقوامِ عالم کے ساتھ ہے اور وہ زمانہ ماضی دورِحاضرہ اورزمانہ مستقبل کے ساتھ وابستہ ہے اوریہ بھی واجب ہے کہ اس کے اصول اعلیٰ ترین اور بلند ترین پایہ کے ہوں لہذا یہ ضروری امر ہے کہ عالمگیرمذہب کے اصول مذاہبِ عالم کے اعلیٰ اصول کے جامع ہوں۔

یہ ظاہر ہے کہ دنیا کے مذاہب میں صداقت کےعناصر موجود ہیں۔ دنیاکی تاریخ میں کوئی ایسا مذہب پیدا نہیں ہوا جو سراسر باطل ہو اورجس میں الف سے لے کر ی تک کذب ودجل ہی ہو اورجس میں ذرہ بھر صداقت کا وجود نہ ہو۔

ہر مذہب کسی ایک زمانہ میں کسی ایک قوم یاملک یا پشت کے لوگوں کی کسی حدتک راہنمائی کرتا رہا ہے۔ جس حد تک وہ کسی قوم کے افراد کی رہبری کرنے میں کامیاب رہا ہے وہ اپنے اصول کی وجہ سے کامیاب رہا ہے۔اورجس حد تک اس کے اصول نے اس کو کامیاب کیا ہے اس حد تک اس کے اصول میں صداقت کاعنصر موجود ہے اورجس حد تک وہ ناکام رہا ہے اس حد تک اس کے اصول باطل تھے۔پس تمام مذاہبِ عالم میں حتی کہ ان مذاہب میں بھی جن کو ہم "مذاہب باطلہ" اور"مشرکانہ مذاہب" کے نام سے موسوم کرتے ہیں صداقت کا عنصر موجود ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے زمانہ میں کسی حد تک اپنے مقلدوں کی راہنمائی کرسکے۔وہ مذاہب ناکامل اور غیر مکمل تھے۔ ان میں سے بعض میں بطالت کے عناصر اس قدرزیادہ ہیں کہ ان میں حق کی روشنی نہایت خفیف طور سے ہم کو اپنی جھلک کبھی کبھی دکھاتی ہے۔ جو شخص تاریخ مذاہب کو تعصب کے بغیر بنظرِ غور مطالعہ کرتاہے اس کو یہ جھلک ضرور نظر آجاتی ہے۔ ان مذاہب کے غیر مکمل اورناکامل ہونے میں کسی صاحبِ ہوش کو شک نہیں کرسکتا اوراس کے لئے یہ کافی دلیل ہے کہ وہ مذاہب نوع انسانی کی ترقی کے بوجھ کے حامل نہ ہوسکے۔ ان میں صداقت کے عناصر اس قدکمزورتھے کہ ان کے نازک کندھے اس بارگراں کو اٹھا نہ سکے۔ نوعِ انسانی ترقی کرکے بہت

آگے نکل گئی اوران مذاہب کو دقیانوسی ،فرسودہ اوربوسیدہ سمجھ کر ان سے زیادہ کامل مذاہب کی تلاش کرنے میں سر گرداں رہی جن میں صداقت کے زیادہ عناصر موجود تھےاور جوکچھ زمانہ تک نوع انسانی کے کام آئے لیکن پھر ایک وقت آیا جب نوع انسانی شاہراہِ ترقی کی ایسی منزل پر پہنچی جہاں یہ مذاہب بھی اس کو غیرمکمل اوردقیانوسی نظرآنے لگے اور وہ ان سے بھی زیادہ کامل مذہب کی تلاش میں مشغول ہوگئی۔ یوں ہر مذہب صداقت کے ان عنصروں کی وجہ سے جو وہ اپنے اندررکھتا تھا نوع انسانی کی ترقی کے مختلف منازل میں اس کے کام آیا۔

عالمگیر مذہب کے لئے لازم ہے کہ وہ ان غیر مکمل مذاہب کی صداقتوں کےکاجامع ہو۔ جو صداقتیں کسی مذہب میں موجود ہیں اورجنہوں نے انسانی ترقی میں مدد دی ہے وہ سب کی سب اعلیٰ ترین حالت میں عالمگیر مذہب میں موجود ہوں۔یہ ایک حقیقت ہے کہ مختلف ممالک کے مذاہب مختلف صداقتوں پر زوردیتے رہے ہیں۔

ہر مذہب اپنی قوم اورملک کی ضروریات کے مطابق احکام جاری
کرتارہا ہے۔ مثلاً جاپان میں شنتو مت مذہب ایک قسم کی صداقت کے عناصراپنے اندررکھتا ہے۔

چین کا مذہب دوسری قسم کے عناصر پر زور دیتا ہے۔ ہندو مذہب کے اندرایک قسم کی صداقت پائی جاتی ہے۔ عرب کے مذہب کے اندر دوسری قسم کے عناصر صداقت موجود ہیں جو زرتشت مذہب کے عناصرِ صداقت سے مختلف ہیں۔ پس چاہیئے کہ عالمگیر مذہب ان تمام صداقتوں کا مجموعہ ہو۔ اوردنیا کے کسی مذہب کی کوئی صداقت بھی ا س مذہب سے خارج نہ ہو۔ اورہر مذہب کی صداقت کے عناصر اپنی اعلیٰ ترین شکل میں اس عالمگیر مذہب میں موجود ہوں۔

مثلاً چین کا مذہب خاندان کی پاکیزگی کی صداقت پر زور دیتا ہے لازم ہے کہ عالمگیر مذہب نہ صرف خاندانی پاکیزگی کی تعلیم دے بلکہ یہ صداقت اس میں بدرجہ احسن پائی جائے۔ عرب کا مذہب اللہ کی وحدانیت ،عظمت اور

برتری پر زور دیتا ہے پس لازم ہے کہ عالمگیر مذہب نہ صرف خدا کی عظمت ووحدانیت کی تعلیم دے بلکہ اس میں یہ صداقت اپنی اعلیٰ ترین حالت میں پائی جائے۔ ہندو مذہب کے ہمہ اوستی نظریہ میں یہ صداقت پائی جاتی ہے کہ پر ماتما ہر جگہ حاضر وناظر ہے لہذا ضرور ہے کہ عالمگیر مذہب میں خدا کے ہر جا حاضر وناظر ہونے تعلیم اس کی پاک ترین شکل میں پائی جائے۔ پس عالمگیر مذہب مذاہب عالم کی صداقتوں کا جامع ہونا چاہئے اوریہ صداقتیں جو مختلف مذاہب میں ٹمٹماتی روشنی کی طرح موجود ہیں عالمگیر مذہب میں بدرجہ احسن پائی جائیں اور آفتابِ نصف النہار کی طرح چمکیں تاکہ نوع انسانی ان کی روشنی میں ترقی کی تمام منازل کو طے کرسکے۔

عالمگیر مذہب کے اصول کامل ہوں:

ہم نے سطور بالا میں یہ ذکر کیا ہے کہ دنیا کے مذاہبِ باطلہ میں بھی صداقت کے عناصر پائے جاتے ہیں جن کی روشنی بطالت کے عناصر کی وجہ سے جو ان مذاہب میں موجود ہے نہایت دھیمی اورمدھم ہے۔ پس جہاں یہ ضروری بات ہے کہ عالمگیر مذہب میں تمام صداقت کے عناصر پائے جائیں وہاں یہ بھی اشد ضروری ہے کہ وہ مذاہبِ باطلہ اپنے باطل عناصر کی وجہ سے نوعِ انسانی کو ترقی شاہراہ پر چلانے میں ناکام رہے ہیں۔ جب نوع انسانی نے ایک مرحلہ طے کرلیا تو اس کو ان مذاہب کے غیر مکمل اورباطل پہلو نظر آنے لگے جن کی وجہ سے وہ آگے ترقی کرنے سے رک گئی تھی۔ پس وہ ایسے مذاہب کی تلاش میں لگی جن میں صداقت کے عناصر زیادہ اور غیر مکمل عناصر کم ہوں۔ جن کی روشنی میں وہ اگلی منزل طے کرسکے۔ مذہب کی ناکامی اس کے باطل اورغیر مکمل عناصر کی وجہ سے ہے پس جس مذہب میں باطل اور نامکمل عناصر ہونگے وہ مذہب عالمگیر نہیں ہوسکتا ۔ اس کی تاریخ میں ایک زمانہ ایسا آئے گا ۔جب نوع انسانی اس مذہب کی اخلاقیات کے نصب العین سے کہیں زیادہ ترقی کرجائیگی اور اس کی نکتہ چینی کرکے اسکے باطل عناصر کو طشت ازبام کردیگی اوراس مذہب کو غیر مکمل قراردے دیگی اورایک ایسے مذہب کی تلاش اورجستجو کریگی جس کی کامل اخلاقیات کو وہ اپنا نصب العین بناسکے۔ مثلاً اگر

کسی مذہب میں اوہام پرستی کے عناصر موجود ہیں تو اس کی تاریخ میں ایک زمانہ ایسا آتا ہے جب لوگ علم کی روشنی کی وجہ سے ان اوہام نجات حاصل کرکے اس مذہب کو خیر باد کہہ دیتے ہیں اوراس سے بہتر مذہب کی جستجو میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ جوں جوں علم ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور لوگوں کی عقل اس کے نور سے منورہوجاتی ہے ان پر مذہب کے غیر مکمل پہلو روشن ہوجاتے ہیں اور وہ ایک ایسے مذہب کی تلاش کرتے ہیں جس میں تاریکی کا سایہ تک نہ ہو۔عالمگیر مذہب کے لئے ضرور ہے کہ اس کی اخلاقیات غیر مکمل نہ ہوں بلکہ ایسی کامل اوراعلیٰ ہوں کہ انسانی فہم اورادراک کسی مستقبل زمانہ میں بھی انکو غیر مکمل قرارنہ دے سکے ۔ بلکہ اس کے برعکس نوعِ انسانی اپنی ترقی کی ہر منزل پر اس کامل مذہب کے نصب العین کو برابر پیش نظر رکھ کر اپنی پیدائش کی غلت غائی کوپورا کرسکے۔

عالمگیر مذہب کے اصول اقوام کی نشوونما میں ممدومعاون ہوں

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اقوامِ عالم ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہرقوم کی طرزِرہائش اورمعاشرت دوسری قوم سے الگ ہے۔ ان کے خیالات ،جذبات اعتقادات ،رسمیات وغیرہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ہر قوم اپنے وجود کا اظہار اپنے خصوصی طرز سے کرتی ہے ۔مثلاً افریقہ کے وحشی اورنیم مہذب قبائل کی زندگی اورعرب کے تمدن اور جاپان کے طرزِمعاشرت اورہندوستان کے باشندوں کی طرزِ زندگی میں نمایاں فرق ہے۔ عرب کے باشندے اپنے وجود کا اظہار ایسے طریقہ سے کرتے ہیں جو انہی سے مخصوص ہے اور وہ طریقہ نہیں جس سے جرمنی کی قوم اپنے وجود کا اظہار کرتی ہے۔ اس لحاظ سے قوم قوم میں فرقِ عظیم ہے اور خالق کے منشا ء کے مطابق بھی ہے۔ خدا نے نظام عالم کو اس طور پر بنایا ہے کہ اس کے ہر ایک حصہ کا کام دوسرے حصے کے کام سے جدا گانہ ہے۔جس طرح جسم کے مختلف اعضا ء ہیں اورہر ایک عضو کے سپرد جداگانہ کام ہے اورجس طرح ایک ہی سوسائٹی میں مختلف افراد ہیں اورہر ایک فرد بشر کے سپرد جداگانہ کام ہے بقو شخصے

ہر کسے را بہر کارے ساختند

اسی طرح نوع انسانی میں مختلف اقوام ہیں اور ہر قوم اپنی ہستی کا اظہار جداگانہ طور پر کرتی ہے ۔ جس طرح ہمارے جسم کے اعضاء ان کاموں کو جو ان کے سپرد ہیں سر انجام دے کر بدن کو مضبوط اور طاقتور بناتے ہیں اور جس طرح ایک سوسائٹی کے افراد اپنے اپنے فرائض منصبی کو سر انجام دے کر اس سوسائٹی کی طاقت کا باعث ہوتے ہیں اسی طرح کل دنیا کی قومیں اپنے اپنے جداگانہ خصوصی طرز کے مطابق اپنے اپنے وجود کا اظہار کرکے نوع انسانی کو تقویت دیتی ہیں اور اس کی ترقی کا باعث ہوتی ہیں کیونکہ

ع بنی آدم اعضائے یکد یگراند

عالمگیر مذہب کا یہ کام ہے کہ وہ ہر ایک قوم کی نشوونما میں ایسے طور سے مدد کرے کہ اس قوم کی خصوصیات زائل نہ ہوں۔ بلکہ اس کے برعکس ہر قوم اس عالمگیر مذہب کے ذریعہ ترقی کرکے اپنے خاص طریقہ معاشرت تمدن وغیرہ کا یوں اظہار کرسکے کہ نوع انسانی ترقی اور تقویت حاصل کرے۔ جس طرح ہمارے جسم کے قوانین ایسے ہیں کہ وہ ہمارے ایک اعضو کو اس جداگانہ فرض پورا کرنے میں ممدومعاون ہوں اسی طرح عالمگیر مذہب کے اصول ایسے ہونے چاہئیں کہ وہ دنیا کی ایک ایک قوم کی ترقی اور اس کی ہستی کے اظہار میں ممدومعاون ہوں۔ اگر ہم اپنے جسم کے اعضا پر ایسا جبر کرسکیں اگر کہ ہر ایک عضو صرف ایک ہی کام کرے تو یہ ایک ناممکن بات ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی سوسائٹی اپنے افراد پر جبر روا رکھ کر ہر ایک فرد کو ایک ہی سانچے میں ڈھالنا چاہے تو یہ ایک غیر فطرتی حرکت ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی مذہب اقوام عالم کو ایک ہی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے تو یہ ایک غیر فطرتی بات ہوگی کیونکہ خدا نے جس طرح ہر ایک فرد کو مختلف قابلیتیں عطا کی ہیں اسی طرح اس نے ہر ایک قوم کو مختلف نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔

ع اے ذوق اس چمن کو ہے زیب اختلاف سے ۔

جو مذہب دنیا کی مختلف قوموں کی قابلیتوں اور نعمتوں کے اختلافات کو مٹا کر ان کی طرزِ رہائش ومعاشرت ان کی اقتصادی مجلسی تمدنی سیاسی الہٰی کے خلاف چلتا ہے

اور فطرت کا تقاضا پورا نہیں کرتا ۔ وہ ہرگز اس لائق نہیں کہ عالمگیر مذہب کہلانے کامستحق ہو۔ اس کے برعکس عالمگیر مذہب کی یہ کوشش ہوگی کہ ہر ایک قوم اپنی جداگانہ طرزِ رہائش طریق معاشرت اورمختلف آداب تمدن کے ذریعہ اپنی ہستی کا اظہار خالق کے اس ارادہ کے مطابق کرے جس کے لئے رب العالمین نے اس قوم کو پیدا کیا ہے۔ عالمگیر مذہب ہر ایک قوم کی قومی نشوونما میں خلل انداز ہونے کی بجائے اس کو ترقی دیتا ہے تاکہ اقوامِ عالم اپنی اپنی جداگانہ قومی نشوونما کے ذریعہ نوع انسانی کی قوت اور تقویت کا باعث ہوں اور نوع انسانی شاہراہِ ترقی کی تمام منزلوں کو طے کرکے اس نصب العین کو حاصل کرسکے جس کے واسطے خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے ۔

عالمگیر مذہب کا بانی ایک کامل نمونہ ہونا چاہیے

سطوربالا میں ہم نے عالمگیر مذہب کے صرف اصول ہی کا ذکر کیا ہے کہ وہ کس قسم کے ہونے چاہئیں لیکن مجرد اصول خواہ وہ کتنے ہی اعلیٰ اور افضل کیوں نہ ہوں یہ طاقت نہیں رکھتے کہ کسی شخص یا جماعت یا قوم میں تبدیلی پیدا کرسکیں ۔ عالمگیر مذہب کے لئے نہ صرف یہ ضروری ہے کہ اس کے اصول اعلیٰ ارفع جامع اورکامل ہوں بلکہ یہ اشد ضروری ہے کہ اس میں ایک کامل نمونہ بھی ہوں جس کی شخصیت میں وہ اعلیٰ اور افضل اصول پائے جائیں ۔ والدین اوراستاد اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اصول کی تلقین سے نمونہ دکھلانا بہتر ہوتا ہے۔ اگر بچوں کو نیک اصول کی جانب راغب کرنا ہو تو ہم ان کو نیک اصول رٹانے سے راغب نہیں کرسکتے بلکہ نیک اصول کو اپنی عملی زندگی میں دکھلا کر ان کو متاثر کرسکتے ہیں۔ قابل والدین اور لائق استاد وہی ہوتے ہیں جواپنے جذبات واعمال و افعال کے ذریعہ اپنے بچوں کو نیک اصول پر چلنے کی ترغیب دیتے ہیں اور ان کی زندگیوں کو ہمیشہ کے لئے متاثر کردیتے ہیں کیونکہ وہ اپنے نمونہ سے ان کو نیک اصول کی تعلیم دیتے ہیں۔اگر والدین یا استاد اپنے بچوں کو صرف نیک اصول رٹانے پر ہی قناعت کریں لیکن ان کے سامنے اپنی زندگیوں کے ذریعہ ان نیک اصول کا نمونہ بن کر نہ دکھلائیں تو بچوں کی زندگیوں

پر رتی بھر بھی اثر نہیں ہوتا۔ والدین اور استاد تجربہ سے جانتے ہیں کہ بچے طبعاً نقال ہوتے ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جو وہ دوسروں کو کرتے دیکھتے ہیں۔ پس ان کو مکمل نمونہ کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ اعلیٰ اور افضل اصول کے رٹنے کی۔ اگر والدین یا استاد ان کو صرف نیک اصول کی تلقین کریں مثلاً شراب خواری ،اور چوری سے منع کریں لیکن خود میخوار ہوں تو بچے میخواری سے کبھی پرہیز نہ کرینگے بلکہ ان کی وہی عادتیں ہونگی جن کا نمونہ ان کے سامنے رکھا گیا ہے۔ لیکن اگر والدین نہ صرف ان کو نیک اصولوں کا نمونہ بھی اپنے بچوں کے سامنے رکھیں تو بچے ان نیک اصولوں کی جانب راغب ہونگے اور ان کی زندگی نیک اصولوں اور نیک نمونہ کے ذریعہ متاثر بھی ہوگی۔

پس نہایت ضروری ہے کہ عالمگیر مذہب بنی نوع انسان کے سامنے نہ صرف اعلیٰ اور ارفع اصول پیش کرے بلکہ ایک نمونہ بھی پیش کرے۔ جہا ں یہ لازم ہے کہ عالمگیر مذہب بنی نوع انسان کے سامنے ایک ایسا نمونہ بھی پیش کرے جس کی شخصیت میں وہ اعلیٰ اور ارفع اصول موجود ہوں اور جس کی ذات اقوامِ عالم کا نصب العین اور مطمع نظر ہوسکے جس طرح عالمگیر مذہب کے اصول ایسے ہونے چاہئیں کے سسب لوگوں کی ضمیریں ان کو مان سکیں ۔اسی طرح اس میں ایک ایسا نمونہ ہونا چاہئیے جسکے سامنے تمام دنیا بلا لحاظ رنگ نسل قوم وغیرہ سر تسلیم خم کردے۔ عالمگیر مذہب میں نہ صرف عالمگیر اصول ہونے چاہیئے جس نے زمانہ ماضی میں کروڑوں انسانوں کی زندگیوں کو تبدیل کر دیا ہو اور دورحاضرہ میں وہ اقوامِ عالم کو کمالیت کے اوج کی طرف لے جاتا ہواورزمانہ مستقبل میں اپنے کامل نمونہ کے نور سے نوع انسانی کی راہ کو روشن کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

گناہ پر غالب آنے کی توفیق

عالمگیر مذہب کے لئے سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ وہ نوع انسانی کو گناہ اور بدی پر غالب آنے کی توفیق دے۔ عالمگیر مذہب کے لئے نہ صرف یہ لازم ہے کہ وہ اعلیٰ اور افضل اصول کی تعلیم دے اور ایک کامل نمونہ نوع انسانی کے پیش نظر رکھے بلکہ یہ اشد ضروری ہے کہ وہ انسان کو یہ توفیق

عطا کرے کہ گناہ اور بدی کو مغلوب کرسکے ۔ ہم نے سطور بالا میں یہ ذکر کیا ہے کہ مجرد اصول خواہ وہ کتنے ہی بلند پایہ کیوں نہ ہوں اپنے اندریہ قوت نہیں رکھتے کہ انسان میں ان پر چلنے کی ترغیب پیدا ہو۔ لازم ہے کہ ایک کامل نمونہ جو ان نیک اور اعلیٰ اصول پر خود چل کر دوسروں کو تحریص وترغیب دے سکے کہ وہ اس کے نقش قم پر چلیں ۔لیکن جولوگ گناہ کے غلام ہو کر بدی کے ہاتھوں بک چکے ہیں وہ اعلیٰ اصول اورکامل نمونہ کی تعریف وتوصیف میں رطب للسان توضرورہونگے لیکن ان کی قوت ارادی اس قدرت سلب ہوجاتی ہے کہ نہ مجرد اصول اورنہ کامل نمونہ ان کو اس بات پرآمادہ کرسکتا ہے کہ وہ اپنے نفس اتارہ کا مقابلہ کریں اور اپنی بدعا دتوں کی غلامی کی زنجیروں کو توڑ سکیں۔بقول شخصے

جانتا ہوثوابِ طاعت وزہد پر طبعیت اِدھر نہیں آتی

ان کی رات دن چیخ پکار ہی ہوتی ہے کہ " ہائے میں گناہ کے ہاتھ بکاہوا ہوں جس نیک اصول پر عمل کرنے کاارادہ کرتا ہوں وہ میں نہیں کرتا اورجس بدی سے مجھے نفرت ہے میں وہی کرتا ہوں۔ مجھ میں کوئی نیکی موجود نہیں البتہ نیکی کرنے کی خواہش مجھ میں موجود ہے مگر نیک کام مجھ سے بن نہیں پڑتے ۔چنانچہ جس نیکی کا ارادہ کرتا ہوں وہ تو نہیں کرتا مگر جس بدی کا ارادہ نہیں کرتا اسے کرلیتا ہوں۔ جب نیکی کا ارادہ کرتا ہوں بدی میرے پاس آموجود ہوتی ہے۔ ہائے میں کیسا کم بخت آدمی ہو ں اس گناہ کی قید سے مجھے کون چھڑائیگا؟

عالمگیر مذہب کا کام ہے کہ ایسے شخص کو گناہ پر غالب آنے کی توفیق عطا کرکے اس کو بدی کی قید سے چھڑائے۔ اس کی قوت ِارادی میں جو سلب ہوگئی ہے دوبارہ جان ڈالے اوراپنے مسیحائی دم سے اس مردہ کو ازسرِ نوزندہ کردے۔ عالمگیرمذہب کا یہ کام ہے کہ گنہگارشخص کے لئے ایسے مرغبات اورمحرکات مہیا اورپیداکرے کہ اس کی مردہ قوتِ ارادی تقویت حاصل کرکے ازسرِ نومضبوط ہوجائے اوروہ طاقتورہوکرآزمائش کے وقت ان مرغبات اورمحرکات سے مدد پاکر کامل نمونہ کی طرف نظر کرکے گناہ اوربدی سے مردانہ وار مقابلہ کرسکے اوران پر غالب آکر اعلیٰ اور افضل

اصول پر عمل کرسکے۔ اگرکسی مذہب میں یہ طاقت نہیں کہ وہ گنہگار کو گناہ پر غالب آنے کی توفیق دے سکے تو ایسا مذہب ہرگزعالمگیرنہیں ہوسکتا ۔ جس مذہب میں صرف اعلیٰ اصول ہی ہیں وہ ان لوگو ں کے لئے ہی موزون ہوسکتا ہے جن کی قوتِ ارادی ایسی زبردست ہے کہ شیطان کا مقابلہ کرکے اس کو پچھاڑلیں۔ وہ تندرست آدمیوں کی مانند ہیں جن کو طبیب کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اس دنیا میں چراغ لے کر ڈھونڈو آپ کو لاکھ انسانوں میں بصد مشکل ایک ایسا شخص ملے گا جس کی قوت ِارادی ایسی زبردست ہو کہ وہ ہر موقعہ پر آزمائش پر غالب آجائے باقی ننانوے ہزار نو سے ننانوے اشخاص ایسے ہونگے جو گناہ کی بیماری سے نحیف لا غر اورکمزورہوگئے ہیں اوراپنی قوت ِارادی کو کھوکر لا چار اور بیزار بیٹھے ہیں۔ عالمگیر مذہب کا یہ کام ہے کہ ان لاکھوں اشخاص کی قوتِ ارادی میں ازسرِنو جان ڈال دے اوران کو یہ توفیق عطا کرے کہ وہ اپنے گناہوں پر غالب آسکیں۔

عالمگیر مذہب اور مسیحیت

ہم انشا اللہ اس رسالہ میں یہ ثابت کردینگے کہ دنیا میں صرف مسیحیت ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں وہ تمام خصوصیات جمع ہیں جو عالمگیر مذہب میں ہونی چاہئیں۔ مسیحی مذہب اکیلا واحد مذہب ہے جو ان تمام شرائط کو جن کا ذکر اس باب میں کیا گیا ہے بدرجہ احسن پورا کرتا ہے۔ سیدنا مسیح(کلمۃ اللہ) کی تعلیم تمام اعلیٰ ترین اور بلند ترین اصول پر مشتمل ہے۔ مسیحیت خدا اورانسان کی نسبت وہ تعلیم دیتی ہے جس سے دیگر تمام مذاہب یکسر خالی ہیں۔ کلمۃ اللہ نے خدا کی ذات کی نسبت جو تعلیم دی ہے وہ بے نظیر اور لا ثانی اور ابدی ہے۔ چونکہ حق اور صداقت ابدی حقیقتیں ہیں اورکلمتہ اللہ کی تعلیم حق ہے لہذا وہ عالمگیر اورابدی ہے۔ وہ نوع انسانی کے لئے تا قیامت قائم رہیگی کیونکہ وہ حق پر قائم ہے(انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۴ آیت ۳۵)۔چنانچہ فرانس کا نامور عقل پرست رینان(Renan) کہتا ہے کہ سقراط نے فلسفہ اورارسطو نے سائنس کی بنیاد رکھی لیکن سیدنا مسیح نے بنی آدم کو ایسا مذہب دیا ہے کہ کسی کو تاحال یہ جرات نہیں ہوئی کہ اس

کے اصول میں کچھ کمی یا بیشی کرے۔ اور مستقبل زمانہ میں بھی کوئی شخص ان میں کتر بیونت نہیں کرسکیگا کیونکہ اس کا مذہب ہر پہلو سے کامل ،قطعی اور ہمہ گیر ہے ۔ اس کا پہاڑی وعظ تمام زمانوں کے واسطے ہی خواہ وہ دنیا میں کیسے ہی عظیم انقلابات برپا ہوں۔ بنی نوع انسان کے اس افضل عقلی اور اخلاقی نصب العین سے منحرف نہیں ہوسکتے ۔جناب مسیح کی ذات انسان کی عظمت وبرتری کی بلند ترین اونچائی ہے اور ان کی ذات سے بنی نوع انسان کی ہمیشہ اصلاح اور تجدید ہوتی رہیگی" سیدنا مسیح کی شخصیت اور تعلیم ہمارے ملک کے ہمالیہ پہاڑ کی سب سے اونچی چوٹی ایورسٹ کی طرح ہے جس کی اونچائی تمام انسانی مساعی پر خندہ زن ہے۔یہ تعلیم نوع انسانی کی زندگی کے تمام منازل ومراحل میں ایسی راہنما ہے جو منزہ عن الخطا ہے۔حقوق اللہ اورحقوق العباد کے متعلق جو تعلیم انجیل شریف میں پائی جاتی ہے وہ لاثانی اور لاجواب ہے اوراس کے اصول اقوامِ عالم پر حاوی ہیں اوران کا اطلاق کل ممالک و اقوام وازمنہ پر ہوتا ہے۔ مسیحیت کے اصول عالمگیر ہیں۔

مسیحیت زمانہ ماضی میں تمام ممالک واقوام کے مذاہب پر فاتح رہی ہے۔دورِحاضرہ میں تمام مذاہب اس کے جلالی اصول کی روشنی میں اپنی اصلاح میں مشغول ہیں۔ مسیحیت کے سوا کسی دوسرے مذہب کا مستقبل ہے نہیں۔ اقوامِ عالم کے کل ادیان کی صداقتوں کے عناصر اس میں بدرجہ احسن موجود ہیں اورادیانِ عالم کے باطل عناصر سے وہ سراسر پاک اور مبرا ہے۔ پس وہ اس لحاظ سے ایک جامع اورکامل مذہب ہے جس کی نظیر صفحہ تاریخ میں نہیں ملتی ۔مسیحیت اقوام عالم کی قومی اورملی نشوونما اورترقی میں ممدومعاون رہی ہے اور ہر زمانہ اور ہر قوم کی ضروریات کو اس نے بطرزِاحسن پورا کیا ہے۔ابن اللہ کا کامل اوراکمل نمونہ صدیوں سے نوع انسانی کے پیش نظر رہا ہے اور اس نے کروڑہا انسانوں کو "پروردگار کے محبوب بننے کا حق بخشا " ہے۔ دورِحاضرہ میں یہی کامل شخصیت دنیا کی رہبر ہے اورمستقبل میں بھی ابن اللہ ہی روحانیت کی دنیا کے واحد تاجدار اورحکمران ہیں۔ اورکلیسائے جامع کے کروڑوں افراد کا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ جناب مسیح ان کو گناہوں سے

نجات دے کر ان کو ایسا فضل عطا کرتے ہیں کہ وہ گناہ اور شیطان پر غالب آتے ہیں۔وہ فرماتے ہیں "میں گم گشتہ لوگوں کو تلاش کرنے اور نجات دینے آیا ہوں ۔اے لوگو جو محنت اٹھاتے ہو اور بوجھ سے دبے ہو سب میرے پاس آؤ۔ میں تم کو آرام دونگا۔"

دنیا کے تمام ممالک اور اقوام کے لوگ جو آپ کے قدموں میں آئے بیک زبان اقرار کرتے ہیں کہ "ان کی (یعنی سیدنا مسیح) کی معموری میں سے ہم سب نے فضل اور توفیق حاصل کی "(انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۱ آیت ۴)۔پروردگار کا شکر ہے کہ جو ہمیں سیدنا مسیح کے وسیلے سے ہم کو فتح بخشتے ہیں (انجیل شریف خط اول۔اہل کرنتھیوں رکوع ۱۵ آیت ۵۷)۔"جو کوئی پروردگار ِعالم سے نسبت رکھتا ہے وہ دنیا پر غالب آتا ہے "(انجیل شریف خط اول حضرت یوحنا رکوع ۵ آیت ۴)۔

انشا اللہ ہم اس کتاب کے آئندہ ابواب میں اس حقیقت کو آشکارا کردینگے کہ تمام شرائط جن کا بیان اس بات میں کیا گیا ہے بطرز ِاحسن مسیحیت میں پوری ہوتی ہیں اور مسیحیت اکیلا واحد فاتح حکمران اور عالمگیر مذہب ہے۔

خدا محبت ہے

جناب مسیح کی تعلیم کا اصل الاصول یہ ہے کہ " خدا محبت ہے "(انجیل شریف خط ِاول حضرت یوحنا رکوع ۴ آیت ۸)۔

خدائے واحد ایک ایسی ہستی ہے جس کی ذات ہی محبت ہے ۔ آپ کی تعلیم کا تانا بانا صرف ا س ایک اصول سے بُنا ہے۔ اور اس کے رگ وریشہ میں خدا کی محبت کا تصور موجود ہے ۔(انجیل شریف خط ِاول حضرت یوحنا رکوع ۴ آیت ۱۶،انجیل شریف خط ِاول کرنتھیوں رکوع ۱۳ آیت ۱۶،انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت یوحنا رکوع ۳ آیت ۱۶،رکوع ۱۴آیت ۲۳،انجیل شریف خط ِدوم تھسلینکیوں رکوع ۲ آیت ۱۶وغیرہ)

خدا کی تمام صفات اِس ایک اصول کے تحت کردی گئی ہیں مسیحیت کے مطابق ان صفات کا صحیح مفہوم صرف محبت کے اصول کی روشنی میں ہی معلوم ہوسکتا ہے۔اگر پروردگار قادرمطلق ،ازلی ،لا محدودوغیرہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی محبت ازلی اورلا محدود ہے جو ہر گنہگار کو بچانے پر قادر ہے۔ اس کی محبت کسی خاص قوم ملت یا نسل یا فر د تک محدود نہیں بلکہ وہ تمام دنیا پر بلاامتیاز حاوی ہے۔ خدا اقوام ِعالم کے ہر فرد کے ساتھ "ازلی اورابدی محنت " رکھتا ہے (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی رکوع ۷آیت ۱۱،بائبل شریف صحیفہ حضرت یرمیاہ رکوع ۳۱آیت ۳،انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت لوقاطبیب رکوع ۱۱ آیت ۱۳)یہاں تک کہ ہر فرد بشر کے سر کے بال بھی سب گنے ہوئے ہیں" (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت

متی رکوع ۱۰آیت ۳۱)جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کی زندگی کا ہر واقعہ خواہ وہ اہم ہو یا معمولی ہو خدا کی بے زوال محبت کا مظہر ہے۔

خدا کی "ابدی محبت " کے اصل الاصول سے منجئی عالمین (جناب مسیح) کی تعلیم کے تمام دیگر اصول کا استخراج ہوتا ہے۔ مسیحیت کے دیگر تمام اصول اسی ایک کلیہ قضیہ کے قدرتی اور منطقی نتائج ہیں۔اگر ہم نے کسی مسیحی اصول کی صحیح واقفیت حاصل کرنی ہو تو فقط اس ایک اصول کی روشنی میں اس کو کماحقہ ،سمجھ سکتے ہیں لیکن اگرہم اس اصول کو جو درحقیقت ایک کلید ہے ترک کردینگے تو کلمتہ اللہ کی تعلیم کو کسی صورت میں بھی نہیں سمجھ سکتے۔

پروردگار بنی نوع انسان کا باپ ہے

جناب مسیح نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ خدا اپنی "ابدی محبت " کی وجہ سے کل بنی نوع انسان کا باپ ہے۔ "سب کا خدا اورباپ ایک ہی ہے جو سب کے اوپر اورسب کے درمیان اور سب کے اندر ہے "(انجیل شریف خطِ افسیوں رکوع ۴آیت ۶)

"ہمارے نزدیک تو ایک ہی خدا ہے یعنی باپ جس کی طرف سے ساری چیزیں ہیں (انجیل شریف خطِ اول اہل ِکرنتھیوں

رکوع ۸آیت ۲)۔"تم کو غلامی کی روح نہیں ملی جس سے خوف پیدا ہو بلکہ لے پالک ہونے کی روح ملی ہے جس سے ہم ابا یعنی اے باپ کہہ کر پکارتے ہیں"(انجیل شریف خطِ اہل رومیوں رکوع ۸آت ۱۵) (انجیل شریف خطِ اہل گلتیوں رکوع ۴آیت ۴) کلمتہ اللہ نے ہم کوسکھایا ہے کہ دعا کے وقت خدا کو 'باپ' کہہ کر پکاریں (انجیل شریف راوی بہ مطابق حضرت متی رکوع ۲آیت ۹)کیونکہ پروردگار نے فرمایا ہے کہ اے بنی آدم "میں تمہارا باپ ہونگا اورتم میرے بیٹے بیٹیاں ہوگے "(انجیل شریف خط دوئم اہل کرنتھیوں رکوع ۲آیت ۱۸) "ایک ہی روح میں باپ کے پاس ہماری رسائی ہو تی ہے "(انجیل شریف خطِ اہل افسیوں رکوع ۲آیت ۱۸) "باپ نے ہم سے کیسی محبت کی کہ ہم خدا کے فرزند کہلائے اور ہم فرزند ہیں بھی "(انجیل شریف خطِ اول حضرت یوحنا رکوع ۳ آیت ۱وغیرہ) ۔ خدا ہر شخص سے محبت کرتا ہے ۔ کلمتہ اللہ یعنی جناب مسیح نے فرمایا کہ خدا "اپنے سورج کو کافر اور مومن دونوں پر چمکاتا ہے اور دونوں پر بارش برساتا ہے "(انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۵ آیت ۴۵)وہ ناشکروں اوربدوں پر بھی مہربان ہے "(انجیل شریف راوی حضرت لوقا طبیب رکوع ۲آیت ۳۵) غرضیکہ "پروردگار نے دنیا سے ایسی محبت کی کہ انہوں نے اس دنیا میں سیدنا عیسیٰ مسیح کو بھیجا تاکہ جو کوئی ان پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ابدی حیات پائے (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۳ آیت ۱۲)۔

انسانی اخوت اور مساوات کے اصول

جب کلمتہ اللہ (جناب مسیح) اس دنیا میں آئے تو نوع انسانی کی مختلف اقوام میں طرح طرح کی درجہ بندیاں موجود تھیں۔یونانی اپنی تہذیب پر فخر کرکے غیریونانیوں کو "وحشی "کے خطاب سے موسوم کرکے کہتے تھے کہ وہ یونانیوں کے غلام ہونے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔رومی اپنی سلطنت ،حشمت، قوت اورسطوت کی وجہ سے مغرورتھے اوریہود کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ یہود اس بات پر نازاں تھے کہ وہ خدا کی برگزیدہ قوم ہیں لہذا تمام غیریہود کو جہنمی اورگمراہ شمار کرکے ان سے اس قدر پرہیز کرتے تھے کہ ان کی چھت تلے جانا بھی ان کے خیال میں ناپاکی کی موجب تھا۔ یہود

سامریوں سے ایسا کینہ اورعداوت رکھتے تھے کہ ان کے ساتھ میل جول رکھنا خنزیر کے گوشت کی طرح حرام خیال کرتے تھے۔

کلمتہ اللہ اس دنیا کے پہلے اورآخری معلم ہیں جنہوں نے دنیا کی تمام اقوام کو خدا کی ابوت کا سبق سکھلاکر انسانی اخوت ومساوات کے اصول کو چٹان کی طرح ایسا مضبوط قائم کردیا کہ وہ تا ابد غیر متزلزل رہیگا۔چونکہ خدا کل بنی نوع انسان کا باپ ہے اورسب سے برابر اورمساوی طورپر محبت کرتا ہے لہذا آپ نے فرمایا کہ "کل بنی نوع انسان اوراقوام عالم پر واجب ہے کہ وہ ایک دوسرے سے ایسی محبت کریں جیسے وہ اپنے آپ سے محبت کرتے ہیں"۔(انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی رکوع ۵آیت ۴۴-۴۸،رکوع ۲۲آیت ۳۹،رکوع ۷آیت ۱۲،راوی حضرت لوقا طبیب رکوع ۱۰آیت ۲۵،راوی حضرت یوحنارکوع ۱۳آیت ۳۴،رکوع ۱۵آیت ۱۷رکوع ۱۳آیت ۸،خطِ افسیوں رکوع ۵آیت ۲،خطِ اول حضرت پطرس رکوع ۱آیت ۲۲،خط اول حضرت یوحنا رکوع ۲آیت ۱۰،رکوع ۳آیت ۱۱-۲۳ ،رکوع ۴آیت ۷-۱۲،رکوع ۴آیت ۲۰وغیرہ وغیرہ)

ایک دفعہ عالم شرح نے سیدنا مسیح سے پوچھا کہ "سب حکموں میں مقدم حکم کون سا ہے؟" آپ نے فرمایا کہ مقدم حکم یہ ہے کہ "اے اسرائیل سن ۔خداوند ہمارا خدا اکیلا واحد خداوند ہے اورتم خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اوراپنی ساری جان اوراپنی ساری عقل اوراپنی ساری طاقت سے محبت کرو۔دوسرا یہ ہے کہ تم اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت کرو۔ان سے بڑا حکم نہیں اورانہی دوحکموں پر تمام توریت اورانبیاء کے صحیفوں کا مدار ہے۔"(انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت مرقس رکوع ۱۲آیت ۲۹ اوربہ مطابق راوی حضرت متی رکوع ۲۲آیت ۴۰)۔اس پر اس نے آپ سے دریافت کیاکہ میرا پڑوسی کون ہے؟منجی عالمین نے اس سوال کا جواب ایک تمثیل کے ذریعہ دیا اور فرمایا "ایک آدمی یروشلم سے یریحو کی طرف جارہا تھا کہ ڈاکوؤں میں گِھر گیا ۔انہوں نے اسکے کپڑے اتارلئے اور مارا بھی اور ادھموا چھوڑ کر چلے گئے۔اتفاقاً ایک شیخ صاحب اسی راہ سے جارہے تھے اوراسے دیکھ کر کترا کر چلے گئے۔اسی طرح ایک امام صاحب بھی آئے،وہ بھی اسے دیکھ کر کترا کر چلے گئے۔لیکن ایک سماری سفر کرتے کرتے وہاں آنکلا اوردیکھ کر ترس کھایا ۔اس کے پاس آیا اوراس کے زخموں کو تیل اور مے لگا کر باندھا اوراپنے جانورپر سوارکرکے سرائے میں لے گیا اوراس کی خبرگیری کی۔دوسرے روزدودینار نکال کر بھٹیارے کو دئے اور کہا اس کی خبری گیری کرنا اورجو کچھ

اس سے زیادہ خرچ ہوگا میں پھر آکر تجھے دونگا۔" یہ تمثیل فرما کرسیدنا مسیح نے اس عالم شرح سے دریافت کیا کہ " ان تینوں میں سے اس شخص کا جو ڈاکوؤں میں گھِر گیا تمہاری دانست میں کون پڑوسی ٹھہرا ؟اس نے جواب دیا وہ جس نے رحم کیا ۔کلمۃ اللہ نے ارشاد فرمایا " جاؤ تم بھی ایسا ہی کرو"(انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی رکوع ۱۰آیت ۲۵)۔

اس تمثیل سے جناب مسیح نے اخوتِ انسانی کے اصول کو واضح کردیا کہ نوع انسان کا ہر فرد دوسرے کا بھائی ہے اور اس نوع کے افراد پر لازم کہ وہ بلا امتیاز رنگ ،نسل،ذات ، درجہ ،ملت ،قوم وغیرہ ایک دوسرے سے اپنے برابر محبت کریں۔ آپ نے فرمایا کہ " تم اپنے دشمنوں سے محبت کرو۔ اپنے ستانے والوں کے لئے دعا مانگو تاکہ تم اپنے پروردگار کے جو آسمان پر ہے محبوب ٹھہرو۔(انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی رکوع ۵ آیت ۲۴) ۔کیونکہ اگر تم اپنے محبت کرنے والوں ہی سے محبت کرواوراگر تم اپنے بھائیوں ہی کو فقط سلام کرو تو کیا زیادہ کرتے ہو، چاہیئے تم کامل ہو جیسا تمہارا پروردگار کامل ہے۔" (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی رکوع ۵ آیت ۴۷)۔

پروانہ چراغ حرم ودیر نہ داند

منجی عالمین نے یہ تعلیم دی کہ " جیسا تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ سلوک کریں تم بھی ان کے ساتھ ویسا ہی کرو۔"(انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت لوقا طبیب رکوع ۶ آیت ۳۱)۔آپ نے فرمایا "میرا حکم یہ ہے کہ جیسے میں نے تم سے محبت کی تم بھی ایک دوسرے سے محبت کرو۔"(انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت یوحنا رکوع ۱۵ آیت ۱۲) " جو پیغام تم نے شروع سے سنا وہ یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کروجو محبت نہیں رکھتا وہ موت کی حالت میں رہتا ہے (انجیل شریف خط اول حضرت یوحنا رکوع ۳ آیت ۱۱) " اے عزیزو۔آؤ ہم ایک دوسرے سے محبت کریں کیونکہ محبت خدا کی طرف سے ہے"(انجیل شریف خط اول حضرت یوحنا رکوع ۴ آیت ۷) " آپس کی محبت کے سوا کسی چیز میں کسی شخص کے قرضدار نہ ہو کیونکہ جو دوسرے سے محبت کرتا ہے اس نے تمام شریعت پر پورا عمل کیا۔کیونکہ یہ باتیں کہ زنا نہ کر،خون نہ کر، چوری نہ کر،لالچ نہ کر اوران کے سوا اورجو کوئی حکم ہو ان سب کا خلاصہ اس بات میں پایا جاتا ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند

محبت کرو۔محبت اپنے پڑوسی سے بدی نہیں کرتی ۔اس واسطے محبت شریعت کی تکمیل ہے "(انجیل شریف خطِ رومیوں رکوع ۱۳ آیت ۱۰) "محبت کو جو کمال کا پٹکا ہے باندھ لو"(انجیل شریف خطِ کلیسوں رکوع ۳ آیت ۱۴) "تمہاری محبت آپس میں اورسب آدمیوں کے ساتھ زیادہ ہو اوربڑھے "(انجیل شریف خطِ اول تھسلینکیوں رکوع ۳ آیت ۱۲) "جو کوئی اپنے بھائی سے محبت کرتا ہے وہ نورمیں رہتا ہے "(انجیل شریف خطِ اول حضرت یوحنا رکوع ۲ آیت ۱۰)

انجیل جلیل کا ایک ایک ورق اخوت ومساوات کے سنہرے اصول سے مزین ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی رکوع ۱۸ آیت ۱۰،حضرت یوحنا رکوع ۱۳ آیت ۳۴ ،خطِ اہل رومیوں رکوع ۱۲ آیت ۵ ،رکوع ۱۳ آیت ۸،وغیرہ وغیرہ) خدا کی ابوت اورانسانی اخوت کے تصورمنجی عالمین کی تعلیم کی اساس ہیں۔مولانا حالی کا یہ شعرانجیل شریف اور صرف انجیل شریف پرہی صادق آتا ہے کہ

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدا کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

نفس انسانی کااحترام

اس عالمگیر محبت کے اصول سے کوئی شخص یا طبقہ مستثنیٰ نہیں ہے۔ اس اصول نے ہر طرح کی تفریق اوردرجہ بندی کو مٹا دیا ۔ غلام اورآزاد ۔غریب اوردولتمند ،اعلیٰ اور ادنیٰ ،عالم اور جاہل ،مرد اور عورت کا امتیاز غرضیکہ کلمۃ اللہ(مسیح) کے اس اصول کے سبب ہر قسم کے امتیازات اس دنیا سے رخصت ہوگئے (انجیل شریف خطِ اہل رومیوں رکوع ۲ آیت ۱۰،رکوع ۵ آیت ۸ رکوع ۲ آیت ۲۳، خطِ اول حضرت یوحنا رکوع ۲ آیت ۱۲ سے ۱۵،خط اول اہلِ کرنتھیوں رکوع ۱ آیت ۲۸ ،اورخطِ دوئم اہلِ کرنتھیوں رکوع ۵ آیت ۱۷)۔

جناب مسیح نے نہ صرف نفسِ انسانی کے احترام کا ہی حکم دیا بلکہ آپ نے اپنے نمونہ سے اورافعال سے یہ حقیقت دنیا پر روشن کردی ۔جناب مسیح کی نگاہ تمام ظاہری درجہ بندی سے پارہوکر دل کی اندرونی حالت کو جان لیتی تھی اورہر ذی روح شخص کی قدراس کی روح کی وجہ سے کرتی تھی ۔چنانچہ ایک دفعہ آپ سامریہ گئے(انجیل شریف راوی حضرت

یوحنا رکوع ۴ آیت ۱-۴۲)آپ تھکے ماندے بھوکے تھے اور آپ کے حواریوں نے درخواست کی "مولا کچھ کھا لیجئے "آپ نے جواب دیا"میرے پاس کھانے کے لئے وہ کھانا ہے جسے تم نہیں جانتے "اوروہ کھانا کیا تھا ؟ایک بد چلن سامری عورت کی روح کا بچانا آپ کا کھانا تھا اورآپ نے فرمایا "میرا کھانا یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے موافق عمل کروں اوراس کا کام پورا کروں "یوں آپ نے ایک سامری کسبی کی روح کی قدراور وقعت کی۔ایک اور دفعہ آپ نے طوفان میں اپنی او راپنے ساتھیوں کی جان کو خطرے میں ڈال کر جھیل کو پار کیا تاکہ ایک دیوانہ کی روح کی بچائیں ۔ آپ کی نظر میں سب سے بیوقوف وہ کاروباری شخص تھا جو اپنے مال کی فکر کرتا تھا لیکن اپنی روح کی فکر نہیں کرتا تھا اورآپ نے فرمایا "اگر آدمی ساری دنیا کو حاصل کرلے اوراپنی روح کو ضائع کردے تو اسے کیا فائدہ "(انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۸ آیت ۳۲)جناب مسیح کے لئے کوئی شخص عام اور معمولی نہیں تھا ۔بھیک مانگنے والوں کے کپڑے ،کوڑھیوں کا کوڑھ ، دیوانوں کی دیوانگی ، گہنگار آدمی اوربدکارعورتوں کا سوسائٹی سے خارج ہونا غرضیکہ کوئی بیرونی اورظاہری شے کلمتہ اللہ کے لئے کسی انسان کی بیش قیمت روح کی قدروقعت اوراحترام کی راہ میں رکاوٹ کا باعث نہ ہوئی ۔آپ نے علی الاعلان فرمایا کہ ہر انسان کی روح پروردگار کی نظر میں ایسی بیش قیمت ہے کہ اس نے "اپنا اکلوتابیٹا بخش دیا تاکہ جوکئی اس (جناب مسیح) پرایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۳ آیت ۱۶)آپ نے کہا کہ بد ترین انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں کو "ادنیٰ"اور"ہیچ "سمجھتا ہے اور فرمایا "خبردار ان چھوٹوں میں سے کسی کوحقیر نہ جاننا "(انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۸)آپ نے لوگوں کو متنبہ کرکے فرمایا کہ عدالت کے روزجب آپ منصفِ حقیقی ہونگے تو سب قومیں آپ کے سامنے جمع ہوجائیں گی اوروہ اپنی دہنی طرف والوں کو کہیں گے کوآؤ۔میرے پروردگار کے مبارک لوگوجو بادشاہت بنائے عالم سے تمہارے لئے تیار کی گئی ہے اس کو میراث میں لو ۔کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا ، میں پردیسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں اتارا، ننگا تھا تم نے مجھے

کپڑا پہنایا،بیمار تھا تم نے میری خبر لی ،قید میں تھا تم میرے
پاس آئے تب راستباز جواب میں کہیں گے اے مولا ہم نے
کب آپ کو بھوکا دیکھ کر کھانا کھلایا یا پیاسا دیکھ کر پانی پلایا۔
ہم نے کب آپ پردیسی کو دیکھ کر گھر میں اتارا یا ننگا دیکھ کر
کپڑا پہنایا ؟ہم کب آپ کو بیمار یا قید میں دیکھ کر آپ کے
پاس آئے ۔میں ان سب سے جواب میں کہو نگا میں تم سے
سچ کہتا ہوں کہ چونکہ تم نے میرے ان سب سے چھوٹے
بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ کیا اس لیے میرے ہی
ساتھ کیا، پھر میں بائیں طرف والوں سے کہونگا میں بھوکا تم
نے مجھے کھانا کھلایا میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا ، میں
پردیسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں اتارا، ننگا تھا تم نے مجھے
کپڑا پہنایا،بیمار تھا تم نے میری خبر لی ،قید میں تھا تم میرے
پاس آئے تب راستباز جواب میں کہیں گے اے مولا ہم نے
کب آپ کو بھوکا دیکھ کر کھانا کھلایا یا پیاسا دیکھ کر پانی پلایا۔
ہم نے کب آپ پردیسی کو دیکھ کر گھر میں اتارا یا ننگا دیکھ کر
کپڑا پہنایا ؟ہم کب آپ کو بیمار یا قیدمیں دیکھ کر آپ کی
خدمت نہ کی ۔ اس وقت میں ان سے کہو نگا کہ چونکہ تم نے
میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی ایک کے
ساتھ نہ کیا اس لیے میرے ہی ساتھ نہ کیا۔(انجیل شریف بہ مطابق
راوی حضرت متی رکوع ۲۵)۔

ہر کہ بینی بداں کہ مظہر اوست

بیرونی افعال اور مسیحیت

کلمتہ اللہ (مسیح) کی اخلاقیات اورمذاہبِ عالم کی
اخلاقیات میں نمایاں فرق یہ ہے کہ دیگرادیان کی نگاہ انسان کی
ظاہری اعمال وافعال پر ہے لیکن مسیحیت کی نگاہ انسان کے
باطن پر ہے۔ دیگر مذاہب کی یہ کوشش ہے کہ انسانی زندگی
کے بیرونی افعال کی نگہداشت کریں تاکہ وہ اعمال صالح کے
کرنے والے ہوں اوربد اعمالیوں سے پرہیزکریں ۔ یہ مذاہب
شرعی احکام مثلاً خون نہ کر، چوری نہ کر،زنا نہ کر، وغیرہ صادر
کرتے ہیں تاکہ انسان کے ظاہری اعمال کو قابو میں رکھیں۔
لیکن کلمتہ اللہ کی نگاہ انسان کے باطن پر ہے آپ کی یہ تعلیم
ہے کہ خدا ہمارے ظاہری اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی
نگاہ ہمارے باطن پر ہے ۔ایسا اکثر ہوتا ہے کہ انسان خون
چوری اورزنا کے ظاہری اعمال سے پرہیزکرتا ہے لیکن اس پر

بھی وہ خدا کی نظرمیں ان گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ رضائے الہٰی کا تعلق اعمال کے ساتھ نہیں بلکہ ہمارے دلوں کے ساتھ ہے۔ پروردگار کی مرضی تب پوری ہوتی ہے جب ہماری نیت صاف اورہمارا باطن پاك ہو اگرہمارا دل صاف نہیں تو گو ہم ظاہری افعال کے ذریعہ چوری یا زنا وغیرہ کے مرتکب بھی نہ ہوئے ہوں تاہم خدا کی نظر میں ہم نے ان گناہوں کا ارتکاب کرلیا ۔رضائے الہٰی کا تعلق ہمارے خیالات احساسات اورجذبات کے ساتھ ہے کلمتہ اللہ نے فرمایا "تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ خون نہ کرنا لیکن میں تم سے کہتاہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی سے بے وجہ غصہ ہوگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا ۔ بس اگر تم قربان گاہ پر اپنی نذر گزرانتے ہو اوروہاں تمہیں یاد آئے کہ تمہارے بھائی کو تم سے شکایت ہے تو وہیں قربانگاہ کے آگے اپنی نذرچھوڑدو اورجاکر پہلے اپنے بھائی سے ملاپ کرو۔تب آکر اپنی نذرگزرانا ۔تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھاکہ زنا نہ کرنا لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کرچکا "(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی رکوع ۵)۔دیگر مذاہب گناہ کے مرض کے بیرونی آثار یعنی اعمال کو قابو میں رکھنا چاہتے ہیں کہ لیکن جناب مسیح مرض کی تشخیص کرکے اس کے اندرونی او رپنہانی اسباب کا قلع قمع کرتے ہیں تاکہ گناہ کا مریض کلیتہً صحت یاب ہوجائے۔یہی وجہ ہے کہ جناب مسیح کی نگاہ دولت پر نہیں بلکہ دولت کی محبت پر ہےاورآپ اس سے نوع انسانی کو خبردارکرتے ہیں (انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا طبیب رکوع ۱۲ آیت ۱۵)۔ آپ کی نظر زناکاری پر نہیں بلکہ بری خواہش پر ہے جس کا سدِ باب کرنا چاہتے ہیں۔(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی رکوع ۵ آیت ۲۸) آپ کی نظر خون ،قتل جنگ اورتشدد پر نہیں بلکہ کینہ توزی اور عداوت پر ہے جس کا آپ استیصال کرنا چاہتے ہیں(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی رکوع ۵ آیت ۴۳ سے ۴۸) جب انسان کے خیالات اور جذبات درست ہونگے تو افعال خود بخود درست ہوجائینگے کیونکہ وہ انہی خیالات اورجذبات کے نتائج ہیں۔

کلمتہ اللہ نے گناہ کی بیخکنی کرنے کے لیے نیك اعمال اوربدافعال کے شرعی قوانین کو مرتب نہ کیا بلکہ اعمال کے

لئے ایک نیا اصول قائم کردیا۔جس سے دنیا نا آشنا تھی یعنی آپ نے اصولِ محبت کو وضع کیا کیونکہ بالفاظ انجیل شریف "جو دوسرے سے محبت رکھتا ہے اس نے شریعت پر پورا عمل کیا کیونکہ یہ باتیں کہ زنا نہ کر،خون نہ کر، چوری نہ کر اوران کے سوا اورجوکوئی حکم ہو ان سب کا خلاصہ اس بات میں پایا جاتا ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھو محبت اپنےپڑوسی سے بدی نہیں کرتی اس واسطے محبت شریعت کی تکمیل ہے"(انجیل شریف خط۔اہل رمیوں رکوع ۳ آیت ۸ تا ۱۰)۔

اس اصول کا تعلق قانونی نکتہ نگاہ سے نہیں ہے کیونکہ شریعت اورقانون صرف ظاہری اعمال وافعال پر ہی حاوی ہوتے ہیں۔ یہ اصول اعمال کے بیرونی پردہ کو چاک کرکے انسانی ارادہ اورمرضی پر نگاہ کرتا ہے لہذا وہ شریعت شے بالا اورکل زندگی پر حاوی ہے۔

مسیحیت کی تعلیم قابل ِ عمل ہے

کلمتہ اللہ کے اصول کے بلند اورارفع ہونے میں کسی مخالف کو چون وچرا کی گنجائش نہیں۔ موالف ومخالف دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ مسیحیت کی اخلاقیات کے اصول اعلیٰ اورافضل ہیں۔ اس امر کے قبول کرنے کے باوجود بعض مخالفین ان اصول کے اعلیٰ ہونے کی بنا پر ان کو ناقابل عمل قراردیتے ہیں اوریہ کہتے ہیں کہ پہاڑی وعظ کی تعلیم ہمارے روزمرہ کے چال چلن سے اتنی بالا ہے کہ وہ ناقابل عمل ہے۔ مسیحیت کے اصول ایسے بلندپایہ کہ ہیں کہ انسانی فِطرت ان پر عمل پیر نہیں ہوسکتی ۔ہم نے اس مضمون پر ایک مبسوط رسالہ "دینِ فطرت ۔اسلام یا مسیحیت ؟" لکھا ہے کہ پس ناظرین کی توجہ اس رسالہ کی جانب مبذول کرتے ہیں ۔ اس کتاب میں ہم نے علم نفسیات کی رو سے یہ ثابت کیا ہے کہ مسیحیت میں انسانی فطرت کے تمام اقتضا بوجہ احسن پورے ہوتے ہیں۔

(۲)

حقیقت تو یہ ہے کہ تمام غیر مسیحی مذاہب انسانی زندگی کے صرف بیرونی افعال پر قابوحاصل کرنا چاہتے ہیں ۔ اس نقطہ نگاہ سے ان مذاہب کے قوانین اورکسی مہذب ملک کی ملکی اورسیاسی قوانین میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں کا مقصد واحد ہے کیونکہ ان قوانین کی تہ میں یہ قیاس ہوتا ہے کہ

عامتہ الناس سے فلاں حالات کے ماتحت فلاں موقعہ پرکس قسم کے افعال عموماً سرزد ہوتے ہیں یا ہونگے اور قانون سازوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ایسے قوانین وضع کئے جائیں جن پر لوگ آسانی سے عمل کرسکیں۔ بقو شخصے ، مصلحت ہیں وکارآسان کن۔ مثلاً کوئی مذہب یہ اجازت دیتا ہے کہ مرد جتنی بیویاں چاہے کرے۔ دوسرا مذہب بیویوں کی تعداد پر قید لگاتا ہے اورچا ربیویوں کی بیک وقت اجازت دے دیتا ہے ،ایک مذہب چوری یا ڈاکہ کی کھلی اجازت دیتا ہے۔ دوسرا خاص حالات کے اندرپرائے مال کو حلال قراردے دیتا ہے ۔یہ مذاہب اپنے اپنے ملک اوراپنی اپنی قوم کے خاص حالات کو مد نظر رکھ کرکسی فعل کی کھلی اجازت دے دیتے ہیں اور کسی خاص حالات کے اندراجازت دیتے ہیں اورجب دیکھتے ہیں کہ کسی فعل سے لوگ آسانی سے بازآسکتے ہیں تو اس کو ممنوع قرا ردیتے ہیں۔ لیکن ایسے مذاہب صرف ان اقوام کے عارضی حالات اورضروریات کے باہرکسی مصرف کے نہیں ہوتے لہذاان میں عالمگیرہونے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

لیکن جیسا ہم ذکرکرچکے ہیں کہ جنابِ مسیح نے کوئی شرعی احکام صادرنہ کئے بلکہ نوع انسانی کو ایک نیا مکاشفہ عطا کیا جس کا تعلق کسی خاص ملک یا قوم یا زمانہ کے ساتھ نہیں ۔ تاکہ نوع انسانی کی تاریخ میں ایک نیا باب کھل جائے اور نئی زندگی بسرکرے۔ لہذا اس مکاشفہ کے اصول زمان ومکان کی قیود سے آزاد اورہمہ گیر اوصاف رکھتے ہیں۔ کلمتہ اللہ (مسیح) نے نوع انسانی کے آگے یہ نصب العین رکھا کہ "چاہئیے کہ تم کامل ہو جیسا تمہارا پروردگارکامل ہے "(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی باب ۵ آیت ۴۸)۔ مسیح چاہتے ہیں کہ ہماری زندگیاں ایک نئی طرزاختیارکریں۔ ہم ازسرنو پیدا ہوں تاکہ نوع انسانی کاملیت کے نصب العین کو پیش نظر رکھ کر ترقی کرے تاریخِ عالم نے یہ ثابت کردیا ہے کہ مسیح کی پہاڑی وعظ کے اصول نہ صرف قابل عمل ہیں بلکہ اگران پر عمل نہ کیا جائے تو نوع انسانی پر ترقی کا دروازہ بند ہوجاتاہے۔ یہ بات نہ صرف افراد پر بلکہ گروہوں اورقوموں کی زندگی پر بھی صادق آتی ہے اگربدی کا مقابلہ نہ کیا جائے اوربدی کا جواب نیکی ہو تو یہ پروگرام افراد اوراقوام کی زندگی اوربقا کا موجب

ہوتا ہے لیکن اگر بدی کا جواب بدی سے دیا جائے اور اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے تو یہ لائحہ عمل افراد اور اقوام کی فنا کا موجب ہوجاتا ہے ۔ خود اپنے ملک ہندوستان کی دور حاضرہ کی تاریخ پر نگاہ کرو تو اس صداقت کی اعلیٰ مثال پاؤگے۔ بیسویں صدی کے شروع میں بنگال کے نوجوان قوم پرستوں نے انگلستان کی سخت گیر پالیسی کا جواب بمب سازی اوردہشت انگیزی سے دینا شروع کیا جس کا نتیجہ رولٹ ایکٹ ہوا۔ شمالی ہند کے نوجوانوں کی طرف سے اس ایکٹ کا جواب تشدد کی صورت میں دیا گیا جس کا نتیجہ پنجاب میں مارشل لا کی صورت میں نمودار ہوا۔ بیسیوں گھر تباہ ہوگئے اورہزاروں کی جان ومال کا نقصان ہوا۔ اس تشدد کے علت ومعلول سے ہندوستان کی قوم کا شیرازہ بکھر گیا۔ شامتِ اعمال ماصورت نادرگرفت۔

ہندوستان کے طول وعرض میں غم وغصہ کی لہر دوڑگئی لیکن مسٹر گاندھی کی سرکردگی میں تشدد کا جواب عدم تشدد سے دیا گیا۔ صبر کرنے اورتحمل اوربردباری کو کام میں لانے کی تلقین کی گئی۔ پنجاب میں سکھوں کی جری اورشجاح قوم نے گورو کے باغ امرتسر میں عدم تشدد پر عمل پیرا ہوکر ایسا نظارہ دکھلا دیا کہ دنیا وِرطہ حیرت میں پڑگئی۔ مسلمانوں نے اپنے اصول قصاص وغیرہ کو خیر باد کہہ دیا اورمرحوم مولانا محمد علی نے کانگریس کے اجلاس میں اپنے خطبہ میں انجیل جلیل کی آیات کا اقتباس کرکے تمام ملک کو یہی درس دیا کہ بدی کا مقابلہ نہ کرو۔ جو تم کو ایک گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دو۔ مولانا ظفر علی خان نے بھی اپنے اخبار زمیندار کے ذریعہ یہی سبق اہل اسلام کو سکھلایا کہ " محکومو! کے پاس ضبط وانضباط کے ساتھ ایثار وقربانی کی متحدہ طاقت کا مظاہرہ ہی ایک چیز ہے۔ جس کے آگے بڑی سے بڑی جاہ وجلال اور غرور دنخوت والی حکومت گھٹنے ٹیک دیتی ہے اورنیازمندانہ بستہ حکومتوں کے آگے کھڑی ہوکر ان کی آرزوؤں کو پورا کرنا تخت وتاج کی بقا کے لئے ضروری سمجھتی ہے (۱۷۔نومبر ۱۹۲۹ء) مسٹر گاندھی کے پیش کردہ لائحہ عمل کا نتیجہ آج ہم کو نظر آرہا ہے کہ ہندوستانی محکوم قوم نے عدم تشدد کو اختیار کرکے بقا اورزندگی حاصل کی اورآج شاہراہِ ترقی پر گامزن ہے ،

ہماری اپنی قوم کے بچوں نے اس اعتراض کا منہ بند کردیا ہے کہ مسیحیت ناقابل عمل ہے اوریہ سبق سکھلا دیا ہے کہ کلمتہ اللہ کے اصول کے سوا افراد اوراقوام کے لئے زندگی کی اورکوئی راہ نہیں ۔ جناب مسیح نے سچ کہاتھا کہ " بچوں اورشیر خواروں کے منہ سے خدا نے اپنی حمد کرائی " (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی باب ۱۱ آیت ۲۵)ہندوستان کے نونہالوں نے کل عالم وعالمیان پر ثابت کردیا ہے کہ عدم تسشدد کو اختیارکرکے نہ صرف افراد اورگروہ بلکہ ممالک واقوام بھی تشدد اورجنگ وجدل پر غالب آسکتی ہیں۔

(۴)

ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ مسٹر گاندھی کا اصول عدم تشدد ایک نفی کا اصول ہے لہذا اس اصول میں جناب مسیح کے اصول محبت کی صرف ایک ادنیٰ جھلک پائی جاتی ہے۔ گاندھی جی روس کے مرحوم ٹالسٹای کی تعلیم سے متاثر ہوئے جو یہ چاہتا تھا کہ جناب مسیح کے اصولِ محبت پر عمل کرے جو آپ کی پہاڑی وعظ میں درج ہے۔ مسسٹر گاندھی نے کلمتہ اللہ کے اصول محبت کے منفی پہلو عدم تشدد پر ہی زور دیا ۔ اورتمام ہندوستان کو یہی تعلیم دی کہ شریر کا مقابلہ بدی سے نہ کرو لیکن کلمتہ اللہ کی تعلیم صرف اس منفی پہلو پر ہی قناعت نہیں کرتی بلکہ حکم دیتی ہے کہ نہ صرف ہم بدی کا مقابلہ بدی سے نہ کریں بلکہ نیکی کے ذریعے بدی پر غالب آئیں۔"اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اوراپنے ستانے والوں کے لئے دعا مانگو جو تم سے عداوت رکھیں ان کا بھلا کرو جو تم پر لعنت کریں ان کے لئے دعا ئے خیر مانگو،اورجیسا تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں تم بھی ان کے ساتھ ویسا ہی کرو "(انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی باب ۵ آیت ۴ اورراوی حضرت لوقا باب ۶آیت ۲۷)۔"اپنا انتقام نہ لو۔ اگر تیرا دشمن بھوکا ہو تو اس کو کھانا کھلا ، اگر پیاسا ہو تو اسے پانی پلا کیونکہ ایسا کرنے سے تو اس کے سرپر آگ کے انگاروں کے ڈھیر لگا دے گا بدی سے مغلوب نہ ہو بلکہ نیکی کے ذریعہ بدی پر غالب آؤ"(انجیل شریف خطِ اہل رومیوں باب ۱۲ آیت ۱۹)۔

یہ ظاہر ہے کہ اگر منفی کے پہلو میں اس قدرطاقت ہے جو دورحاضرہ کی تاریخ اورہمارے اپنے ملک کے تجربے نے ثابت کردیا ہے کہ عدم تشدد کے اصول عمل پیرا ہوکرہی

افراد اور اقوام ترقی کرسکتی ہیں تو ہم قیاس کرسکتے ہیں کہ کلمتہ اللہ کے اصولِ محبت کے مثبت پہلو پر عمل کیا جائے تو دنیا کس قدر ترقی کر جائے گی اور عالم وعالمیان کی کایا پلٹ جائے گی۔ اگر ظلم وتعدی کا جواب نہ صرف عدم تشدد سے دیا جائے بلکہ ظالم کے لئے صدق قلب سے دعا مانگی جائے اوراس سے ایسی محبت رکھی جائے جیسی مظلوم چاہتا ہے ظالم ا س کے ساتھ روا رکھے تو یہ رویہ ظالم کے لئے توبہ کا دروازہ کھول دیتا ہے اور مظلوم کے سینہ میں انتقام کے جذبہ کی بجائے محبت کی آگ شعلہ زن ہوجاتی ہے جو ظالم کے دل کو کلیتہً تبدیل کردیتی ہے ۔ یوں ظالم ومظلوم کے درمیان عدوات کے رشتہ کی بجائے آشتی ۔صلح اورمیل اورملاپ اور محبت کا رشتہ قائم ہوجاتا ہے ۔

وفاکینم وملامت کشیم وخوش باشیم ۔ کہ درطریقت ماہ کافری ست رنجیدن۔

(۵)

پس افرادواقوام کے باہمی میل ملاپ ، صلح اورامن کا ایک ہی طریقہ ہے جو کلمتہ اللہ کے اصولِ محبت میں موجود ہے اورجس پر عمل کرکے نوع انسان ترقی کرسکتی ہے ۔ تاریخ نے ثابت کردیا ہے کہ مسیحی اصولِ محبت پر وسیع پیمانہ پر عمل ہوسکتا ہے ۔ تاریخ نے یہ بھی ثابت کردیا ہے کہ اگر کلمتہ اللہ کے اصول پر عمل نہ کیا جائے تو نوع انسانی کو رسوائی ۔ذلت اورناکامی کامنہ دیکھنا پڑتا ہے ۔ نوع انسانی کا تجربہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ مذہب اورفسلفہ دونوں میں جناب مسیح کا نصب العین ہی فاتح ہے ۔کیونکہ خدا سے اورانسان سے محبت رکھنے سے بڑا کوئی اورنصب العین ہو ہی نہیں سکتا ۔ اور اخلاقیات کا انحصار انہی دو اصول پر ہے۔ اخلاقیات کا استاد جان سٹوارٹ مل مسیحی مسیحی نہیں تھا لیکن وہ اقرار کرتا ہے کہ "ایک منکر مسیحیت کے لئے یہ نا ممکن امر ہے کہ عملی زندگی کےلئے اس سے بہتر کوئی اور قانون وضع کرسکے ہم اپنی زندگیوں کو س طورپر بسر کریں کہ مسیح ہماری طرز زندگی کو پسند کرے "یہودی عالم مونٹی فیوری کہتا ہے کہ "مستقبل میں ایسا زمانہ قیاس میں بھی نہیں آسکتا جب مسیح کی شخصیت درخشاں ستارے کی مانند نہ چمکیلی ۔" یروشلیم کا موجودہ یہودی ربی ڈاکٹر جوزف کلاسنر کہتا ہے کہ "مسیح کی اخلاقی تعلیم تمام زمانوں کے لئے ایک نہایت بیش بہا موتی ہے ۔"

(Quoted in John's Finality of Christ, p.94)

مسٹر جارج برنارڈشا جیسا شخص بھی یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ "گزشتہ جنگ عظیم سے صرف ایک ہی شخص ہے جو عزت اورشان سے بچ نکلا ہے اوروہ مسیح ہے "

(Preface to Androcles and the lion by G.B.Shaw)

دورِ حاضرہ میں تمام اقتصادی ،معاشرتی اور سیاسی امور کلمتہ اللہ کے معیار سے ہی پرکھے جاتے ہیں۔ پروفیسر سکاٹ بجا کہتا ہے کہ "آج جب ہم دنیا کی حالت پر نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ صرف مسیح ہی نوع انسانی کا اخلاقی لیڈر ہے ۔ گزشتہ چند سالوں کے تلخ تجربہ کی کسوٹی پر مسیح کے اصول پورے اترے ہیں ۔ تمام اربا ب دانش اس بات پر متفق ہیں کہ مستقبل زمانہ میں انسانی معاشرت اس ایک بنیاد کے علاوہ کسی اورپر رکھی نہیں جاسکتی "پس مخالف وموالف دونوں اس بات پر اقرارکرتے ہیں کہ دنیا کی تمام مشکلات کا حل اسی میں ہے کہ کلمتہ اللہ کے اصول پر عمل کیا جائے۔مخالفین مسیحیت جو اس کی تعلیم کو ناقابل عمل ثابت کرنے کے خواہاں ہیں کم ازکم یہ اقرارتو ضرورکریں گے کہ اگرکلمتہ اللہ کے اصول اورپہاڑی وعظ پر عمل کیا جائے تو یہ دنیا نوع انسانی کے رہنے کے لئے زیادہ بہتر جگہ ہوجائے گی۔تاریخ اس صداقت پر مُہر کرکے بتلادیتی ہے کہ جب کبھی اورجہاں کہیں اس تعلیم پر عمل کیا گیا یہ دنیا جنت الفردوس کانمونہ ہوگئی۔

مسیحی تعلیم کی جِدت

کلمتہ اللہ کی تعلیم کے اصول کے مطالعہ سے ناظرین پر واضح ہوگیا ہوگاکہ آپ کی تعلیم عالمیگر ہے۔ اس تعلیم کے اصول کلمتہ اللہ کی جِدت طبع کا نتیجہ تھے۔ جب ہم دیگر مذاہب کے انبیا ء کی تعلیم کے اصول کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان مذاہب میں غالب عنصر ایسا ہے جو ان انبیا ء کے گرد وپیش کے ماحول اوران کے قومی مذہب کے اصول پر مشتمل ہے جن میں وہ اصلاح کرتے ہیں۔ مثلاً اسلامی تعلیم کے ماخذ عرب کے مذاہب ، مسیحی اوریہودی عقائید اور زرتشتی اور زمانہ جاہلیت کی رسوم ہیں۔ اس کا مفصل ثبوت رسالہ ینا بیع الاسلام اوریںابیع القرآن میں دیا جاچکا ہے۔ حضرت محمد نے ان عقائید اوررسوم کی اصلاح کی اوراس کا نام اسلا م رکھا ۔ لیکن کلمتہ اللہ نے محض عہدِ

عتیق کی تعلیم اوریہودیت کے عقائید کی اصلاح نہیں کی ۔آپ کی تعلیم میں اور عہد عتیق کی تعلیم میں درحقیقت کوئی نسبت ہے نہیں ۔آپ صاحب اختیار کی طرح فرماتے تھے

" تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا ۔۔۔۔لیکن میں تم سے کہتاہوں "آپ کے خیالات یہودیت کے عین ضد تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل یہود نے اس کے سوا اورکوئی چارہ نہ دیکھا کہ آپ کے خلاف سازش کریں اورآپ کو مصلوب کردیں۔ اخلاقیات کا مورخ لیکی کہتا ہے کہ "یقیناًاس خیال سے زیادہ غلط کوئی اوردوسرا خیال نہیں کہ مسیحیت کی تعلیم اوردیگر مذاہب کی تعلیم میں ایسا بین فرق ہے کہ دونوں درحقیقت مختلف اقسام کی تعلیم ہیں اورایک ہی نوع کے ماتحت نہیں کی جاسکتیں۔"

کلمتہ اللہ کی زندگی کے پہلے تیس سال ملک کنعان جیسے تہذیب سے دورافتادہ ملک کے ایک صوبہ میں گزرے جو جہالت کی وجہ سے حقیر شمارکیا جاتا تھا (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت یوحنا باب ۱ آیت ۴۲،اورباب ۷ آیت ۴۱،۵۲) ۔ آپ کسی ربی کے شاگرد نہ تھے ۔آپ نے کسی فلاسفر کے سامنے زانوئے شاگردی تہ نہ کیا۔ آپ کے سامعین آپ کی تعلیم کو سن کر حیران رہ جاتے تھے (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت مرقس باب ۱ آیت ۲۲،باب ۱۱ آیت ۱۸،اورراوی حضرت متی باب ۲۲ آیت ۲۳)اور کہتے تھے "اس کو یہ حکمت کہاں سے مل گئی؟کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں پھر یہ ساری باتیں اس کو کہاں سے آگئیں ؟"(انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی باب ۱۳ آیت ۵۴)۔"یہ باتیں اس کو کہاں سے آگئیں اوریہ حکمت ہے جو اسے بخشی گئی ہے؟ "(انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت مرقس باب ۶ آیت ۲،اور حضرت لوقا باب ۴ آیت ۲۲)"اس کا کلام اختیار کے ساتھ ہے " (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت لوقا باب ۴ آیت ۳۲)۔جب اہل یہود نے آپ کی تعلیم پر تعجب کیا او رکہا کہ "اس کو بغیر پڑھے کیونکہ علم آگیا ؟"توکلمتہ اللہ نے ان کو اپنے علم کے منبع اورسرچشمہ سے مطلع کرکے فرمایا " میری تعلیم میری نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے کی ہے۔ اگر کوئی ا س کی مرضی پر چلنا چاہے تو وہ اس تعلیم کی بابت جان جائے گا کہ خدا کی طرف سے ہے یا میں اپنی طرف سے کہتاہوں "(انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت یوحنا باب ۷ آیت ۱۷)۔ "میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا بلکہ جس طرح باپ (پروردگار) نے مجھے سکھایا

اسی طرح یہ باتیں کہتاہوں۔ میں ہمیشہ وہی کام کرتا ہوں جو اسے پسند آتے ہیں۔ (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت یوحنا باب ۸ آیت ۲۸)"میں نے کچھ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ باپ جس نے مجھے بھیجا اسی نے مجھے حکم دیا کہ کیا کہوں اورکیا بولوں پس جو کچھ میں کہتا ہوں جس طرح باپ نے مجھ سے فرمایا ہے اسی طرح کہتا ہوں" (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت یوحنا باب ۱۲ آیت ۲۴) "جو باتیں میں تم سے کہتا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ باپ (پروردگار) مجھ میں رہ کر اپنے کام کرتا ہے "(انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت یوحنا رکوع ۱۴آیت ۱۰)جو کلام تم سنتے ہو وہ میرا نہیں بلکہ باپ کا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت یوحنا باب ۱۴آیت ۲۴)۔گو آپ نے کسی ربی کی درس گاہ سے تعلیم حاصل نہ کی تاہم روئے زمین کے کسی نبی یافلاسفر کی تعلیم آپ کی تعلیم کے ساتھ مقابلہ نہیں کرسکتی ۔ گزشتہ دو ہزا رسال سے کسی شخص نے کسی زمانہ میں بھی ایسی تعلیم نہیں دی جو آپ کی تعلیم کی جگہ غصب کرسکے۔امتدادِ زمانہ کے باوجود آپ کے اصول اب بھی ویسے ہی عجوبہ روزگارہیں جیسے پہلے تھے۔ کلمتہ اللہ کے الفاظ کی لطافت اورعظمت اورقدرت میں رتی بھر فرق نہیں آیا۔ وہ صد ہاسال سے ہزاروں ملکو ں اورقوموں میں مروج رہے ہیں لیکن انکی تروتازگی اورشگفتگی مثل سابق قائم ہے اور تاقیامت قائم رہے گی۔کلمتہ اللہ کے کلماتِ طیبات کی سحر آفرینی ۔ بے نظیر متانت ۔حلاوت اور لاثانی حکمت اور معقولیت صدیوں سے کروڑہا انسانوں کو متاثرکرتی چلی آئی ہے اوران الفاظ کی برکت اورکرامت کی طفیل نوع انسانی شاہراہ ترقی پر گامزن ہوتی چلی آئی ہے۔آپ کا پیغام اپنی نظیرآپ ہی ہے۔

دیگر معلموں کے پیغام ان کے اپنے ماحول یا مختلف لوگوں کے خیالات کا مجموعہ ہیں جو ان کے قوم اورملک کے ساتھ مختص ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے پیغام عالمگیر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے ۔ وہ ایک خاص ملک یا قوم یا زمانہ کے حالات یا مسائل کوجو ان کے بانیوں کے درپیش تھے حل کرسکے لیکن چونکہ ان کے اصول کا تعلق صرف خاص حالات کے ساتھ ہی تھا لہذا وہ اس اس کی وابستگی کی وجہ سے عالمگیر نہ ہوسکے ۔لیکن کلمتہ اللہ کے اصول کسی خاص

قوم یا ملک یا زمانہ کے ماحول کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے وہ کسی خاص جماعت کے حالات کے ساتھ وابستہ نہیں لہذا زمان ومکان کی قیود سے آزاد اورعالمگیر ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ وہ مکاشفہ جو خدا نے آپ کے ذریعہ دنیا پر ظاہر کیا قطعی اورآخری ہے کیونکہ اس سے بہتر مکاشفہ ہو نہیں سکتا ۔ آپ کا پیغام روحانیات کی انتہائی منزل ہے ۔کوئی شخص عالم خیال میں بھی ایسی تعلیم وضع نہیں کرسکتا جو ابن اللہ کے پیغام کے قطعی ہونے کا بین ثبوت ہے ۔ جناب مسیح کے ساتھ دنیا میں ایک نئی تعلیم آئی جو ابد تک غیر متزلزل ہے اس میں وہ آخری اور قطعی مکاشفہ ہے جو خدا نے ایک لاثانی اور بے نظیر شخصیت کے ذریعہ عطا کیا ہے جو ہر پہلو سے بے عدیل ہے۔ انسانی تجربہ اورتاریخ اس بات کے شاہد ہیں کہ کلمتہ اللہ اخلاقیات کے واحد حکمران اورتاجدارہیں۔

ا س حقیقت کو مخالفین تک چارونا چار تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ یورپ کے ملاحد Rationalist Press Association نے ۱۹۱۹ء کے سالانہ اجلاس میں کفِ افسوس مل کر اقرار کیاکہ " مسیحیت کا وجود اوراس کی زندگی اوربقا بجائے خو دایک ایسا زبردست معجزہ ہے جس سے ہم کو مجال انکار نہیں۔ مادیت اوراخلاقیات نے ہر نکتہ نظر اور ہر پہلو سے اس پر ایسے زبردست حملے کئے ہیں جو اپنا ثانی نہیں رکھتے لیکن ہم کو مسیحیت اس دنیا سے رخصت ہوتی نظر آتی ہے تو روزِ فردا مثل سابق ہماری ناکام مساعی پرنہایت سکون اور اطمینان سے مسکراتی نظر آتی ہے ۔ روئے زمین کے ادیان میں سے کسی دوسرے مذہب کو اس قدر سنگلاخ رکاوٹوں اور جانکاہ آزمائشوں سے مقابلہ کرنا نہیں پڑا۔ ہمارے مغربی ممالک کی حقیقت شناس فضا میں مسیحیت کی بقا ایک ایسا عجیب وغریب واقعہ ہے جس نے ہم کو ورطہ حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ اس کے پاس سامان تک نہیں جس وہ ہمارے حملو ں کی وجہ سے اپنی حفاظت کرسکے۔گزشتہ پشت کے علما وفضلا نے جو یگانہ روزگارتھے مسیحیت کے گڑھ کو اپنے حملوں کی ٹکروں سے چکنا چورکر ڈالا تھا لیکن یہ مثل سابق اپنا سرو یسے ہی بلند کئے اطمینانِ خاطر سے ہمت باندھے متکبرانہ انداز سے خنداں کھڑی ہے ۔ یہ امر ہمارے لئے ایک

معجزانہ بات ہے۔ ہم نے دنیا جہان پر اس کے بے اعتباری کو طشت ازبام کردیا ہے اوراپنی طرف سے ثابت کردیا ہے کہ مسیحیت کا اخلاقی تواریخی اورعقلی پہلو سے دیوالہ نکل گیا ہے لیکن باوجود ہماری مساعی کے مسیحیت پہلے کی طرح ویسی ہی بڑھتی پھلتی پھولتی اورترقی کرتی نظرآتی ہے۔"

(Quoted from the Christianity the Final Religion?)

ابتدا ہی سے مسیحیت کے مخالفین کا یہی تجربہ رہا ہے جو انجمنِ ملاحدہ یورپ کا ہے۔ مسیحیت کی ہرپہلو سے آزمائش کی گئی ۔ دوہزا رسال سے مخالفین اسکی بیخکنی کی کوشش کررہے ہیں لیکن ان کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوتی ہیں۔ اس کے تمام مخالف روم کے بت پرست قیصر جولین کے ہم آواز ہو کر دمِ واپسین یہی کہتے ہیں کہ " اے گلیلی۔ توفاتح رہا۔"

مسیحیت اور ادیانِ عالم کی اصلاح

جناب مسیح نے قطعی کامل اوراکمل طورپر خدا کی ذات اورصفات کو بنی نوع انسان پر ظاہر کردیا ہے اورمعنوں میں آنخداوند خاتم الانبیاء اور خاتم المرسلین ہیں۔آپ کی شخصیت لاثانی اورعالمگیر ہے ۔ آپ خدا کا مظہر اورمنجی عالمین ہیں۔ آپ کے پیغام کا تعلق زمین کے کسی خاص خطہ کے ساتھ نہیں بلکہ وہ کل بنی نوع انسان کے لئے ہے اوراس کا تعلق کل ممالك اوراقوام کے ساتھ ہے۔ اس کے اصول زمان ومکان کی قیود سے آزاد اورتمام عالم اورازمنہ پر حاوی ہیں۔

اس پیغام کی روشنی میں دنیا کی کل اقوام دو ہزار سال سے اپنے خیالات جذبات متعقدات رسمیات وغیرہ کی اصلاح کرتی آئی ہیں اورتاابد کرتی رہیں گی ۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ آپ کے بے عدیل پیغام کو کسی دوسرے مذہب یا فلسفہ کے اصول کی روشنی میں اپنے روحانی اصول کی اصلاح کرنے کی ضرورت کبھی لاحق نہ ہوئی اس کے برعکس اس کی قسمت میں روزاوّل سے ہی یہ لکھا ہے کہ کل ادیانِ عالم پر فاتح اور تمام دنیا اوراقوام پر حاوی ہو۔ اگر ہم دنیا کے مذاہب کی تاریخ پر ایک نظر ڈالیں تو ہم پر یہ ثابت ہوجائے گا کہ جس جس ملك اورقوم میں مسیحیت گئی اورجس زمانہ میں بھی کلمتہ اللہ کے اصول کی روشنی چمکی اس ملك اورقوم اور زمانہ کے مذاہب نے مسیحیت کی روشنی میں اپنے اپنے اصول کی نظر ثانی کرڈالی ۔ آفتابِ صداقت کی پاک شعاعوں

نے ان مذاہب کے پیروؤں پر ان کے اصول کی تاریکی کو منکشف کردیا۔ ان کے دینی پیشواؤں نے سرتوڑکوشش کی کہ اپنے مذہب کے اصول کی کلمتہ اللہ کے پیغام کے ساتھ مطابقت کردیں او راپنے مذہب کے ان عناصر کو ترک کردیں جو اس پیغام کے ساتھ مطابقت نہیں رکھ سکتے ۔ انہوں نے حتی الوسع کوشش کی کہ اپنے مذاہب کے بانیوں کی زندگیوں کے تاریک مقامات کی (جو جناب مسیح کی مقدس زندگی کے اصول کے مطابق نہیں) پادرہوا تاویلات کریں یاان کا سرے سے انکارکردیں۔

خود ہندوستان کو دیکھ لو۔ ہندو اور مسلم جو آنخدواند مسیح کی مقدس زندگی اور محبت کےاصول سےمتاثر ہوچکے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ ان کے مذاہب کے بانیوں کی زندگیاں بھی ابن اللہ کی سی ہوں۔ لہذا دورِحاضرہ میں پنڈت اورمولوی صاحبان اس بات کو ثابت کرنے کی سر توڑکوشش کرتے ہیں کہ حضرت محمد اورمہاراج کرشن وغیرہ کی زندگیوں کے وہ واقعات جو انجیل جلیل کے اصول کے نقیض ہیں سرے سے غلط اورافترا ہیں اورکہ ان کےمذاہب کے وہ اصول جو آنخداوند مسیح کے جانفرا پیغام کے متضاد ہیں ان کے مذاہب کا جزو نہیں ۔ مثلاً ذات پات کی قیود،اچھوت ،بت پرستی ،اوہام پرستی ،دیوداسی مندروں میں زناکاری ،شرک ،جہاد ،تعداد ازدواج ،جنت ودوزخ کا نقشہ وغیرہ۔مرحوم حالی کے مسدس میں ایک بند لکھا ہے جو ایک لفظ کی تبدیلی سے مسیحی تحریک پرپورا صادق آتا ہے ۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
زمین ہند کی جس نے ساری ہلادی
نئی اِک لگن سب کے دل میں لگادی
اِک آواز سے سوتی بستی جگادی

ہندوستان کو کلمتہ اللہ کی خوشخبری کے پیغام نے ایسا مسخرکرلیا ہے کہ ہر شخص اسی بات کا خواہاں ہے کہ کاش میرے مذہب کے بانی کی زندگی جناب مسیح کی زندگی کی مانند ہوتی اورمیرے مذہب کے اصول اس کے پیغام کی مانند ہوتے مسیحیت کی یہ خصوصیت مخالف وموالف دونو پر عیاں ہے چنانچہ سر رادھا کرشن لکھتا ہے کہ " مسیحیت میں ہر جگہ یہ فاتحانہ انداز پایا جاتا ہے کہ

مسیحیت مذہب کا بہترین اوراعلیٰ ترین اظہار ہے اورکہ وہ بنی نوع انسان کے لئے قطعی اخلاقی معیار ہے اورجس کی کسوٹی پر ہر دوسرا مذہب جانچاجائے - (East and West in Religion p24)پس تاریخ شاہد ہےکہ جس ملک یا قوم یا ملت میں مسیحیت گئی اس کے وردو مسعود کے ساتھ ہی وہاں کے مذہب کی اصلاح شروع ہوگئی لیکن انجام کارا صلاح کی تمام کوششیں بیکاراوربے سود ثابت ہوئیں۔

مصیبت میں پڑا ہے سینے والا چاك کا داماں

جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا جو وہ ادھڑاتو یہ ٹانکا

دنیا کے ممالك اوراقوام مسیحیت کے حلقہ بگوش ہوگئے اور جناب مسیح غالب اور فاتح ہوئے ۔ لیکن مسیحیت نے کسی زمانہ میں بھی کسی دوسرے مذہب کے اصول کی روشنی میں اپنے بنیادی اصول کی کبھی اصلاح نہ کی ۔ اس کی تمام تاریخ میں اس کو ایسا کرنے کی ضرورت کبھی پیش نہ آئی۔ گزشتہ بیس صدیوں میں کلیسائے جامع کے کسی ملك کی کلیسیا کے کسی دینی پیشوا کے وہم گمان میں بھی یہ بات نہ آئی۔ یہ اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ جناب مسیح کی تعلیم ادیان ِعالم پر غیر مکمل ہونے کا فتویٰ لگاتی چلی آئی ہے اور اقوام عالم نے کلمتہ اللہ کی تعلیم کی روشنی میں اپنے مذاہب کی اصلاح کرکے اس فتویٰ لگاتی چلی آئی ہے اور اقوام عالم نےکلمتہ اللہ کی تعلیم کی روشنی میں اپنے مذاہب کی اصلاح کرکے اس فتویٰ کی صحت کا اقبال کرلیا ہے۔

مسیحیت اور اقوام ِ عالم کی ترقی

مذکورہ بالا کوائف سے ناظرین ہوگیا ہوگا کہ کلمتہ اللہ کا پیغام عالمیگر جامع اورمانع ہے، وہ زمان ومکان کی قیود سے آزاد ہے۔ اس کے اصول کسی خاص قوم یا زبان یا ملك یا تمدن کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے ۔ یہ اصول تمام اقوام عالم پر یکساں طورپر حاوی ہیں اورہر قوم ملك اورزمان کے افراد ان کی یکساں طورپر تعمیل کرسکتے ہیں اور ہرقسم کے دماغ اور سمجھ والے ان کے اصول کے ذریعہ خدا کی معرفت حاصل کرسکتے ہیں۔ چونکہ اس کے اصول رسوم عقائد اور قیود شرعیہ کے پابند نہیں ان میں یہ اہلیت ہے کہ وہ روحانی اصول ہونے کے سبب عالمگیر ہوسکیں۔عالمگیریت کا یہ دعویٰ یا تو غلط ہے یا صحیح ہے۔ لیکن تاریخ نے اپنی

شہادت کی مہر اس کی صحت پر ثبت کردی ہے ۔یہ ایک تواریخی حقیقت ہے کہ منجی کونین کی تعلیم ہرآب وہوا اور ہر زمانہ میں پھلتی پھولتی رہی۔ وہ ہر زمانہ ہر ملک اورقوم اورملت کے ساتھ سازگاری کرسکی۔ جہاں جہاں یہ تعلیم گئی اس نے ہر قوم اورہر ملک کے ماحول میں کامیابی کے ساتھ رائج ہونے کی قابلیت رکھنے کا پورا پورا ثبوت دے دیا ۔اس کے قانون کلی تمام ممالک اورازمنہ کے اصول وکلیات تمدن ، معاشرت اقتصاداور ارتقائے ذہنی کا جامع ہوکر یہ آسانی تمام جزئیات کا استخراج کرسکنے کی استعداد اور قابلیت رکھتے ہیں۔ اس کی مکمل اورجامع تعلیم تمام ممالک ازمنہ کے تمام شعبہ ہائے زندگی پر حاوی ہونے کی مدعی رہی اوراس کا بطرزاحسن نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتی رہی ہے اوراقوام عالم کی نشوونما میں ممدو معاون اوران کی ترقی کا باعث رہی ہے ، اس نے کبھی کسی قوم کوایک ہی سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش نہ کی۔ اس کی تاریخ کے تاریک ترین زمانوں میں بھی ایسا وقت کبھی نہ آیا جب اس نے یہ کوشش کی ہو کہ مختلف قوموں کے فطرتی اختلافات کو جو قدرت کی طرف سے ان کو ملے ہیں مٹا کر ان کی طرز رہائش معاشرت وغیرہ کو ایک ہی اصول فقہ کے ماتحت کردے۔ مسیحیت کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی کہ جس طرح قدرت نے بدن کے ہر ایک عضو کو الگ کام سپرد کیا اورکل اعضا اپنے مختلف کاموں کو پورا کرکے جسم کی تقویت کا باعث ہوتے ہیں اسی طرح ہر ملک اور قوم اپنی اپنی جداگانہ خدا د قابلیت کی نشوونما حاصل کرکے نوع انسانی کی ترقی کا باعث بنے۔ مسیحیت نے ہر ملک کو اورہر قوم کو اس کی خصوصی نشوونما میں مدد دی اس کی ترقی کا رازاسی بات میں مضمر ہے کہ ہر ملک اور قوم کا انسان اس کا حلقہ بگوش ہوکر اپنی قومی اور ملی نشوونما اورترقی میں کوشاں ہوتا ہے ۔ چین یا ایران یا عرب یا مغرب کا باشندہ مسیحی ہوکر وہ اپنی قومی طرزمعاشرت کو ترک نہیں کردیتا ۔ اس پر یہ لازم نہیں ہوتا کہ مسیحی ہوکر وہ اپنی داڑھی خاص حد تک لمبی رکھے یا اپنی مونچھوں کو کسی خاص طرز سے کٹوائے یا اپنے پائجامہ کو ٹخنوں تک آنے دے ، یا کسی دوسری قوم کی زبان کو اپنی زبان بنا لے یا کسی خاص مقام کو حج یا جاترا کے لئے جانا اس پر فرض ہوجائے ۔ جس

طرح اسلام ہر ایک ملک اورقوم کو ایک ہی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے مسیحیت نے کسی قوم پر اس قسم کا غیر فطری جبر روا نہیں رکھا۔ اگرکسی ہندوستانی نے مسیحیت کو قبول کرلیا ہے تو وہ اپنا کعبہ اپنے ملک کے باہر ارضِ مقدس کے کسی مقام کو قرار نہیں دیتا ، اس کے لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہم پہلے مسیحی ہیں اورپھر ہندوستانی ہیں کیونکہ کلیسائے جامع کے نزدیک کوئی ہندوستانی مسیحی اچھا مسیحی نہیں ہوسکتا جو اچھا ہندوستانی نہ ہو۔ مسیحیت کا یہ مقصد ہے کہ ہر ایک قوم کی نشوونما اورترقی اس طور پر ہوکہ وہ اس خاص خداداد قابلیت کو جو فطرت نے اس قوم میں ودیعت فرمائی ہے بطرز احسن انجام دے سکے جس طرح بدن کا ہر ایک عضو اپنے اپنے کام کو انجام دیتا ہے۔گزشتہ دو ہزارسال میں جس ملک میں بھی مسیحیت گئی اس نے وہاں کی اقوام کی قدرتی نشوونما میں مدد دی اور وہ اقوام ترقی کرکے نوع انسانی کی تقویت کا باعث ہوتے ہیں اس طرح مسیحیت گزشتہ بیس صدیوں سے ہزاروں ممالک واقوام کی نشوونما کا باعث بنی ہے اوران ممالک واقوام کے "تمدنی معاشرتی اقتصادی سیاسی مسائل کو اپنے عالمگیر اصول کے ذریعہ حل کرکے نظام عالم کی شیرازہ بندی کرتی چلی آئی ہے۔

مسیحیت کی عالمگیری کی وجہ ہی یہ ہے کہ وہ اقوام عالم کو ایک ہی لاٹھی سے نہیں ہانکتی اورنہ ان کو ایک سانچہ میں ڈھالتی ہے اس کی ہمہ گیری میں اقوام عالم کے لئے ان کے خصوصی نشوونما کے لئے جگہ ہے۔ تاریخ سے ظاہر ہے کہ مسیحیت کے عالمگیر اصول کے اطلاق میں ہر قوم کی نشوونما کی گنجائش ہے اوران اصول کا اطلاق ہر ملک قوم اورزمانہ کے مختلف حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ جو شے مسیحیت کو ایک عالمگیر مذہب بناتی ہے وہ اس کی آزادی کی روح ہے جس کی وجہ سے ہر ملک وقوم اور زمانہ کے مختلف حالات پر اس کے اصول عائد ہوسکتے ہیں۔ اس حقیقت کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں مثلاً ایک فاضل ترک مصنف ایبل آدم اپنی تصنیف " کتابِ مصطفیٰ کمال " (قسطنطنیہ ۱۹۲۶ء) میں رقمطراز ہے " اسلام نے اپنے پیروؤں کو ضمیر اورخیالات کی آزادی عطا نہیں کی اوراسلامی شرع

نے زندگی سے اس کا حق چھین لیا ہے چونکہ اسلامی آئین لاتبدیل ہیں لہذا وہ ترقی کی راہ بند کرتے رہے ہیں۔ کسی کو یہ خیال نہیں آتا کہ زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ آئین وقوانین کا بدلنا بھی لازم ہے۔ قرآن وحدیث صحرا کے ان باشندوں کی کتابیں ہیں جو تہذیب کی ابتدائی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے ۔ اسلامی آئین وشرعی قوانین نے نفسیات اور معاشرتی زندگی کے نشوونما اورترقی کا لحاظ نہیں رکھا مسیحیت بھی اسلام کی طرح ایک ایشیائی مذہب تھا لیکن اس نے کسی قوم کی معاشرت اورتمدنی زندگی پر جبر روانہ رکھا۔ مسیحیت شہر روما میں گئی لیکن وہ اپنے ساتھ اہل یہود کی معاشرتی زندگی نہ لے گئی۔ اگر اسلام کی طرح مسیحیت بھی ایک لشکر جرار کے ساتھ یروشلیم سے چلتی اوریورپ پر قابض ہوکر ان پر یہودی معاشرتی زندگی جبریہ لازم قراردیتی تو یورپ کا بھی اسلامی ممالک سا حال ہوجاتا لیکن مسیحیت نے ایسا نہ کیا ،" ایک اورترکی مصنف جلال نوری لے لکھتا ہے " اسلام میں ہم نے مسیحیت جیسی نشوونما او راپنے گردہ پیش کے حالات اور ماحول سے مطابق ہوجانے کی صلاحیت او راہلیت نہیں پائی ۔ اسلام آج تک غیر متحرک حالت میں ساکن رہا ہے۔ ہم پرانے زمانہ کے ساکن تصورات اور غیر متحرک معاشرتی اقتصادی اورسیاسی تصورات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے بے بس پڑے ہیں" (ترکی انقلاب صفحہ ۵۸)۔

مسیحیت کی حیرت انگیز کامیابی کااصلی سبب جو مسیحیت کا کمال ہے اوردیگر مذاہب میں نہیں پایا جاتا یہ ہے کہ مسیحیت نے جامع اصول اور فروعات میں تمیز کردی ہے ۔ تمام غیرمسیحی مذاہب میں اصولوں کے ساتھ فروعات ایسے وابستہ ہیں کہ ان کو بھی اصولوں کی سی وقعت حاصل ہے۔ جرمن عالم ڈاکٹر ہارنیک نے صحیح کہا ہے کہ " مسیح کا امتیازی نشان یہ ہے کہ وہ نہ صرف جامع ہے بلکہ مانع بھی ہے "کلمتہ اللہ نے اصول میں سے تمام رسوم او رپابندیاں اور وقتی قوانین جن کا صرف کسی خاص زمانہ یا پشت یا ملک یا قوم کے ساتھ تعلق تھا خارج کردیں۔ مثلاً حرام وحلال کا سوال۔ (دیکھئیے انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت مرقس ۷باب ،خطِ اہل ِرومیوں ۱۴باب آیت ۱۴وغیرہ) فقہ کے سوال (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۲۲باب) بزرگوں کی سنتوں پر عمل کرنے کا

سوال (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱۵باب آیت ۴) دنوں تہواروں سبتوں موسموں وغیرہ کا ماننا (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱۲باب ،خطِ اہلِ گلتیوں ب۴باب آیت ۱۰)ظاہری افعال اور بیرونی اعمال پر بے حد زور دینا (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۵،۶باب اوربہ مطابق حضرت لوقا ۸باب ۱۲آیت)وغیرہ وغیرہ یہی وجہ ہے کہ مسیحیت نے یہودیت سے سوائے اس کی کتب مقدسہ کے اورکچھ نہ لیا۔ یہودی ربی علم روائت اورعلم فقہ میں طاق تھے ان کی قیود شرعیہ زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی تھیں لیکن کلمتہ اللہ نے ان تمام قیود کو جن کا تعلق زمان ومکان کے ساتھ تھا بے تامل رد کردیا (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۲۳ باب وغیر)۔یہی وجہ ہے کہ مسیحی کلیسیا نے بنی اسرائیل سے ان کی صرف کتبِ مقدسہ ہی کو لیا اورباقی تمام روایات تفاسیر فقہ وغیرہ کی کتب کو رد کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیحیت میں یہ صلاحیت ہوگئی کہ وہ اقوام عالم کا مذہب ہوسکے ۔ دنیائے مذاہب میں اپنے اصول کے لحاظ سے صرف مسیحیت ہی جامع اورمانع مذہب ہے۔

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ تمام مذاہب سے زیادہ مسیحی کلیسیا میں دنیا کی مختلف اقوام ایک جگہ جمع ہیں۔ اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ تعداد مسیحیوں کی ہے اگرچہ یہ بھی ایک حق بات ہے بلکہ ہمارا یہ مطلب ہے کہ دنیا کی اس قدرمختلف اقوام مسیحی جھنڈے تلے جمع ہیں جو کسی دوسرے مذہب میں نہیں جس سے کم ازکم یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ مسیحیت میں یہ صلاحیت پائی گئی ہے کہ اقوام عالم کے خصوصی اختلافات اور امتیازی نشانات جو کہ ان کے قومی نشوونما اورملی ترقی کا باعث ہیں قائم رکھے اوران کی روحانی ضروریات کو اورقومی حاجات کو پورا بھی کرے ۔ یہ ایک تواریخی حقیقت ہے کہ مسیحی مذہب میں مختلف زمانوں ملکوں قوموں کی روحانی اور قومی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت موجود ہے ۔ لہذا وہ عالمگیرمذہب ہے۔

علاوہ ازیں ان گزشتہ دو ہزارسال میں صفحہ ہستی پر کوئی ایسی قومیں نہیں گذری جس نے اپنی قومی اورملی زندگی کو مسیحی اصول کے مطابق نشوونما دینے کی کوشش کی ہو اور

وہ اس کوشش میں ناکام رہی ہو۔ یہ ایک تورایخی حقیقت ہے
کہ کسی زمانہ میں بھی اس قسم کی مساعی جمیلہ میں کسی
ملک اور قوم کو ناکامی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوا ۔جس
قوم اور ملک نے کلمتہ اللہ کے اصول پر چلنے کی کوشش کی وہ
ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوگئی۔ پس اقوامِ عالم کی تاریخ
مسیحیت کی عالمگیری پر مہرِ صداقت لگاتی ہے اور یہ ثابت
کردیتی ہے کہ کل ادیانِ عالم سے زیادہ مسیحیت ہر قوم
وملک کو یہ توفیق عطا کرتی ہے کہ وہ اپنے قومی کیریکٹر اور
ملی خصائل کو سدھارے ۔دنیا کے نقشہ پر نظر ڈالو تو یہ
حقیقت تم پر عیاں ہوجائیگی کہ جن ممالک نے اپنی باگ ڈور
مسیحیت کے سپرد کردی ہے وہاں ہر قسم کے علوم وفنون
رائج ہیں۔ خیالات کی آزادی ہے ۔ مردوں عورتوں بلکہ بچوں
تک کو حقوق حاصل ہیں۔ ان ممالک کی کلیسیا کے افراد نہ
صرف اپنی روحانی بہبودی کو مدِ نظر رکھتے ہیں بلکہ وہ
مسیحی مبلغین کو دُوردراز مقامات میں بھیج کر دنیا کو بچانا
چاہتے ہیں۔ مسیحیت نے ہزاروں وحشی اورمردم خوار اقوام
کو چاہِ ذلت وضلالت سے نکالا اوران کو بیہودہ رسمیات
،وحشیانہ دستورات اور توہمات کے پنجہ سے خلاصی
بخشی۔ اوران کے افراد کو حیوانوں سے انسان بنا کر ترقی اور
تہذیب کی راہ پر چلا یا ۔ گذشتہ بیس صدیوں میں دنیا کا کوئی
ملک ایسا نہیں جس کی اقوام نے دانستہ یا نا دانستہ کلمتہ اللہ
کے اصول کو اپنی زندگی کا معیار نہ بنایا ہو۔ دورِ حاضرہ میں
روئے زمین پر کوئی ایسی قوم نہیں ہے کہ جس کے روحانی
جذبات کا مرکز جناب مسیح کی ذاتِ ستودہ صفات نہ ہو۔
پس مسیحیت ہمہ گیر ہے اورعالم وعالمیان پر حاوی ہے۔

بائبل شریف کی عالمگیری

دور حاضرہ کتابوں کی اشاعت اور پروپگنڈہ کا زمانہ
ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک کے پریس ہزاروں کتابیں روز
شائع کرتے ہیں لیکن ان ہزاروں کتابوں میں معدودے چند
کتابیں ایسی ہوتی ہیں جو کسی ملک میں ایک سال کے بعد قدر
اور وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ ان معدودے چند
کتب میں سے بعض مشکل کوئی کتاب ایسی ہوگی جو پچاس
سال کے بعد اس ملک کے باشندوں کی نگاہ میں مثل سابق
قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے۔ ان خوش قسمت کتابوں میں

ہزا ر دقتوں سے کوئی کتاب ایسی ملے گی جو نہ صرف ایک خاص ملک کے باشندوں کی نگاہ میں قابل قدرہو بلکہ ایک بر اعظم کے تمام ممالک میں قدراوروقعت کی نظر سے دیکھی جائے اورایک صدی کے گزرنے پرآپ کو شاید ہی کوئی کتاب ایسی ملے گی جو دنیا کے تمام ملکوں اوراقوام عالم کی نزدیک مقبول عام ہو۔

لیکن اس دنیا میں بائبل مقدس ہی ایک واحد کتاب ہے جو صدیوں سے ہزاروں ملکو ں اور قومو ں کے کروڑوں افراد کے نزدیک آج بھی ویسی ہی وقعت کے قابل ہے جیسی وہ اس زمانہ میں تھی جب وہ تحریر میں آئی ۔ حق تو یہ ہے کہ جوں جوں زمانہ گذرتا جاتا ہے یہ کتاب زیادہ قابل احترام خیال کی جاتی ہے ۔"اقوام عالم گھاس کی طرح مرجھاجاتی ہیں اوردنیا کی پشتیں اورنسلیں پھول کی طرح کملا جاتی ہیں لیکن ہمارے خدا کا کلام ابد تک قائم ہے "(بائبل مقدس صحیفہ حضرت یسعیاہ ۴۰ باب آیت ۸)۔مسیح نے سچ فرمایا تھا"آسمان اورزمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہر گز نہ ٹلینگی "(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۲۴باب ۳۵آیت ،خطِ اول حضرت پطرس ۱باب ۲۵-۲۳ آیت وغیرہ)

کلمتہ اللہ(مسیح) کی تعلیم کی عالمگیری کا یہ کافی ثبوت ہے کہ اب انجیل جلیل دنیا کی ایک ہزار سے زائد زبانوں میں ترجمہ ہوچکی ہے۔ اگر دنیا کے اعداد وشمار کا لحاظ رکھا جائے تو اس واضح حقیقت کا یہ مطلب ہے کہ اگر دنیا میں دس آدمی زندہ ہیں تو ان میں سے نو انجیل شریف کے نجات بخش پیغام کو اپنی مادری زبان میں پڑھ سکتے ہیں ۔ قریباً ستر سال ہوئے ۔ مرحوم سرسید احمد نے اپنی کتاب تبین الکلام میں لکھا تھا کہ " کتب مقدسہ " کے ترجمے بہت زبانوں میں ہوئے ہیں اورحق یہ ہے کہ دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس کے اس قدرترجمے ہیں۔ (جلد اول صفحہ ۲۵۵)جب یہ الفاظ سرسید مرحوم کے قلم سے نکلے تھے ان دنوں میں انجیل شریف کے ترجمے کلُ تین سو زبانوں میں شائع ہوچکے تھے ۔ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کی رپورٹ سے جو ۱۹۳۷ء کے آخر میں شائع ہوئی یہ پتہ چلتا ہے کہ صرف اس ایک سوسائٹی نے اپنی ۱۳۳ سالہ زندگی میں کتاب مقدس اوراس کے حصص کی پچاس کروڑجلدیں فروخت کی ہیں۔۱۹۳۷ء میں ایک سال میں اس نے ایک کروڑساڑھے تیرہ

لاکھ جلدیں فروخت کی ہیں۔ اپنی زندگی کے پہلے پانچ سالوں میں یہ سوسائٹی لندن سے ہر گھنٹہ میں نو جلدیں دیگر ممالک کو روانہ کیا کرتی تھی۔ پچاس سال کے بعد ۱۵۶جلدیں فی گھنٹہ روانہ کرنے لگی۔سو سال کے بعد ۶۵۰ جلدیں فی گھنٹہ روانہ کرنے لگی ۱۹۳۷ء میں اس سوسائٹی نے ایک ہزار تین سو جلدیں فی گھنٹہ فروخت کیں یعنی ہر منٹ میں تقریباً ۲۲ جلدیں لندن سے دیگر ممالک کو روانہ کی گئیں۔یہ اعداد وشمار صرف ایک سوسائٹی یعنی برٹش سوسائٹی کی صرف ایک شاخ یعنی لندن کی شاخ کے ہیں۔ ان اعداد میں اس سوسائٹی کی ان شاخوں کے اعداد شامل نہیں جو روئے زمین کے تمام براعظموں کے تمام ممالک کے ہر صوبہ اوربڑے شہر میں موجود ہیں۔ ناظرین قوت متخیلہ سے مدد لے کر اندازہ کرسکتے ہیں کہ اگر صرف سوسائٹی کی تمام شاخوں کے اعداد وشمار کو لیا جائے تو فی گھنٹہ لاکھوں کی تعداد میں کتاب مقدس بیچی جاتی ہے۔

ہم نے یہاں صرف برٹش اینڈفارن بائبل سوسائیٹوں نے بھی اس کارخیر کا ذمہ اٹھایا ہوا ہے مثلاً سکاٹ لینڈ کی نیشنل بائبل سوسائٹی اورامریکن بائبل سوسائٹی وغیرہ۔ اگر ان سوسا ئیٹوں کی صرف تین شاخوں نے صرف ۱۹۳۷ء میں کتاب مقدس کی ۲ کروڑ۳۳ لاکھ جلدیں اورحصص فروخت کئے ہیں یعنی ۲۶۵۶جلدیں فی گھنٹہ اور تقریباً ۴۵ جلدیں فی سیکنڈ فروخت کی ہیں۔ اور اگر ان تین سوسائیٹوں کی تمام شاخوں کو جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں مد نظر رکھا جائے تو آپ دیکھینگے کہ کتاب مقدس کی ہزاروں جلدیں فی سیکنڈ دنیا کے تمام ممالک میں فروخت ہوتی ہیں۔کیا کسی دوسرے مذہب کی کتاب کو ایسی حیرت انگیزکامیابی حاصل ہے؟

(۳)

ہم نے سطوربالا میں ذکر کیا ہے کہ ۱۹۳۷ء کے آخر تک کتاب مقدس اوراس کے حصص کا ترجمہ دنیا کی ایک ہزار سے زائد زبانوں میں ہوچکا ہے ۔ ہر سال یہ کوشش کی جارہی ہے کہ دنیا کی تمام معلوم زبانوں میں کتاب مقدس کا ترجمہ ہوجائے تاکہ انجیل شریف کے نجات بخش پیغام سے روئے زمین کے کسی ملک یا قوم کا کوئی فرد محروم نہ رہ جائے ۔ دنیا کی بہتیری زبانیں ایسی ہیں جو جن میں حروف

تہجی معرض وجود میں نہیں تھے پس مبغلین کو حروف تہجی کو اختراع کرنا پڑا تاکہ وہ بائبل شریف کا اس زبان میں ترجمہ کرسکیں۔ مسیحی مبغلین نے نابیناؤں تک کو کتاب مقدس کے مطالعہ سے محروم نہیں رکھا اور ہر سال ان کے لئے کتاب مقدس کے ترجمے تیار کئے جاتے ہیں چنانچہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی نے ۱۹۳۷ء کے آخر تک ۴۱ مختلف زبانوں میں کتاب مقدس کو نابیناؤں اوراندھوں کے لئے تیارکیا ہے۔ ہم نے ذکرکیا ہے کہ بائبل سوسائٹیاں اسی کوشش میں ہیں کہ دنیا کی تمام زبانوں میں کتاب مقدس کا ترجمہ ہوجائے تاکہ روئے زمین کے ممالک واقوام پر اتمام حجت ہوجائے اور قیامت کے روزمبغلین سرخروہوں۔ اعداد وشمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سال برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی گیارہ سے لے کر چودہ نئی زبانوں میں کتاب مقدس اوراس کے حصص کے ترجمہ کردیتی ہے جس کامطلب یہ ہے کہ کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرتا جب اس دنیا میں کتاب مقدس یا اس کے حصص کا دنیا کی کسی نہ کسی نئی زبان میں ترجمہ نہیں ہوجاتا ہے۔ کیا یہ بائبل شریف کی اعجازی طاقت پر دلالت نہیں کرتا؟

(۴)

بائبل شریف کے ترجموں کے متعلق ایک اور بات قابل غور ہے۔ بائبل مقدس کی اصلی زبان اس قسم کی ہے کہ دنیا کی جس زبان میں بھی اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے اس میں ترجمہ کا لطف اصلی زبان کا سا نظر آتا ہے۔ اس میں کوئی بات بھدی نظر نہیں آتی بلکہ ترجمہ کی عبارت نہایت سلیس اوررواں ہوتی ہے۔ مثلاً آپ کتاب مقدس کے انگریزی ترجمہ کو کولیں۔ تمام انگریزی علم ادب کو چھان مارو زبان کے لحاظ سے آپ کو کوئی کتاب ایسی اعلیٰ پایہ کی نہیں ملے گی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کتاب مقدس کے مصنفین نے اس کو انگریزی زبان میں لکھا تھا۔ انجیل شریف کے اردو ترجمہ کو لو ایسی صاف سلیس اوررواں ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انجیل کے مصنفین نے اس کو اردو زبان میں لکھا تھا۔ یہی حال فارسی اوردیگر تراجم کا ہے۔ کتاب مقدس کی زبان عبارت الفاظ اور محاورات ہی ایسے ہیں کہ دنیا کی ہر زبان میں

باآسانی ترجمہ کرسکتے ہیں اورایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہی زبان کتاب مقدس کی اصلی زبان ہے۔ دیگر مذاہب عالم کی مقدس کتابوں کا یہ حال نہیں۔ ان کی زبان اورعبارت ایسی ہے کہ وہ دوسری زبانوں میں بآسانی ترجمہ نہیں کی جاسکتیں اور اگر بصد مشکل ان کا ترجمہ ہوتا بھی ہے توناظر کو فوراً پتہ چل جاتا ہے کہ وہ ایک ایسی کتاب پڑھ رہا ہے جو اس کے ملک اورقوم کی نہیں۔ ترجمہ بھدا اورعبارت مغلق اوراس قسم کی ہوتی ہے کہ اصلی زبان کا مدعا دوسری زبان میں ادا ہی نہیں کیا جاسکتا ۔ مثال کے طور پر آپ قرآن کو لیں۔ اس کے انگریزی تراجم جو مسیحی علما نے کئے ایک سے ایک بڑھ کر موجود ہیں۔ پامر کا ترجمہ بے مثل ہے۔ مسلمان علما نے بھی اس کے ترجمے انگریزی میں کئے ہیں لیکن کوئی ترجمہ بھی ایسا نہیں جس میں کتاب مقدس کے انگریزی ترجمہ کی سی خوبیاں موجود ہوں۔ قرآن کے تمام انگریزی تراجم کی عبارت بھدی اورکرخت ہے اورناظر فوراً پڑھتے ہی بھانپ جاتا ہے کہ یہ ایک ترجمہ ہے جو غیر مانوس ہونے کی وجہ سے اس کو اپیل نہیں کرتا اوراس کے جذبات کو متاثر نہیں کرسکتا ۔ کوئی

صحیح العقل شخص یہ کہنے کی جرات نہیں کرے گا کہ اگرکسی نے انگریزی علم ادب کا بہترین نمونہ دیکھنا ہو تو وہ انگریزی قرآن پڑھے ۔ مسلمان علما نے یہ مقدوربھر کوشش کی ہے کہ قرآن کا اردو میں اس قسم کا ترجمہ کریں جس طرح انجیل شریف کا اردو میں موجود ہے۔ بیسیوں علما نے اس میدان میں زورآزمائی کی اوران مترجمین میں سے بعض ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی مانند نہ صرف اہل زبان بلکہ اوراردو علم ادب کے فاضل استاد بھی تھے لیکن سب ناکام رہے۔اردو کے ناظرین ان تراجم کو دیکھ کران کے عیوب ونقائص سے فوراً واقف ہوجاتے ہیں۔ مثال کے طورپر سورہ البقرہ کی پہلی آیت کا ترجمہ لیں "الم ،ا س کتاب میں کچھ شک نہیں ۔ ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے (ترجمہ نواب محمد حسین قلی خان)۔"الم ، یہ کتاب نہیں شک بیچ اس کے راہ دکھاتی ہے واسطے پرہیز گاروں کے " (ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی) "الم۔اس کتاب میں کچھ شک نہیں راہ بتاتی ہے ڈروالوں کو" (ترجمہ شاہ عبدالقادردہلوی) "الم یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں راہ بتانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو"

(ترجمہ اشرف علی تھانوی) ۔الم ،یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں متقیوں کے واسطے ہدایات ہے" (ترجمہ ڈاکٹر عبدالحکیم)۔الم ، یہ وہ کتاب ہے جس (کے کلام الٰہی ہونے) میں کچھ شک نہیں پرہیزگاروں کی رہنما ہے ۔ (ترجمہ ڈاکٹر نذیر احمد) الف ۔ لام ۔میم یہ کتاب الٰہی ہے ۔ اس میں کوئی شبہ نہیں متقی انسانوں پر فلاح وسعادت کی) راہ کھولنے والی " (ترجمہ مولانا ابو الکلام آزاد) مذکورہ بالا تمام تراجم بے لطف اورزبان کے لحاظ سے ایک بھی ایسا نہیں جو مطلب خیز ہو۔ کسی میں لفظوں کا زیادہ لحاظ کسی میں معنوں پر زیادہ زور کسی میں محاورات کی بھر مار اصلی غیر مانوس عبارتِ قرآنی (الف ۔ لام۔ میم) ہر ایک میں موجود ہے جس کا مطلب کوئی شخص نہیں جانتا ۔ ترجمہ کے عیوب ونقائص مترجمین کی نالیاقتی کی وجہ سے نہیں بلکہ قرآن کی اصل عبارت ہی ایسی ہے کہ اس کو دنیا کے ممالک کی اقوام اپنی مادری زبان میں پڑھ نہیں سکتیں کیونکہ اس کا دنیا کی زبانوں میں ترجمہ ہو نہیں سکتا اوراگر ہوتا ہے تو ان اقوام کے لوگوں کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسری قوم کی دینی

کتاب کو پڑھ رہے ہیں جو ان کی اپنی قوم کی نہیں ہوسکتی یہی حال دیگر مذاہب کی کتب کا ہے۔ان کے الفاظ محاورات ۔عبارت وغیرہ کی یہ حالت ہے کہ وہ ایک خاص ملک اور قوم کے ساتھ ہی مختص ہے۔ قرآن میں اگر فصاحت وبلاغت ہے تو صرف اہل عرب اس کی قدر کرسکتے ہیں۔ غیر مذہب کے لئے وہ زبان ایسی ہے کہ جب اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے تو وہ ان کے جذبات کو متاثر ہی نہیں کرسکتی ۔ اسی طرح سنسکرت کی کتاب میں اگر کوئی خوبی ہے تو صرف ہندو سنسکرت دان ہی اس کو جان سکتے ہیں۔ جب غیر ہنود اور غیر سنسکرت دان اس کے ایک دو فقروں کو پڑھ لیتے ہیں تو ان کی طبعیت اکتا جاتی ہے۔ یہی حال ژندو استا کا ہے۔ اس کے انگریزی ترجمہ کو پڑھ کر غیر پارسیوں کی طبعیت اچاٹ ہوجاتی ہے ۔وجہ یہ ہے کہ قرآن وید ژندواستا وغیرہ دینی کتب صرف ایک ملک یا قوم کے ساتھ ایسی وابستہ ہیں کہ وہ دیگر ممالک واقوام وازمنہ کے لئے بغیر موزون ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کتابوں کے ماننے والوں کے حلقہ کے باہر (اوراندر بھی) ان کتب کے مضامین سے کوئی واقف نہیں ہوتا اوران کا

ترجمہ غیر زبانوں میں نہیں کیا جاتا ۔ صرف بائبل شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جو دنیا کی تقریباً تمام معلوم زبانوں میں ترجمہ ہوچکی ہے اورجس ملک اورقوم کی زبان میں بھی اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے اس ملک اورقوم کے افراد کے جذبات کو وہ متاثرکردیتی ہے ۔ یہ حقیقت ثابت کرتی ہے کہ روئے زمین پر بائبل شریف کے سوا اورکوئی کتاب عالمگیر نہیں ہے ۔ کیونکہ صرف یہی کتاب دنیا کی تمام اقوام کی زبانوں میں بولتی ہے اوردنیا کے تمام ملکوں میں چلتی پھرتی جیتی جاگتی نظر آتی ہے ۔

نتیجہ

ہم نے اس فصل میں بیان کیا ہے کہ کلمتہ اللہ (مسیح) نے جو تصورِ خدابنی نوع انسان کے سامنے پیش کیا ہے وہ ایسا ہے کہ ہر زمانہ ملک اورقوم کا ہر فرد بشریہ تسلیم کرتا ہے کہ اس سے بہتر اوراعلیٰ تصورناممکن ہے ۔ مسیحیت کا اصل الاصول یہ ہے کہ خدا محبت ہے اوربنی نوع انسان سے ابدی محبت رکھتا ہے ۔ انسانی قوتِ متخیلہ اس سے بہتر تصورپیش نہیں کرسکتی ۔ الہٰی محبت کا نتیجہ انسانی اخوت اور مساوات اور محبت ہے ۔ اوریہی مسیحیت کا اخلاقی نصب العین ہے جس سے بہتر مطمح نظر کا ہونا محالات میں سے ہے ۔ یہ نصب العین کامل ہے جو روئے زمین کی اقوام کی دینی اور دنیاوی ضروریات کو پورا کرتا ہے (انجیل شریف خطِ کلیسوں ۲باب ۳آیت) اوراپنے اند رتمام ممالک اورازمنہ کے پیچدہ مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اورانسانی زندگی کے ہر شعبہ کو شاہراہ ترقی پر گامزن ہونے میں ممدو معاون ہے ۔ مسیحیت کا نصب العین کسی خاص جگہ ملک وقت یا قوم کا نصب العین نہیں۔ ابتدا ہی سے مسیحیت کا یہ مقصد رہا ہے کہ تمام زمانوں۔تمام ملکوں اور تمام انسانوں غرضیکہ کل کائنات کو اپنے وسیع اورلا محدود دائرہ کے اندر لائے۔اس کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کا بانی رحمت اللعالمین ہے جو کل انسانوں کو نجات دینے اورکامل کرنے کے لئے آیا ہے۔ مسیحیت تمام بنی نوع انسان کو ایک کلیسیائے جامع میں اکھٹا کرتی ہے ۔ اس کے اصول دینی اوردنیاوی امورپر حاوی ہیں۔ وہ مادی عالم میں ویسے ہی حکمران ہیں جیسے وہ اخلاقیات پر حکمران ہیں۔ یہ ایک تواریخی حقیقت ہے کہ

مسیحیت بنی نوع انسان کو ہر زمانے میں سبق دیتی آئی ہے کہ کائنات کی بنیاد روحانی اصول پر قائم ہے اورکہ اس مادی دنیا میں ہم حقیقی خوشی خاصل نہیں کرسکتے تاوقتیکہ ہم اپنے گردو پیش کے حالات اور دیگر تمام تعلقات میں ان روحانی اصولوں پر کاربند نہ ہوں۔ چونکہ مادی دنیا کی بنیاد روحانیت پر قائم ہے پس ہم کو تمام اموراخوت محبت اور مساوات کے اصولوں کے مطابق سر انجام دینے چاہئیں ۔ ہماری تمدنی معاشرتی زندگی ہماری اقتصادی اور سیاسی زندگی غرضیکہ ہمارے تمام تعلقات کی بنیاد روحانیت پر ہونی چاہیے۔ جب سے مسیحیت اس دنیا میں آئی دنیا کی ترقی کا راز اس ایک حقیقت میں مضمر رہا ہے ۔ تاریخ عالم اس بات کی گواہ ہے کہ مسیحیت نے تمدنی معاشرتی ۔ اقتصادی۔ سیاسی اوراخلاقی دنیا میں ایک عظیم انقلاب پیدا کردیا ہے اورکوئی مورخ ایسا نہیں جو اس واضح حقیقت میں اورمسیحیت کی تعلیم اور اشاعت میں علت ومعلول کا رشتہ قائم نہ کرے مسیحیت اپنے اندرکل کائنات کو نئی مخلوق بنادینے کی صلاحیت رکھت ہے ۔ جہاں مسیحیت جاتی ہے وہاں "ایک نیا آسمان اورنئی زمین" پیدا ہوجاتی ہے اور"پہلا آسمان اور پہلی زمین" جاتی رہتی ہے۔ کیونکہ ابن اللہ (مسیح) جو تخت پر بیٹھے ہیں کہتے ہیں کہ دیکھ میں ساری چیزوں کو نیا بنادیتا ہوں" (انجیل شریف کتاب۔ مکاشفہ ۲۱باب ۱۔۵آیت) ۔ جناب مسیح کل بنی نوع انسان کے واحد منجی ہیں جس کے علاوہ "کوئی اورنام نہیں دیا گیا جس کے وسیلے سے نجات ہوسکے"۔یہی ایمان ہمیشہ مسیحیت اورکلیسیاکی پشت وپناہ رہا ہے او راسی ایمان کی قوت نے دنیا کے تمام مذاہب پر فتح پائی ہے۔تاریخ کے صفحات اس حقیقت کے روشن گواہ ہیں کہ دنیا میں کوئی مذہب یا فلسفہ ایسا نہیں ہوا جس کے پیروؤں کی دینی ذہنی اورروحانی ضروریات کو کلمتہ اللہ (مسیح) نے کامل طورپر پورا نہ کیا ہو۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ یہ مذاہب اورفلسفہ ان ضروریات کو کبھی اس احسن طورپر پورا نہ کرسکے جس طرح منجی کونین نے پورا کردیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مسیحیت کے سامنے قائم نہ رہ سکے اورکلمتہ اللہ (مسیح) بالآخر غالب ہوئے ۔ ابن اللہ بنی نوع انسان کی ضروریات کا "اول اورآخر

"ہے اور وہ "ابدالآباد زندہ" ہے (انجیل شریف کتابِ مکاشفہ ۱باب آیت ۱۸) وہی دنیائے مذہب پر اکیلا واحد حکمران ہے۔

فصل دوم

مسیحیت جامع مذہب ہے

اس رسالہ کے باب اول میں عالمگیر مذہب کی خصوصیات پر بحث کرتے وقت ہم نے ذکر کیا تھا کہ عالمگیر مذہب کے لئے لازم ہے کہ اس میں خدا کا تصور اعلیٰ وارفع اور اس کی اخلاقیات کا نصب العین بلند پایہ کا اور اس کے اصول عالمگیر ہوں جو زمان ومکان کی قیود سے آزاد اور اس قابل ہوں کہ ان اطلاق تمام ممالك واقوام اوزمنہ پر ہوسکے۔ گزشتہ فصل میں ہم نے یہ ثابت کردیا تھا کہ صرف مسیحیت ہی ایك واحد مذہب ہے جو اس شرط کو پورا کرسکتا ہے ۔

مسیحیت اور دیگر مذاہب

مسیحیت کے عالگیر ہونے کا ثبوت یہ بھی ہے کہ یہ مذہب ادیان عالم کے اصول کو اپنے اندر جمع کرلیتا ہے۔ ہم نے بابِ اول میں یہ ذکرکیا تھا کہ دنیا کے تمام مذاہب میں کم وبیش صداقت کے عناصر موجود ہیں جوان کی کامیابی کاسبب رہے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ عناصر ان مذاہب میں باطل عناصر کے ساتھ خلط ملط تھے وہ اس قابل نہ رہے کہ اقوام عالم کے ہادی ہوسکیں ۔ وہ ایك خاص ملك یا قوم یا طبقہ یاپشت کی صرف خاص حالات کے اندر ہی رہنمائی کرسکے لیکن ان حالات کے باہر ان مذاہب کے اصول کا اطلاق نہ ہوسکا۔ چونکہ اصول خاص حالات کے رونما ہونے کی وجہ سے وضع کئے گئے تھے لہذا جس صورت حالات بدل گئی وہ اصول غیر مکمل ہونے کی وجہ سے ناکافی ثابت ہوئے ان مذاہب میں جو صداقت کے عناصر تھے وہ ٹمٹاتے چراغوں کی مانند رات کی تاریکی میں کچھ مدت کے لئے چند قدم تك راہ دکھانے کا کام دیتے رہے اوربس ۔جونہی آندھی چلی یا تیل بتی ختم ہوگئی چراغ بجھ گیا اور شب کی تاریکی نے دنیا کو مثل سابق گھیرلیا۔یوں یہ مذاہب اپنی عمر طبعی کو ختم کرکے دنیا کو اپنی حالت پر چھوڑ کر رخصت ہوگئے ۔ مسیحیت کا یہ عقیدہ ہے کہ کل ادیان عالم میں جو صداقت کے عناصر ہیں

وہ اس "حقیقی نور" یعنی جناب مسیح کے نور کی شعاعیں ہیں "جوہر ایک آدمی روشن کرتا ہے "(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱باب آیت ۹)دنیا کی کل اقوام میں سے کسی کو "خدا نے بغیر گواہ کے نہیں چھوڑا تاکہ وہ خدا کو ڈھونڈیں اور اس کو ٹٹول کر پائیں(انجیل شریف اعمال الرسل ۱۴باب آیت ۱۷، اور ۱۷باب آیت ۲۷)۔ دنیا کے تمام مذاہب میں یہ فطرتی روشنی موجود ہے (انجیل شریف خط اہل رومیوں ۱باب ۱۹آیت ،۲باب ۱۴آیت ،صحیفہ حضرت یرمیاہ ۳۱باب آیت ۳۳وغیرہ)۔کیونکہ "خدا کسی کا طرفدار نہیں بلکہ ہر قوم میں جو اس ڈرتا اور نیک عمل کرتا ہے وہ اس کو پسند آتا ہے "(انجیل شریف اعمال الرسل ۱۰باب ۳۴آیت ،خط اہل رومیوں ۳باب ۲۹آیت وغیرہ) یہ مذاہب اقوام عالم کو "مسیح " تک پہنچانے میں ان کے رہبر کا فرض ادا کرتے ہیں (انجیل شریف خط اہل گلتیوں ۳باب ۲۴آیت ،حضرت متی ۵باب ۱۷آیت ،خط اہل رومیوں ۱۰باب ۴آیت ،خط عبرانیوں ۹باب ۹آیت)۔

ہر قوم راست راہ ہے دینے وقبلہ گا ہے

حق تو یہ ہے کہ کل اقوام کے مذاہب "آنے والی " مسیحیت کا پیش خیمہ اور "سایہ " ہیں، مگر اصل چیز مسیح میں ہے "(انجیل شریف خط کلیسوں ۲باب ۱۷آیت)وہ "آسمانی مذہب کی نقل اور عکس کی خدمت کا کام سر انجام دیتے ہیں "(انجیل شریف خط عبرانیوں ۸باب ۵آیت)۔جو ان سے "بزرگتر او رکامل تر " ہے۔ (انجیل شریف خط عبرانیوں ۹باب ۱۱آیت)۔مسیحیت ان تمام غیر مکمل صداقتوں کو اپنے اندرجمع رکھتی ہے کیونکہ وہ ان سے زیادہ "کامل " ہے ۔ مختلف ممالک اورمختلف اقوام کے مذاہب میں صداقت کے مختلف پہلو موجود ہیں لیکن مسیحیت ہی اکیلا واحد مذہب ہے جو تمام دنیا کے ممالک واقوام کے مذاہب کی صداقتوں کو ایک جگہ جمع کرتا ہے کیونکہ مسیح شریعت وانبیاء کا کامل کرنے والا ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۵باب ۱۷آیت ،حضرت یوحنا ۱۰باب ۳۴تا ۳۶)۔ ہم کو انجیل میں ارشاد ہے کہ ان غیر مکمل مذاہب میں " جتنی باتیں سچ ہیں اور جتنی باتیں شرافت کی ہیں۔ اورجتنی باتیں واجب ہیں اورجتنی باتیں پاک ہیں اورجتنی باتیں پسندیدہ ہیں اورجتنی باتیں دلکش ہیں غرض جو نیکی اورتعریف کی باتیں ہیں " ہم ان کو نظر انداز نہ کریں ۔(انجیل شریف خط فلپیوں ۴باب ۸آیت)کیونکہ جو نورمسیحیت میں اپنی ساری شان وشوکت کے ساتھ چمکتا ہے وہی اقوام ومذاہب عالم کی حق اور سچائی کی طرف رہنمائی بھی کرتا ہے۔ (انجیل شریف بہ مطابق

حضرت یوحنا ۱۶ باب ۱۳ آیت وغیرہ) تمام رسولوں اوربالخصوص مقدس پطرس او رمقدس پولوس کی تحریرات اورتقریرات (انجیل شریف اعمال الرسل ۲باب ۷باب اور۸باب ۳۰ آیت ۱۰باب ۳۴آیت ۱۱باب ۱۵باب اور ۱۷ باب وغیرہ) سے ظاہر ہے کہ جناب مسیح کے رسولوں نے اپنے سامعین کے مذاہب میں " دلکش اور پسندیدہ" باتیں پائیں جن کے ذریعہ وہ لوگوں کو جناب مسیح کے قدموں میں لے آئے کیونکہ خود کلمتہ اللہ نے اس قسم کے استدلال سے کام لیا تھا۔(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۰باب ۳۴تا ۳۶آیت) خطِ عبرانیوں کا مصنف یہ ثابت کردیتا ہے کہ یہودیت ایک ابتدائی منزل تھی جس کی انتہائی کڑی مسیحیت ہے۔ اسی طرح حضرت یوحنا نے یونانی فلسفہ میں لوگوس (کلام) کی تعلیم میں صداقت کے عناصر دیکھے ۔ اس نے اپنی انجیل میں ثابت کیاکہ یہ صداقت اعلیٰ ترین اورافضل ترین حالت میں صرف مسیح کلمتہ اللہ میں پائی جاتی ہے ۔اس نے لوگوس کی اصطلاح کو بپتسمہ دے کر تمام ناقص تصورات سے جدا اورپاک کر کے مسیحی علم کلام کا حصہ بنادیا۔پولوس رسول نے ثابت کیاکہ مسیحیت یہودیت کی تکمیل ہے حضرت یوحنا نے ثابت کردیا کہ یونانی فلسفہ اور مذہب کی تکمیل مسیح میں ہے۔ (انجیل شریف خط اہل افسیوں ۱باب ۱۰آیت ،خط اہل کلیسیوں ۱باب ۱۷آیت)۔ آبائے کلیسیا اس صداقت پر زوردیتے ہیں کہ مسیح راہ حق اورزندگی ہے پس جہاں حق کا عنصر ہے وہاں خدا کا ہاتھ موجود ہے جو اس قوم کی مسیح کی طرف ہدائت کررہا ہے۔ چنانچہ جسٹن شہید اورسکندریہ کے کلیمنٹ نے یونان کے مذہب و فلسفہ میں ایسی باتیں پائیں جو ان کو مسیحیت کے قدموں میں لے آئیں چنانچہ موخر الذکر کہتا ہے " جس طرح شریعت یہود کو مسیح تک لانے میں ان کی استاد بنی اسی طرح فلسفہ یونانیوں کا استاد بنا Stromateis ٹرٹولین(۲۰۰ء)غیر یہودی مذاہب کی نسبت کہتا ہے کہ ان میں ایسی صداقتیں موجود ہیں جو اپنے کمال میں صرف مسیحیت میں پائی جاتی ہیں۔ کلیسیائے انگلستان کے اساقف نے ۱۹۰۸ء کی لیمبتھ کانفرنس Lambethمیں یہ ہدایت کی تھی "مسیحیوں پر واجب ہے کہ بغیرکسی تامل کے غیر مسیحی مذاہب کی صداقتوں کو قبول کرلیں اوراس بات کو تسلیم کرلیں کہ رب العالمین کے منشاء صداقت کے عناصر دنیا کی تمام اقوام کے مذاہب میں موجود ہیں۔ لازم

ہے کہ مسیحی ان صداقتوں کے ذریعہ غیر مذاہب والوں کو مسیح کے قدموں میں لے آئیں کیونکہ وہی راہ حق اور زندگی ہے ۔"

مسیحیت جامع مذہب ہے

جب ہم مسیحیت اور دیگر مذاہب کا مقابلہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جو اعلیٰ اصول اور اچھی تعلیم ان مذاہب میں موجود ہے وہ بدرجہ احسن مسیحیت میں پائی جاتی ہے ۔ اقوام عالم کی کوئی بھی روحانی ضرورت ایسی نہیں جس کو مسیحیت پورا نہیں کرتی ۔ہم ثابت کر آئے ہیں کہ انسانی فطرت کی تمام ضروریات مسیحیت میں احسن طور پر پوری ہوتی ہیں لیکن یہ ضروریات دیگر مذاہب میں ادھورے طور پر ہی پوری ہوتی ہیں۔ جب مسیحیت کے اصول اور دیگر مذاہب کے اصول کو پیش نظر رکھ کر دونوں کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو اس موازنے سے مسیحی اصول کی روشنی زیادہ چمکتی ہے۔ یہ درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا آفتاب کو چراغ دکھانا۔ دنیا کے مختلف کونوں کی تاریکی میں دیگر مذاہب کے اصول ٹمٹاتے چراغ کی طرح کام میں آئے ۔ لیکن آفتاب نصف النہار کے سامنے یہ چراغ بیکار ہوجاتے ہیں ۔پھر سورج اور چاند کی روشنی کی حاجت نہیں کیونکہ خدا کے جلال نے اس کو روشن کر رکھا ہے ۔ (انجیل شریف کتاب مکاشفہ ۲۱باب ۲۳ آیت)۔

وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود   صبح کو رازمہ واختر کھلا

(غالب)

ہر صداقت پسند شخص خوشی سے قبول کرنے کو تیار ہوگا کہ ایک زمانہ تھا جب ان مذاہب کی روشنی میں متلاشیان حق کو خدا کی طرف لانے میں رہنما کا کام دیتی رہی لیکن یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ صداقت کے عناصر ان مذاہب میں موجود ہیں وہ نہایت پاکیزہ شکل میں مسیحیت میں موجود ہیں۔ دنیا کے کسی مذہب میں بھی صداقت کا کوئی ایسا عنصر نہیں جو بدرجہ احسن مسیحیت میں موجود نہ ہو۔ جناب مسیح آفتاب صداقت ہے جس کی شعاعوں نے ان عناصر کو ایسا منور کر رکھا ہے کہ انسان کی

نگاہ خیرہ ہوجاتی ہے ۔ چنانچہ لکھا ہے کہ " قومیں اس کی روشنی میں چلیں پھرینگی " (انجیل شریف کتاب مکاشفہ ۲۱باب ۲۴ آیت ۔ یہ تمام مذاہب چھوٹی چھوٹی پہاڑی دھاریوں کی طرح ہیں اور مسیحیت سمندر کی طرح ہے جس طرح مسیحیت ایک جامع مذہب ہے اوراس میں تمام دیگر مذاہب کی صداقتیں پائی جاتی ہیں اسی طرح جناب مسیح کی شخصیت ایک جامع شخصیت ہے جس میں کل بانیان مذاہب کی اعلیٰ ترین صفات بدرجہ احسن پائی جاتی ہیں۔ تمام دنیا کے اولیا ،انبیا ء اور مصلحین اصول تعلیم اورزندگی مسیحیت اور مسیح میں موجود ہیں۔ مسیحیت ایک ایسا جامع مذہب ہے جس میں ہم کل ادیان عالم کی تمام صداقتیں مسیحیت میں جمع ہیں اوروہ روحانیت کا بحر ناپید اکنارہے ۔اور" مسیح میں حکمت اورمعرفت کے سارے خزانے چھپے ہیں "۔(انجیل شریف خط اہل کلیسیوں ۲باب ۳ آیت)۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کے مختلف مذاہب صرف ایک یا زیادہ صداقتوں پر زور دیتے ہیں پر وہ صداقت کے دیگر پہلوؤں کو نظر اندازکردیتے ہیں لیکن مسیحیت کا یہ جلال ہے کہ وہ تمام صداقتوں کو اپنے اندرجمع کرتی ہے اور سچائی کے کسی پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرتی ۔مثلاً ہندو دھرم اس صداقت پر زور دیتا ہے کہ خدا ہمارے اندر ہے لیکن اس صداقت کو فراموش کردیتا ہے کہ خدا کی ذات پاک اور قدوس ہے۔ اسلام خدا کو خدائے واحد برتر وتعالیٰ مانتا ہے لیکن وہ اس بات کو نظر اندازکردیتا ہے کہ خدا کی ذات محبت ہے۔ وہ اس کو سلطان السلاطین مانتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ وہ ہمارا باپ ہے۔

مسیحیت میں وہ تمام صداقتیں پائی جاتی ہیں جن کو دیگر مذاہب نظر اندازکردیتے ہیں یا جن سے وہ کلیتہً ناواقف ہے۔ کلمتہ اللہ کی تعلیم میں صداقت کے وہ تمام عنصر پائے جاتے ہیں جن کو مختلف مذاہب تسلیم کرتے ہیں اور ان کے علاوہ دیگر عناصر بھی پائے جاتے ہیں جو ان مذاہب میں موجود نہیں لیکن وہ حقیقی روحانی حقائق ہیں۔ مثلاً ہندو دھرم کی یہ تعلیم کہ خدا اپنی کائنات کےاندر موجود ہے۔ یہودیت اوراسلام اس حقیقت پر زوردیتے ہیں کہ خدا کائنات سے بلند وبالا برتر وارفع ہے ۔ بدھ مت تعلیم دیتا ہے کہ یہ دنیا فانی ہے او رہماری چند روزہ زندگی ایک نہایت اہم شئے

ہے۔ چین کا مذہب دنیاوی تعلقات اورمعاشرت کے اصول کو واضح کرتا ہے ۔ اب جو شخص کلمتہ اللہ کی تعلیم سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ یہ تمام اصول نہایت اعلیٰ ارفع اورپاکیزہ ترین شکل میں مسیحیت میں موجود ہیں اوران کے علاوہ دیگر روحانی حقائق بھی موجود ہیں جن کو یہ مذاہب نظر اندازکردیتے ہیں۔

(۲)

ہمیں اس امر کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ دیگر ادیا ن عالم میں جہاں صداقتیں پائی جاتی ہیں وہاں ان میں ایسی باتیں بھی پائی جاتی ہیں جو روحانیت کے منافی اور مخرب اخلاق ہیں۔ یہ مذاہب اس گھنے جنگل کی مانند ہیں جہاں دن کو بھی تاریکی ہوتی ہے اورآفتاب کی شعاعیں کہیں کہیں داخل ہوجاتی ہیں۔ صرف مسیحیت ہی اکیلا ایسا مذہب ہے جس میں مخرب اخلاق باتیں تو درکنار ناپاکی اور بدی کا سایہ تک نہیں ملتا۔ اس کا بانی ایک ایسی قدوس ہستی ہے جس کی زندگی اورتعلیم نے کروڑہا شیطان صفت انسانوں کو قدوسیوں کے درجہ تک پہنچادیا ہے ۔دیگر مذاہب میں صداقت کاایک عنصر بطالت کے بیشمار عناصر کے ساتھ ملا جلا دکھائی دیتا ہے۔ اگر ہم ان تاریک پہلوؤں کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں تو ہم ایک روشن حقیقت کو جھٹلائینگے ۔ اور نہ صرف خود گمراہ ہونگے بلکہ حق کے متلاشیان کو گمراہ کریں گے ۔ ان مذاہب کی قوت ان کے عنصر صداقت کی وجہ سے ہے لیکن ان کے مخرب اخلاق عناصر ان مذاہب کی کمزوری اورناکامی کا باعث ہوتے ہیں لیکن جس حد تک ان مذاہب میں بطالت کے عناصر موجود ہیں اس حد تک وہ مذاہب باطل ہیں ۔ اگر خدا کے متعلق ان کے تصورات غلط ہیں یا اگر گناہ اورنجات کی نسبت ان کے خیالات باطل ہیں یا اگر ان کے اصول مخرب اخلاق اوران کی رسمیات بد ہیں اگر ان کی تعلیم میں شرک یا بت پرستی تعداد ازدواج یا ذات پات کی قیود ہیں یا ان کی عبادت بگڑی ہوئی ہے اور دیوداسی وغیرہ ان کی عبادت کا جزوہیں جس حد تک ان میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں وہ یقیناً باطل ہیں اورکوئی استدلال باطل کو حق نہیں بنا سکتا ہے ۔ دیانتداری اورحق شناسی ہم کو مجبورکرتی ہے کہ ہم ان باطل عناصر کو فی الحقیقت باطل جانیں اورباطل مانیں ۔

یہ ایک تواریخی حقیقت ہے کہ ان غیر مسیحی مذاہب میں جو کلمتہ اللہ کی بعثت کے وقت دنیا میں مروج تھے ہر قسم کی بدی نے پناہ لے رکھی تھی پس مسیحیت نے تمام دنیاکو ان مذاہب باطلہ کے باطل عناصر کی طرف سے خبردار کردیا۔ ہم نے اپنے رسالہ نورالہدیٰ میں ان مذاہب باطلہ کی مفصل طور پر توضیح تنقیح اور تنقید کی ہے او رناظرین کی توجہ ا س رسالہ کی جانب مبذول کرتے ہیں۔ مقدس پولوس نے مشرکانہ مذاہب کی رسوم بد کو "شیطانی "قراردے دیا تھا (انجیل شریف خط اول اہل کرنتھیوں ۱۰ باب ۱۴ تا ۲۲ آیت)۔آغاز مسیحیت میں آبائے کلیسیا کی تحریرات بھی ان مذاہب باطلہ کی بطالت کو طشت ازبام کرتی ہیں۔ مقدس اگنیشیس (Ignatius) جو ۱۰۷ءمیں شہید ہوا ۔ جسٹن شہید (Justin) ۱۰۵ء کی تحریرات مقدس پولوس کی ہمنوا ہیں۔ ٹیشین (Titian) ۱۷۰ء گو بدعتی تھا تاہم مذاہب باطلہ کی نسبت لکھتا ہے کہ ان مذاہب میں کفر اورفسق وفجورپایا جاتا ہے جس سے دل کو صدمہ پہنچتا ہے۔ یونانی اور رومی معبود بدی کے مجسمے ہیں۔ ان کی دیویاں کسبیاں ہیں جن کی تمام عمر بد چلنی اور بدکاری میں گزری ۔ "اس قسم کے دیوی دیوتاؤں پر ایمان رکھنے کی بجائے جو دغا بازہیں ہم نے ایک خداوند پر ایمان رکھنا سیکھا ہے ہے جومحب صادق ہے "تھیوفلس (Theophilus) ۱۵۰ء کہتا ہے کہ "جن معبودوں کی تم پرستش کرتے ہو وہ مردے ہیں اورجب وہ زندہ تھے تو ان سے بدترین افعال سرزد ہوتے تھے۔ زحل (Saturn) مردم خوار تھا جس نے اپنے بچوں تک کو نگل لیا۔ مشتری (Jupiter) زناکاری اور شہوت پرستی کے لئے چار دانگ عالم میں مشہور تھا۔ تمہارے معبودوں کے قصص عقلمندوں کے نذدیک مضحکہ خیز ہیں۔ ان کے اقوال وافعال ارباب دانش کے نذدیک رد کرنے کے قابل ہیں" مسیحیت نے اپنے روحانی اور جامع اصول کی اندرونی طاقت کی وجہ سے اپنے عالمگیر خیالات اور تصورات کی وجہ سے اپنے ایمان کی قوت کی وجہ سے اپنی کتب مقدسہ کی دلآویزی کی وجہ سے غم اوردکھ اور رنج کے مسئلہ کو حل کرنے کی وجہ سے اپنے اعلیٰ ترین الہی تصورکی وجہ سے اورکل بنی نوع انسان کو نجات کاعلم بخشنے

کی وجہ سے تمام مشرکانہ اورباطل مذاہب پر فتح پائی ۔ان امورکا مفصل ذکرہم اپنے رسالہ نورالہدیٰ میں کرچکے ہیں ۔

بڑی سے بڑی بات جو مسیحیت نے ان مشرکانہ مذاہب اوردیگرادیان عالم اورفلسفہ کے حق میں کہی یہ تھی کہ ان میں بھی صداقت کا عنصر موجودہے اورکہ یہ عنصر آفتاب صداقت یعنی کلمتہ اللہ کی شعاعوں کا نتیجہ ہے ۔ مقدس یوحنا کے الفاظ میں کلمتہ اللہ حقیقی نورہے جو ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے "(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱باب ۹آیت)اس نورکی روشنی ہر مذہب میں کم وبیش چمکتی ہے تاکہ ان کے پرستاراس روشنی کے ذریعہ "حقیقی نور" کے پاس آسکیں۔ان مذاہب کی ٹمٹاتی روشنی لوگوں کو خداوند کے قدموں تک لانے میں رہنما کا فرض اداکرسکتی ہے ۔ ان میں سے ہر ایک مذہب "گواہی کے لئے آیا تاکہ نورکی گواہی دے تاکہ سب اس کے وسیلے سے ایمان لائیں ۔ وہ خودتو نورنہ تھا مگرنورکی گواہی دینے کے لئے آیا تھا "(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱باب ۷آیت) یہ نورمختلف مذاہب کی تاریکی میں چمکتا ہے"۔

جس طرح ان مذاہب باطلہ میں تاریکی اوربطالت کے عناصر موجود ہیں اسی طرح دورِ حاضرہ کے غیر مسیحی مذاہب میں ایسے عناصر ہیں جن کا تعلق تاریکی اوربطالت کے ساتھ ہے ۔ یہ حالت کسی ایک مذہب کی نہیں بلکہ ان تمام غیرمسیحی مذاہب کی ہے جو فی زمانہ مختلف ممالک میں موجود ہیں۔ ان مذاہب میں مختلف اقسام کی برائیوں نے پناہ پائی ہوئی ہے جو روا اور جائیز خیال کی گئی ہے کنفوشیس اورٹاو کے مذاہب میں شرک اوربت پرستی اور مدخولہ عورات کا رکھنا جائیز ہے۔ہندو دھرم میں ہمہ اوستی خیالات ،شرک ،بت پرستی ،ذات پات ،دیوداس تعداد ازدواجی وغیرہ جائیز ہیں۔ چنانچہ مشہور جرمن فلاسفر ڈاکٹر البرٹ سویٹزر(Schweitzer) کہتاہے کہ "ہندو دھرم،میں شرک اور وحدانیت ہمہ اوستی اور ملحدانہ خیالات ،ترس اوررحم کی تعلیم ۔ہرطرح کے اخلاقی افعال سے پرہیز رکھنے کی تعلیم ہے ۔ دیوتا پرستی ،اوہام پرستی غرضیکہ مختلف قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں لیکن اس بات کا لحاظ نہیں کیا جاتا کہ یہ تصورات خیالات ایک دوسرے کے

متضاد ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت ان مختلف اور متضاد اصولوں کو یکجا نہیں کرسکتی ۔ یہ صداقت اور بطالت کے عناصر ملے جلے ایک جگہ دھرے ہیں۔ گویا صداقت کا عنصر بطالت کے عناصر کے جال میں چاروں طرف سے گھرا ہوا ہے۔ اسلام میں تعداد ازدواج طلاق ،جہاد وغیرہ صدیوں سے رائج رہے ہیں۔ ان مذاہب کے اچھے اصول اس بیج کی مانند ہیں " جو جھاڑیوں میں گرا اور جھاڑیوں نے بڑھ کر اس کو دبا لیا۔ اور وہ بے پھل رہ گیا " (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱۳ باب ۲۲ آیت) یہاں تک کہ یہ مذاہب جھاڑیاں ہی رہ گئیں جنہوں نے اپنے پیروؤں کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن نہ ہونے دیا۔ لیکن یہی اچھے اصول اور نیک خیالات مسیحیت میں نشوونما پا کر اس بیج کی مانند ہوجاتے ہیں " جو اچھی زمین میں بویا گیا اور پھل بھی لاتا ہے۔ کوئی (اصول) سو گنا پھل لاتا ہے کوئی ساٹھ گنا (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱۳ باب ۲۳ آیت)۔

(۳)

چونکہ اس رسالہ میں ہم تمام ادیان عالم کا ذکر نہیں کرسکتے اور ہمارا روئے سخن صرف شمالی ہندوستان کے باشندوں کی جانب ہے لہذا ہم یہاں مختصر طور پر صرف ان مذاہب کا ذکر کریں گے جو شمالی ہندوستان میں رائج ہیں۔ یعنی ہندو دھرم اور اسلام ۔ تاکہ ناظرین پر ظاہر ہوجائے کہ ان مذاہب میں بعض صداقتیں موجود ہیں جو ہم کو ان میں صرف دھندلی طور پر نظر آتی ہیں لیکن مسیحیت میں یہی صداقتیں بدرجہ احسن موجود ہیں۔ یہ مذاہب کسی ایک صداقت پر زور دیتے ہیں لیکن مسیحیت کی تعلیم میں ان تمام مذاہب کی صداقتیں ایک جگہ جمع ہیں۔ اور یہ تعلیم ان مذاہب کے ناقص غیر مکمل اور باطل عناصر سے پاک ہے۔

ہندودھرم کے اصول اور مسیحیت

ہندو دھرم نے اپنی سوسائٹی کا انحصار چار ذاتوں پر رکھا ہے یعنی برہمن ،چھتری ،ویش اور شودر۔اچھوت لوگ جو شمار میں لاکھوں ہیں ان ذاتوں میں شامل نہیں ہیں۔ ہندوستان کی تاریخ میں ایک ایسا زمانہ تھا جب تنظیم کی خاطر ذات کا وچار مفید تھا لیکن دور حاضرہ میں ذات پات کی قیود کی زنجیریں ہندو مذہب کے لئے لعنت اور غلامی کا طوق ہوگئی ہیں جس طرح کسی خنزیر کے دماغ میں یہ خیال نہیں آسکتا کہ وہ اپنے آقا کے دیوان میں جاکر استراحت کرے

اسی طرح ہندوسوسائٹی میں کسی اچھوت ذات کے آدمی کے ذہن میں یہ خیال نہیں آسکتا کہ وہ اپنا گھر کسی برہمن کی گلی میں جا بنائے جس طرح کالا کتا سفید نہیں ہوسکتا اسی طرح کوئی شخص برہمن نہیں ہوسکتا منو نے کہا نیچ ذات کے لوگ پیدا ہی اس غرض کے لئے ہوتے ہیں کہ برہمنوں کے غلام ہوکر رہیں اس نے حکم دیا ہے کہ "چنڈال اورسوا پک کے گھر قصبہ کے باہر ہوں۔منو نے کہا کہ نیچ ذات کے لوگ پیدا ہی اس غرض کے لئے ہوئے ہیں برہمنوں کے غلام ہوکر رہیں اس نے حکم دیا ہے کہ "چنڈال اورسواپک قصبہ کے باہر ہوں۔ انکے برتن ٹوٹے پھوٹے ہوں۔ ان کی دولت کتو ں اور گدھوں پر ہی مشتمل ہو۔ ان کے کپڑے صرف وہ ہوں جو مردوں کے بدنوں پر سے اتارے جائیں ان کے زیورات زنگ خوردہ لوہے کے ہوں ان کی مستقل جائے رہائش کہیں نہ ہوں۔ کوئی شخص جس کو اپنے مذہب اورسماج کا ذرا بھی پاس ہے ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہ رکھے۔ ان کو مٹی کے برتن میں خوراک دی جائے اوردینے والے کا ہاتھ برتن کو لگنے نہ پائے ۔ وہ قصبوں اورشہروں میں صرف رات کو باہر نکلا کریں۔ "Out Caste's Hope p.2

ہم فصل اول میں ذکر کرچلے ہیں کہ مسیحیت کا اصل الاصول یہ ہے کہ خدا نوع انسانی کا باپ ہے جوبلا کسی امتیازکے سب سے یکساں محبت کرتا ہے او رکل بنی نوع انسان ایک دوسرے کے بھائی اورجناب مسیح میں ایک ہیں ذات پات کی قیود کا وجود ان اصول کے عین ضدہیں۔ ازروئے منطق دو متضاد قضایا میں سے ایک صحیح اوردرست ہوتو دوسرا غلط ہوتا ہے۔ چونکہ مسیحیت کے اصول ابوت الہٰی اوراخوت انسانی صحیح ہیں لہذا ذات پات کا وجود غلط اور باطل ہے ۔ پس مسیحی کلیسیا ایک انسان اوردوسرے انسان کے درمیان کسی قسم کی تفریق کو جائز قرارنہیں دیتی۔ حق تو یہ ہے کہ ہندوستان میں مسیحی کلیسیا ہی ایک واحد جماعت ہے جس میں ہر ذات کے انسان شامل ہیں۔

نہ افغا نیم ونے ترک وتتاریم   چمن زادیم ازیک شاخساریم
تمیز رنگ وبوبرما حرام است   کہ ماپرورده یک نوبہاریم

ہندوستان میں مسیحی کلیسیا ایک واحد جماعت ہے جس میں برہمن ،شیخ ،سید ،چوہڑے ،چمار ،چھتری

،سکھ ،ویش غرضیکہ ہر قسم کے لوگ داخل ہوتے ہیں لیکن ایک دوسرے کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے ۔ ان لوگوں کی لڑکیاں جو برہمنوں سے مسیحی ہوتے ہیں ایسے لوگوں کے بیٹوں کو بیاہ دی جاتی ہیں جو چوہڑوں میں سے جناب مسیح کے قدموں میں آئے ہیں۔ یہ بات کسی اورمذہب میں نہیں پائی جاتی ۔ اسلام کو اسلامی اخوت پر ناز ہے پر یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کوئی سید اپنی لڑکی کو کسی ایسے شخص کو نکاح میں دیدے جو چوہڑوں میں سے مسلمان ہوا ہو۔ مسیحیت کسی شخص کو اس کی پیدائش کی وجہ سے ناپاک یا اچھوت قرار نہیں دیتی بلکہ مسیحیت میں داخل ہوکر ہر شخص یکساں طورپر "مسیح کا عضو،خدا کا فرزند اورآسمان کی بادشاہت کا وارث "بن جاتا ہے۔

امتیازات نسل راپاک سوخت   آتش اوایں خس وخاشاک سوخت

پس ذات کے تصورمیں صداقت کا یہ عنصر موجود تھا کہ سوسائٹی کی تنظیم ہو۔ مسیحیت میں یہ صداقت بطرز احسن پوری ہوتی ہے کیونکہ سوسائٹی کی تنظیم آزادی،مساوات ،انصاف اور اخوت کی بناپر کرتی ہے (انجیل شریف خط اہل افسیوں ۴باب ۱تا ۱۶آیات وغیرہ) اہل ہنود کے خیال میں ذات کا یہ فائدہ ہے کہ اس کے ذریعہ پاکیزگی شستہ اطوار اور کلچر قائم رہتے ہیں اور یہ خصوصیات نیچ ذات کے لوگوں میں نہیں پائی جاتیں۔لیکن مسیحیت نے ہم کو یہ تعلیم دی کہ پاکیزگی اورکلچر اورشستہ اطوارکل نوع انسانی کے لئے ہیں اور کسی ایک قوم یا ذات سے مخصوص نہیں صرف برہمن نہیں بلکہ سب کو اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ پاکیزہ اطوار کے لوگ ہوں اوران کی روحیں خدا کے حضور پاک ہوں ہندو مذہب اس صداقت کو صرف ایک خاص طبقہ تک محدود رکھتا ہے ۔مسیحیت اس کو عام کردیتی ہے ۔ یوں ہندو مذہب کی یہ صداقت مسیحیت میں بطرزاحسن پوری ہوتی ہے۔

ہندو دھرم میں برہمن ایک ایسا شخص تصور کیا جاتاہے جو دعا اور قربانی کے ذریعہ خدا کے حضور حاضر ہوسکتا ہے۔مسیحیت کے مطابق نہ صرف ایک طبقہ کا بلکہ ہر شخص کا پیدائشی حق ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے حضور دعا کے ذریعہ حاضر ہو۔ شودرکا یہ تھا کہ وہ باقی تین ذاتوں کی

خدمت کرے ۔کلمتہ اللہ(یعنی جناب مسیح) نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ یہ ہر مرد اورعورت کا حق ہے کہ وہ دوسروں کی خدمت کرے اوراس قسم کی خدمت کے ذریعہ اپنی انانیت کو ترقی دے (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی ۲۰باب ۲۸آیت)۔ ہندوؤں کا یہ خیال ہے کہ برہمن کشتری اورویش کے لئے ضرو رہے کہ وہ اپنے حقوق کو استعمال کرنے سے پہلے دوسرا جنم لیں۔ لیکن کلمتہ اللہ نے ہم کو تعلیم دی ہے کہ ہر مرد اورعورت کے لئے لازم ہے کہ وہ خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے سے پہلے ازسر نو پیدا ہو (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت یوحنا ۳باب) اورتوبہ اورمعافی کے ذریعہ خدا سے توفیق حاصل کرکے ایسی زندگی بسر کرے جو خدا کی مرضی کے مطابق ہو۔

پس ذات کے تصورمیں جو صداقت کے عناصر ہیں وہ مسیحیت میں بطرازاحسن موجود ہیں اورذات کی قیود کی برائیوں سے مسیحیت سراسر خالی ہے۔ مسیحیت میں ذات کی صداقت کے عناصر قائم رہتے ہیں لیکن بطالت کے عناصر زائل ہوجاتے ہیں۔

(۲)

ہندومت کے ہمہ اوستی خیالات عوام الناس کو گرویدہ نہیں کرسکتے ۔ مجرد فلسفیانہ تصورات میں یہ طاقت نہیں ہوتی کہ وہ جذبات کو مشتعل کرسکیں یا افعال کے محرک ہوسکیں۔ لہذا عوام ہندو وشرک کو اختیارکرکے لا تعداد معبود دیوی دیوتاؤں کو مانتے ہیں۔ ہندوؤں کے دیوتاؤں کا شماران کی اپنی مردم شماری سے بھی زیادہ ہے۔ ان کروڑوں معبودوں میں سے وشنو کی شو اوراس کی بیوی کالی کی ،کرشن کی اوررام اوراس کی بیوی سیتا کی خاص طورپر پوجا کی جاتی ہے ۔یہ حق ہے کہ تلسی داس ،کبیر،رامانند وغیرہ کے خیالات دلوں کو موہ لیتے ہیں لیکن عام طورپریہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ان دیوی دیوتاؤں کی پوجا میں ایسے عناصر موجود جو گھنونے نفرت انگیزاورمخرب اخلاق ہیں اوردورحاضرہ میں خود ہندو ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کررہے ہیں۔ ہندو دھرم میں بت پرستی کا عام رواج ہے اوراس کی تعلیم پائی جاتی ہے۔ نہ صرف عامتہ الناس ہندو بت پرست ہیں بلکہ بڑے بڑے ہندو فلاسفر اور بھگت بت پرستی کے

شیدائی تھے مثلاًشینکر،مانکا واچکر، راما نجو، راما نند،تلسی داس،ٹکا رام جیسے مہا تما پرش زمانہ ماضی میں اور مسٹر گاندھی جیسے دورحاضرہ میں بتوں کی پوجا کرتے نظر آتے ہیں۔ غالباً بت پرستی کی عام مقبولیت کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنے معبود کی حضوری کو محسوس کرسکتے ہیں اورمان سکتے ہیں کہ خدا نے ان کے ذریعہ اپنا مکاشفہ لوگوں کو دیا ہے۔ اگر یہ وجوہ صحیح ہیں تو بت پرستی میں یہ صداقت کے عناصر تھے جو دیگر توہمات کے ساتھ اس قدرخلط ملط ہوگئے کہ ان عناصر کی ٹمٹاتی روشنی بجھ گئی۔مسیحیت میں صداقت کے ان عناصر پر زوردیا گیا ہے اورمسیحیت ہم کو یہ تعلیم دیتی ہے کہ " اگلے زمانہ میں خدا نے حصہ بہ حصہ اورطرح بہ طرح "لوگوں کو اپنا مکاشفہ عطا کیا مگر اب اس نے بیٹے (یعنی جناب مسیح) کی معرفت اپنا کامل مکاشفہ بخشا ہے جو " اس کے جلال کا پرتو اوراس کی ذات کا نقش " ہے (انجیل شریف خط عبرانیوں ۱باب ۱آیت)۔ابن اللہ(جناب مسیح) نے کامل طور پر خدا کی ذات کو ہم پر ظاہرکردیا ہے ۔ایسا کہ آپ نے فرمایا "میں باپ (پروردگار) میں ہوں اورباپ مجھ میں ہے ۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۴باب ۱۰آیت) اور" جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ (پروردگار) کو دیکھا "(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۲باب ۴۴آیت)جناب مسیح اندیکھے خدا کی صورت ہے "(انجیل شریف خط کلیسوں ۱باب ۱۵آیت)جس میں الوہیت کی "ساری معموری سکونت "کرتی ہے (انجیل شریف خط کلیسوں ۱باب ۱۹آیت) ۔پس ہندو دھرم کی بت پرستی میں جو صداقت موجود ہے وہ بطرز احسن جناب مسیح کی شخصیت میں پوری ہوتی ہے۔ لیکن بت پرستی کا باطل پہلو یعنی شرک وغیرہ کا مسیحیت میں دخل تک نہیں کیونکہ کلمتہ اللہ کی تعلیم خدا کی وحدانیت پر اصرار کرتی ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۱۲باب ۲۹آیت ،خط اہل رومیوں ۳باب ۳۰آیت ،خط اول اہل کرنتھیوں ۸باب ۴تا ۶آیت ،خط اہل گلتیوں ۳باب ۲۰آیت ،خط اہل افسیوں ۴باب ۶آیت ،خط اول تمطاؤس ۱باب ۱۷آیت،۲باب ۵آیت وغیرہ ۔)

(۳)

شرک کا عنصر ہندو دھرم میں غالب ہے۔ وہ ایک ایسا مشرکانہ مذہب ہے جس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ ایک اخلاقی مواحدانہ مذہب ہو۔ لیکن اس کو اس بات میں ارمان اور حسرت ہی نصیب ہوتی ہے۔ اس میں یہ

جرات نہیں کہ شرک کی طاقت کو مٹاسکے ۔ اس کا طریقہ کاریہ ہے کہ وہ اپنے بیشمار معبودوں میں سے ایک دیوتا کو مہا دیو بنادیتا ہے۔ عموماً یہ دیوتا وشنو (کرشن) ہوتا ہے ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات ہندو مت موحدانہ مذاہب کی صف میں کھڑا نظر آتا ہے اور دیگر اوقات وہ مشرکانہ مذاہب کی صف میں کھڑا دکھائی دیتا ہے ۔ اہل ہنود اس دلیل سے اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں کہ جن معبودوں کی عامتہ الناس پرستش کرتے ہیں وہ درحقیقت خدائے بزرگ کے مختلف روپ ہیں پس وہ درحقیقت ایک خدا کی پرستش کرتے ہیں لیکن اس قسم کی دلیل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شرک توحید کے خیال کو اپنے اندرجذب کرلیتا ہے۔

ہندو مذہب کی ان تمام کوششوں میں ہم صداقت کا یہ عنصر پاتے ہیں کہ خدا ایک اخلاقی ہستی ہے جس کی محبت کے سپرد انسان اپنے آپ کو کرسکتا ہے ۔ بعض اوقات اس صداقت کے عنصر کی وجہ سے ہندو مذہب ایسے الفاظ بھی استعمال کرتا ہے جن سے مسیحیت کی سی بو ٹپکتی ہے۔ لیکن حق تو یہ ہے کہ جس شخص نے انجیل جلیل کا سطحی نظر سے بھی مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ صداقت کا یہ عنصر کامل طور پر صرف مسیحیت میں ہی پایا جاتا ہے۔ ہندو دھرم ایک اخلاقی مت نہیں ہوسکتا کیونکہ اس میں شرک اور بت پرستی کے باطل عناصر غالب ہیں اور ان کی وجہ سے ہندو مذہب میں یہ صلاحیت نہیں رہتی کہ وہ خدا کو ایک واحد کامل حقیقی اخلاقی ہستی مان سکے ۔ لیکن مسیحیت ان باطل عناصر سے پاک ہے لہذا اس میں خدا کے واحد کامل اوراخلاقی ہستی ہونے کا اعلیٰ ترین تصورپایا جاتا ہے۔

(۴)

ہندو دھرم میں کرم کے عقیدے میں صداقت کا یہ عنصر پایا جاتا ہے کہ دنیا کے پروردگار نے اس عالم کو عدل وانصاف پر قائم کیا ہے اورنیک اوربد افعال دونوں کی جزا اور سزا ہوگی۔ مسیحیت نے صداقت کے اس پہلو کو بطر ز احسن اپنے اصول عدل میں محفوظ رکھا ہے ۔ (انجیل شرف بہ مطابق حضرت متی ۲۵باب ۳۱تا ۴۶آیت ،خط دوئم اہل کرنتھیوں ۵باب ۱۰آیت ،خط اہل گلتیوں ۶باب ۸آیت وغیرہ)۔ چنانچہ انجیل جلیل میں ارشاد ہے " فریب نہ کھاؤ ،خدا ٹھٹھوں میں نہیں اڑایا جاتا کیونکہ آدمی جو کچھ بوتا ہے وہی کاٹے گا ۔ جوکوئی اپنے جسم کے لئے بوتا ہے

وہ جسم سے ہلاکت کی فصل کاٹے گا اور جو روح کے لئے بوتا ہے وہ روح سے ہمیشہ کی زندگی کی فصل کاٹے گا (انجیل شریف خط اہل گلتیوں ۶باب ۷آیت ،خط اہل رومیوں ۶باب ۲۱آیت وغیرہ)۔ کلمتہ اللہ نے فرمایا "کیا جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں۔ اسی طرح ہر ایک اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے اور برادرخت برا پھل لا تا ہے۔ اچھا درخت برا پھل نہیں لا سکتا ہے اورنہ برا درخت اچھا پھل لا سکتا ہے۔جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اورآگ میں ڈالا جاتا ہے پس ان کے پھلوں سے تم ان کو پہچان لوگے "(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۷باب ۱۶آیت ،۱۲باب ۲۳آیت ،۱۵باب ۱۸تا ۱۹آیت ،حضرت لوقا ۶باب ۴۵آیت وغیرہ)۔ پس انجیل جلیل نے بطر ز احسن اس صداقت کی تلقین کی ہے کہ دنیا اور کا ئنات کا سلسلہ علت ومعلول انصاف اورعدل کے قوانین پر مبنی ہے جو اٹل ہیں کیونکہ وہ خدا کے ارادہ کے عین مطابق ہیں۔ لیکن جہاں مسیحیت نے مسئلہ کرم کی صداقت کے عنصر کو اپنے اندر محفوظ رکھا ہے وہاں اس نے بے تامل اس مسئلہ کے باطل پہلو اوراس کے غلط نظریہ یعنی تناسخ اوراواگون کو رد کردیا ہے ۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۹باب ۲آیت ،حضرت لوقا ۱۳باب ۲تا ۴آیت اور اعمالرسل ۲۸باب ۴آیت وغیرہ)۔کرم کی تعلیم کے باطل عناصر نے ہندوستان کی زندگی کو تباہ کردیا ہے اوراس کے کروڑوں بد نصیبوں کو ان کی ناگفتہ یہ حالت پر چھوڑرکھا ہے ۔ اوراب مسیحیت نے ان بدقسمتوں کو چاہ ضلالت سے نکالنے کا ذمہ اپنی گردن پر لیا ہے ۔

(۵)

اپنشدوں میں ذات الہٰی کی نسبت یہ تعلیم ہے کہ وہ ارفع اوروحانی ہے ۔ ہم صداقت کے اس عنصر کو انجیل جلیل میں بدرجہ احسن پاتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "خدا روح ہے اورلازم ہے کہ اس پرستارروح اورسچائی سے اس کی پرستش کریں "(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۴باب ۲۴ آیت)"خداوند ساری امتوں پر بلند وبالا ہے اس کا جلال آسمانوں سے بھی پرے ہے "(زبورشریف۱۱۳آیت ۴،زبور۹۷ آیت ۹،زبور ۹۹آیت ۲وغیرہ)۔خداتمام کائنات پر واحد حکمران ہے۔"خداوند فرماتا ہے "میں اول اورمیں آخر ہوں اورمیرے سوا کوئی خدا نہیں۔ "(بائبل مقدس صحیفہ حضرت یسعیاہ ۴۴باب ۶آیت ،۴۱باب ۴آیت ،۴۶باب ۱۲آیت ،انجیل شریف کتاب مکاشفہ ۱باب ۸آیت اور۱۷آیت ،۲۲باب ۱۳آیت

وغیرہ)۔خدا ازلی اورابدی ہے "ازل سے ابد تک تو ہی خدا ہے " (زبور شریف ۹۰آیت نمبر ۲وغیرہ)"وہ عالی اوربلند ہے اورابدالآباد سکونت کرتا ہے اس کا نام قدوس ہے "(بائبل مقدس صحیفہ حضرت یسعیاہ ۵۷باب ۱۵آیت وغیرہ)۔اس پاک ذات میں تغیر وتبدیلی واقع نہیں ہوتی "میں خداوند ہوں میں بدلتا نہیں ہوں"(بائبل مقدس صحیفہ حضرت ملاکی ۳باب ۶آیت ،انجیل شریف خط اہل رومیوں ۱۱باب ۲۹آیت ،خط حضرت یعقوب ۱باب ۱۷آیت)وہ عالم کل ہے (انجیل شریف خط عبرانیوں ۱۱باب ۲۷)جو فہم وادراک سے بالا ہے (بائبل مقدس صحیفہ حضرت ایوب ۱۱باب ۷)وہ عالم کل ہے (انجیل شریف خط عبرانیوں ۴باب ۱۳آیت) قادرمطلق (انجیل شریف کتاب مکاشفہ ۱۹باب ۶آیت) ہمہ جا حاضر وناظر ہے (بائبل مقدس صحیفہ حضرت یرمیاہ ۲۳باب ۲۴آیت) گو وہ کائنات اورانسان کے اندرموجود ہے (انجیل شریف خط افسیوں ۴باب ۶آیت) تاہم ان سے بلندوبالا ہے (بائبل مقدس ۱سلاطین ۸باب ۲۷آیت)پس اپنشدوں میں جو تعلیم خدا کے متعلق موجود ہے وہ اعلیٰ ترین حالت میں کتاب مقدس میں موجود ہے۔ لیکن کتب اہل ہنود میں کرم کے عقیدہ اوراواگوان کے باطل عناصر کی وجہ سے دنیا ایک ایسی مشین یاکل قراردی گئی ہے۔ جو خود بخود قوانین علت معلول کے مطابق چلتی ہے

اورجس کے ساتھ خدا کا کسی قسم کا تعلق نہیں۔ اس طرح کائنات کے اخلاقی قوانین میں جس کے ذریعہ دنیا کی مشین چلتی ہے خدا کا ہاتھ نہیں رہتا۔ اس باطل عقیدہ کو مسیحیت نے مردود قراردے دیا ہے اوربائبل مقدس کی تعلیم ہے کہ خدا ایک اخلاقی ہستی ہے اوراس کی ذات نیک ہے وہ نیکی اورراستی کا خدا ہے اوراس میں بدی کا سا یہ تک نہیں۔ وہ سراسرنوراورحق اورنیکی ہے ۔ وہ کائنات اورانسان کا پروردگار ہے اوراخلاقی قوانین کا جو کائنات میں اورانسان کی ضمیر میں ہیں خالق سرچشمہ اورمنبع ہے۔ جس طرح فطرت کے قوانین علت ومعلول اس کی ذات کے مظہر ہیں اسی طرح اخلاقی قوانین بھی اس کی پاک اورقدوس ذات کے مظہر ہیں (بائبل مقدس صحیفہ حضرت یسعیاہ ۵۱باب ۶آیت ،۵۷باب ۱۵آیت ،توریت شریف کتاب استشنا ۳۲باب ۴آیت ،زبور شریف ۱۱آیت ۷،زبور ۳۳آیت ۴تا ۵،زبور شریف ۹۷آیت ۱تا۲،زبور شریف ۱۹آیت ۷تا ۸،زبور ۳۶آیت ۵،زبور ۱۱۹آیت ۱۳۲،زبور۳۳آیت ۱۴تا ۱۵اورتوریت شریف کتاب پیدائش ۱باب ۲۲آیت وغیرہ)

پس ذات الہٰی کی نسبت جو صداقت کے عناصر ہندو مذہب میں ہیں وہ مسیحیت میں بدرجہ احسن اصول کے

طور پر موجود ہیں لیکن وہ تمام باطل عناصر سے پاک اورمبرا ہیں۔

(۶)

ویدانت کی تعلیم کے مطابق انسانی روح اور خدا میں کوئی تمیز نہیں۔ اس تعلیم میں صداقت کا عنصر یہ ہے کہ انسانی روح نہایت بیش قیمت شئے ہے اورانسانیت کے اعلیٰ ترین پہلو پر زوردیا گیا ہے۔ یہ صداقت کلمتہ اللہ کی تعلیم میں بطرزاحسن موجود ہے۔ جناب مسیح نے یہ تعلیم دی ہے کہ ہر شخص خدا کا فرزند ہے اورخدا کی صورت پر خلق کیا گیا ہے پس جس طرح بیٹا باپ کے ساتھ رفاقت رکھتا ہے اسی طرح ہر انسان خدا کے ساتھ رفاقت رکھ سکتا ہے پس ویدانت میں جو صداقت کا عنصر ہے وہ مسیحیت میں محفوظ ہے لیکن مسیحیت اس کے باطل عناصر کو رد کردیتی ہے اوروہ اس میں جگہ نہیں پاتے مثلاًمسیحیت کے مطابق یہ عقیدہ غلط ہے کہ خدا اورانسان میں تفریق وتمیز نہیں۔ مسیحیت نے انسان کو اعلیٰ ترین مرتبہ عطا کیا ہے لیکن ساتھ ہی خدا اورانسان میں حفظِ مراتب موجود ہے ۔ اگر خدا اورانسان میں کوئی تمیز نہیں تو انسان کا گناہ اوربد اخلاقی کوئی معنی نہیں رکھتے اورنیکی اوربدی محض الفاظ ہی رہ جاتے ہیں۔ دعا اورعبادت اور رفاقت الٰہی وغیرہ ناممکن ہوجاتے ہیں۔ پس یہ باطل اجزا مسیحیت کی تعلیم سے خارج ہیں۔

(۷)

ہندو دھرم میں اوتاروں کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔ اس عقیدہ میں صدات کا یہ عنصر ہے کہ نوع انسانی کسی غیر مشخص خدا کے مجرد تصور پر قناعت نہیں کرسکتی بلکہ خدا کی صفات کو زمان ومکان کی قیود کے اندر دیکھنا چاہتی ہے ۔ خدا کی ذات ہے لیکن انسان اس بات کا خواہشمند ہے کہ یہ کامل ذات زمان ومکان کی قیود میں اس کو دکھائی دے جس کو وہ اپنے پیش نظر رکھ سکے ۔ مسیحی مذہب میں صداقت کا یہ عنصر اپنی کاملیت میں موجود ہے ۔ چنانچہ انجیل شریف میں وارد ہے " ابتدا میں کلام (یعنی جناب مسیح)میں تھا ۔کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اورکلام خدا تھا۔ کلام

مجسم ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہوکر ہمارے درمیان رہا اورہم نے اس کا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال ۔ اس کی معموری میں ہم سب نے فضل پر فضل پایا۔ خدا کوکبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا (یعنی جناب مسیح) جو باپ (یعنی پروردگار) کی گود میں ہے اسی نے ظاہر کیا"۔(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱باب،خط اول حضرت یوحنا ۱باب ۱آیت ،۴باب ۴آیت ،خط کلیسوں ۱باب آیت ۲۱، ۱۷،۸۔کتاب مکاشفہ ۱باب آیت ۸، ۴،۱۷۔باب ۳آیت ۱۴باب ۲۱آیت ۶باب ۲۲آیت ۱۳،خط اہل رومیوں ۱باب ۳آیت ۸باب ۳آیت ،خط اہل گلتیوں ۴باب ۴آیت ،خط اہل فلپیوں ۲باب ۷آیت ،خط اول تمطاؤس ۳باب ۱۶آیت ،خط عبرانیوں ۲باب ۱۴آیت اورانجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی ۱۱باب ۲۷آیت وغیرہ وغیرہ)۔لیکن مسیحیت میں رام اور کرشن جیسے اوتاراور مجسم خدا نہیں ہیں۔ جن کی کہانیاں تاریخ پر مبنی نہیں اور شاعرانہ تخیل اور قصص سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں بلکہ وہ جنگجو بادشاہ تھے وہ مذہبی لیڈر تک بھی نہیں تھے ان کے مرنے کے تین سو سال بعد ان کو اوتار دیا گیا۔ بعض ہندو گوتم بدھ کو اوتار مانتے ہیں اگرچہ گوتم ہندوستان کا مذہبی لیڈرتھا لیکن وہ خود تجسم کے عقیدے کا مخالف تھا۔ اس کی موت کے پانچ سو سال تک اس کی پیرووؤں کو یہ جرات نہ ہوئی کہ وہ گوتم بدھ کے نام کے ساتھ ایک خدا کا عقیدہ متعلق کریں۔ اوراس کواوتار بنائیں ۔ پس ہندو مذہب کے تمام اوتارکوئی تاریخی حیثیت نہیں رکھتے جس طرح مسیحیت کا بانی رکھتا ہے ۔چونکہ ہم آئندہ باب میں اس عقیدہ پر شرح اوربسط کے ساتھ بحث کریں گے ہم اس جگہ صرف اس قول پر اکتفا کرتے ہیں کہ ہندو مذہب کے اس عقیدہ میں جو صداقت کا عنصر ہے وہ بدرجہ احسن ابن اللہ (یعنی جناب مسیح) کی شخصیت میں موجود ہے لیکن تمام باطل عناصر اس میں دخل تک نہیں پاتے ۔

(۸)

ہندوؤں کے تعلیم یافتہ طبقہ کا مذہب وہ فلسفیانہ نظریہ جات ہیں جو اپنشدوں اوربھگوت گیتا اورویدک لٹریچر میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا لب لباب یہ ہے کہ اوم نام کا جپنا زندگی کا اعلیٰ ترین مقصد ہے ۔ بھگوت گیتا قریباًدو ہزا رسال ہوئے لکھی گئی اوراپنشدوغیرہ کی کتابیں سن ایک ہزا رقبل ازمسیح سے آٹھ سو سال قبل ازمسیح لکھی گئیں۔ سنسکرت کا فاضل میکس ملر اپنشد وں کے متعلق اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ

جہاں ان میں اعلیٰ اور پاکیزہ خیال پائے جاتے ہیں وہاں بیسیوں ایسی باتیں بھی ملتی ہیں جو طفلانہ ہیں اورجن کو پڑھ کر انسان کی طبیعت نہ صرف اکتا جاتی ہے بلکہ نفرت کرنے لگ جاتی ہے (Sacred Books of The East Vol.1.p.1 xviii)

بھاگوت گیتا ہندوؤں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں وہی جگہ رکھتی ہے جو مسیحیت میں انجیل شریف کو حاصل ہے ۔ اس کتاب کے بعض حصص میں اعلیٰ تعلیم موجود ہے اوردھیان کی حالت کو افضل قراردیا گیا ہے ۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ مجرد فلسفیانہ تصورات جذبات کومتاثر نہیں کرسکتے ۔ یہی وجہ ہے کہ راما نجو نے شنکر آچاریہ کے فلسفیانہ خیالات کے خلاف آوازبلند کی اورتعلیم دی کہ خدا شخصیت رکھتا ہے اور بھگتی کے ذریعہ اس کاعلم ہم کو حاصل ہے ۔ سولہیویں صدی میں کبیر اورگورو نانک نے اور ان کے بعد چیتا نیانے اور برہمو سماج نے ہندو فلسفیانہ خیالات کے خلاف اپنی آواز بلند کی لیکن ہمہ اوستی نقار خانے میں ان طوطیوں کی آوازکون سنتا ہے ؟

ہندو مذہب کی تاریخ پر غورکرو تو تم پاؤگے کہ ہندو مذہب میں جتنے پسند یدہ دلکش عناصر ہیں وہ سب کے سب اپنی پاکیزہ اورخوبصورت ترین حالات میں مسیحیت میں پائے جاتے ہیں مثلاً بھگتی مارگ کے تمام روشن پہلو مسیحی ایمان میں موجود ہیں اوراس کی خامیاں مسیحیت میں زائل ہوجاتی ہیں ۔ جن صحیح اصولوں پر گورونانک یا کبیر یا راجہ رام موہن رائے یا سوامی دیانند نے اصلاح کی خاطر زوردیا ہے وہ سب کے سب اصول اپنی بہترین اوردرخشاں صورت میں کلمتہ اللہ کی تعلیم میں موجود ہیں۔ اورجن باتوں کو ان مصلحین نے رد کیا ہے وہ مسیحیت کی روشنی میں ہی رد کی گئی ہیں کیونکہ وہ مسیحیت کے نذدیک مردود اورنا قابل قبول ہیں۔

مسیحیت کے مطابق خدا مجرد تصورنہیں ہے بلکہ شخصیت رکھتا ہے۔ خدا کی ذات کوئی خلانہیں جس میں روح نروان حاصل کرے بلکہ اس کی ذات محبت ہے جس کی وجہ سے وہ کل نوع انسانی کا باپ ہے پس کرشن مت میں جو

صداقت کا عنصر ہے وہ بطرزاحسن مسیحیت میں موجود ہے ۔

(۱۰)

اسی طرح مادہ کا فانی ہونا ایک ایسا عقیدہ ہے جس کا مسیحیت ببانگ دہل اعلان کرتی ہے (انجیل شریف خط دوئم اہل کرنتھیوں ۴باب ۱۸آیت اور۵باب ۷آیت وغیرہ)۔ اورہم کو تعلیم دیتی ہے کہ بقا صرف روح کو حاصل ہے۔ لیکن مایا کے عقیدہ کا غلط پہلو مسیحیت میں دخل نہیں پاتا۔ کیونکہ مسیحیت کی یہ تعلیم ہے کہ ہر شئے کے وجود کی علت غائی ہے اورمادہ وجود رکھتا ہے ، یہی وجہ ہے کہ مسیحیت تجسم کی قائل ہے اورمانتی ہے کہ جناب مسیح کلمتہ اللہ خدا نے مجسم تھا "جو ہمارے درمیان رہا اورہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال ۔"(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱باب آیت ۱۸۔)

(۱۱)

ہندوؤں کے فلسفیانہ عقاید کے مقابلہ میں مسیحیت کا پیغام نہایت سادہ ہے ۔ ہندو فلسفہ کو اس بات کا گھمنڈ ہے کہ اس کے پاس انسانی زندگی اوردنیا اورکائنات کے مسائل کا عقلی حل موجود ہے لیکن یہ خام خیالی ہے ۔ ہندوفلسفیانہ نظریوں کا یہ حال ہے کہ ع

چوں ندید ند حقیقت رہ افسانہ زوند۔

حق تو یہ ہے کہ کائنات کے مسائل کے حل عقل کے ذریعہ نہیں ہوتے اور نہ عقل مذہب کی مذہب کی بنیاد ہوسکتی ہے ۔ کیونکہ "علم ناقص اورنا تمام "ہوتا ہے (انجیل شریف خط اول اہل کرنتھیوں ۱۳باب ۹آیت) تاریخِ فلسفیانہ یہ بتلاتی ہے کہ ع نکشود ونکشاید بحکمت ایں معمارا۔ عقل کا زندہ اخلاقیات کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا ۔ ہندوفلسفہ محض مذہب عقلی ہے جس کا تمام انحصار خالص عقل پر ہے ۔ اس میں صداقت کا یہ عنصر موجود ہے کہ ہم کو انسان ،دنیا اورکائنات کے مسائل حل کرنے میں اپنی خداداد عقل استعمال کرنی چاہئیے۔مسیحیت میں یہ صداقت بہترین حالت میں پائی جاتی ہے ۔(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۷باب ۱۷آیت ،۸باب ۳۱آیت ،۱۶باب ۱۳آیت ۔بائبل مقدس صحیفہ حضرت یرمیاہ ۹باب ۲۴آیت ،صحیفہ حضرت دانی ایل ۱۲باب ۱۳آیت ،صحیفہ حضرت ہوسیع ۶باب ۳آیت ،انجیل شریف خط اول تھسلنکیوں ۵باب ۲۱آیت ،خط افسیوں ۵باب ۱۰آیت ،خط اول اہل کرنتھیوں ۱۲باب ۱۰آیت ،۱۴باب ۲۹آیت ،بائبل مقدس کتاب امثال ۲۴باب ۳آیت ،۳باب ۲۱آیت ،۲باب ۳آیت ،۱۵باب ۱۴آیت ۔زبور شریف ۱۱۹آیت

۲۶صحیفه حضرت ہوسیع ۱۴باب ۶آیت ،کتاب امثال ۲باب ۱۰آیت اورانجیل شریف خط اول اہل کرنتھیوں ۸باب ۲آیت ۱۴باب ۲۰آیت وغیرہ) **چونکہ مسیحیت** میں صداقت کا یہ عنصر موجود ہے لہذا بعض لوگ اور بالخصوص تھیوسوفٹ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہندو فلسفہ اور مسیحیت میں کوئی حقیقی فرق نہیں۔ لیکن جہاں مسیحیت عقل کے استعمال کرنے کا حکم دیتی ہے وہاں وہ ہندو فلسفہ کے باطل عناصر کو اپنے اندر جگہ نہیں دیتی اوریہ تعلیم دیتی ہے کہ خدا کا ایک زندہ اخلاقی ہستی ہے جس میں قوت ارادی ہے جو ہماری اخلاقی قوتِ ارادی کو نئی راہ پر چلانا چاہتی ہے ۔ مسیحیت ایسا مذہب نہیں جس کا دارو مدار صرف عقل پر ہی ہو اوروہ انسان کی زندگی کے دیگر پہلوؤں کو فراموش کرکے نظر اندازکردے ۔ وہ ایک اخلاقی مذہب ہے جس کا نصب العین رضائے الہٰی کو حاصل کرنا ہے۔ جہاں ہندو مت کی اخلاقیات صرف الفاظ وتصورات پر ہی مبنی ہیں وہاں مسیحی مذہب کی اخلاقیات کی بنیاد ارادہ اورعمل پر ہے ۔

حکمت وفلسفہ کارے ست کہ پایا نش نیست

سیلی عشق ومحبت بہ دبستانش نیست

ہندو فلسفہ مذہبِ محبت نہیں۔ اس کے فلسفہ کے مطابق روح کا خدا میں فنا ہوجانا محبت کی وجہ سے نہیں لیکن مسیحیت کی تعلیم میں خدا اور انسان کا باہمی رشتہ کامل محبت پر مبنی ہے ۔ ہندو فلسفہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہمیں ہر جاندار کے ساتھ رحم کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔لیکن ساتھ ہی یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان کو ہر طرح کے جذبات سے خالی ہونا چاہیئے۔یہاں تک کہ نیکی کرنے کے جذبہ پر بھی ہم کو غالب آنا چاہیئے۔ اس میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ "اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ" لیکن تعلیم کے باطل عناصر کو انسان کو نیکی کے جذبہ سے خالی ہونا چاہیئے مسیحیت میں جگہ نہیں پاتے کیونکہ ع۔

زندگی درجستجو پوشیدہ است

اصل اوردرآرزو پوشیدہ است

حق تو یہ ہے کہ جس طرح بعض اوقات بادل برسنے کی بجائے گرم ہوا میں زائل ہوجاتا ہے اسی طرح ہندو فلسفہ میں اخلاقی عنصر عقلیت کی فضا میں گم ہوجاتا ہے ۔

مسیحیت میں محبت کی تعلیم ایسی نہیں کہ اس سے بنی نوع انسان سے محبت رکھنے کا جذبہ ٹھنڈا پڑجائے ۔ اس کی علتِ غائی ہی یہ ہے کہ وہ ایسی صورتِ حالات پیدا کردے جس سے بنی نوع انسان سے محبت کرنے کا جذبہ ہمیشہ مشتعل رہے ۔ ہندو نظریہ کی وجہ سے اس مذہب میں رحم ترس ہمدردی وغیرہ کے جذبات محض زبانی جمع خرچ ہوتے ہیں جن کا اثر روزمرہ کی زندگی پر رتی بھر نہیں پڑتا ۔ایسا مذہب کسی طرح بھی محبت کا مذہب نہیں ہوسکتا کیونکہ اس میں "روحانیات" کا تعلق محبت کے جذبہ کے ساتھ نہیں ہے لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ روحانیت کا اصلی تعلق اخلاقیات کے ساتھ ہے اورروحانی نصب العین اخلاقی زندگی کے ذریعہ ظہورمیں آتا ہے ۔یہ نظریہ کہتا ہے کہ تم دنیا میں اسی طرح زندگی بسرکروکہ گویا تم مرگئے ہواوراس کے ساتھ تمہارا کسی قسم کا واسطہ نہیں رہا۔ لیکن کلمتہ اللہ کی انجیل کہتی ہے کہ " دنیا میں تم اپنے نفس پر قابو پاکر ایسی زندگی بسر کرو جو خدا کی مرضی کے مطابق ہو ۔" ہندو فلسفہ اپنے اس باطل نظریہ کی وجہ سے افلاس زدہ مذہب ہے لیکن مسیحیت کے اصول کی تعلیم کی وجہ سے ایک بحرنا پیدا کنار ہے ۔

اسلام کے اصول اور مسیحیت

جب ہم قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت ہم پر ظاہر ہوجاتی ہے کہ اس میں جتنی خوبیاں موجود ہیں وہ سب کی سب بائبل مقدس میں اعلیٰ ترین شکل میں پائی جاتی ہیں۔ اس فصل میں ہم احادیث کو نظر انداز کرکے صرف قرآن شریف کی تعلیم پر نظرکرینگے اس مطالعہ سے ہمارے اس نظریہ کی تصدیق ہوتی ہے کہ کل ادیانِ عالم میں صداقتوں کے جتنے عناصر ہیں وہ تمام کے تمام اپنی اعلیٰ ترین اورپاکیزہ ترین صورت میں کلمتہ اللہ کی تعلیم میں پائے جاتے ہیں۔ قرآن کو خود اعتراف ہے کہ اس کی تعلیم میں جو صداقت ہے وہ سابقہ کتب مقدسہ سے ماخوذ ہے چنانچہ قرآن کہتا ہے کہ "بیشک یہ قرآن جہان کے رب کا اتارا ہوا ہے تیرے دل پر تاکہ تو ڈرانے والوں میں ہوجائے ۔ فصیح عربی زبان میں ہے اوربے شک یہ قرآن اگلے پیغمبروں کی کتابوں میں مذکورہے ۔ کیا اہل مکہ کے لئے یہ (اس کی صداقت کی) نشانی

نہیں کہ اس قرآن کو علمائے بنی اسرائیل جانتے ہیں۔ (شعرا آیت ۱۹۲)۔قرآن بار بار اقرار کرتا ہے کہ جو صداقت اس میں پائی جاتی ہے وہ محض کتب مقدسہ سے ماخوذ ہے اور اس حقیقت کو اپنی صداقت کی دلیل میں پیش کرتا ہے او رکہتا ہے کہ قرآن عربی میں صرف اس واسطے آیا ہے تاکہ سابقہ کتب مقدسہ کی صداقتوں کو اہل عرب کے لئے سلیس عربی زبان میں پیش کرے تاکہ اہل عرب پر اتمام حجت ہوجائے ۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ "قرآن ہم نے نازل کیا اس لئے کہ تم نہ کہو کہ ہم سے پہلے صرف دوہی فرقوں (یعنی یہود اور عیسائیوں) پر کتاب نازل ہوئی تھی اور ہم (ان کتابوں کی عبرانی اوریونانی زبانوں کی وجہ سے) ان کے پڑھنے سے غافل تھے ۔ یا کہو کہ اگر ہم پر کتاب (عربی میں)نازل ہوتی تو ہم یہودیوں اورعیسائیوں سے زیادہ ہدایت پر ہوتے ۔ سو اب تمہارے رب سے تمہارے پاس (عربی میں) حجت آگئی ہے اور ہدایات اور رحمت ہے سو اس سے زیادہ ظالم کون جس نے اللہ کی آیات کو جھٹلا یا" (سورہ انعام آیت ۱۵۶نیز دیکھو سورہ نحل آیت ۱۰۵،سورہ حم سجدہ ۲،۴۳سورہ یوسف آیت ۳،سورہ رعد آیت ۳۷،سورہ طٰہٰ آیت ۱۱۲،سورہ زمرہ آیت ۲۹،سورہ شوریٰ آیت ۵،سورہ زخرف آیت ۲،سورہ احقاف آیت ۱۱وغیرہ) ۔ دورِ حاضر کے مسلم علما اس حقیقت کے معترف ہیں چنانچہ مرحوم مولوی خدا بخش اس مضمون پر بحث کرکے کہتے ہیں "اسلام درحقیت یہودیت اور مسیحیت کی محض ریوائزڈ (نظر ثانی) ایڈیشن ہے۔حضرت محمد نےکبھی جدت کا دعویٰ نہیں کیا۔ آپ کا مذہب دیگر ادیان کا انتخاب تھا " (A Mohammedan View of Islam and Christianity Muslim World For Oct 1926)سرسید احمد مرحوم بھی فرماتے ہیں کہ " اسلام اصول اور عقائد متفرقہ اورمنتشرہ پر یہ بات ظاہر ہوگی کہ یہ مشابہت اور مماثلت اصول اور عقائد مذہب اسلام کی دیگر مذاہب الہامی کے اصول وعقائد سے مذہب اسلام کے پاک اور الہامی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے "(خطبات احمد یہ ص ۲۲۳) پس قرآن اورعلمائے اسلام اس بات کے معترف ہیں کہ قرآن کی تمام صداقتیں کلمتہ اللہ کی تعلیم میں پائی جاتی ہیں۔ ہم انشا اللہ یہاں یہ ثابت کریں گے کہ وہ صداقتیں قرآن میں صرف غیر مکمل حالت میں موجود ہیں لیکن انجیل جلیل میں وہ کامل ترین اورپاکیزہ ترین شکل میں موجود ہیں۔

(۲)

سب سے بڑا دعویٰ جو اسلام کا ہے وہ شرک کی مذمت اور وحدت ِالہٰی کی دعوت ہے (سورہ بقرہ ۱۵۸، سورہ نحل ۱۳،سورہ نسا ء۴۰ اور۱۱۶وغیرہ)۔لیکن کتاب مقدس کے ناظرین جانتے ہیں کہ یہ صداقتیں حضرت محمد نے یہودیت اور مسیحیت سے حاصل کیں۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۱۲باب ۲۹آیت ،بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۷باب ۳آیت ،خط اول اہل کرنتھیوں ۸باب ۴تا ۶آیت ،بائبل مقدس صحیفہ حضرت یسعیاہ ۴۴باب ۶آیت ،توریت شریف کتاب ِخروج ۲۰باب ۳تا ۵آیت ،بائبل مقدس صحیفہ حضرت حزقی ایل ۱۴باب ۳آیت ،انجیل شریف خط اول حضرت یوحنا ۵باب ۲۱آیت ،اعمالرسل ۷باب ۲۹آیت ،زبور شریف ۱۱۵آیت ۴تا ۸،انجیل شریف خط اہل رومیوں ۱باب ۲۱تا ۲۳آیت وغیرہ وغیرہ)

لیکن اسلامی توحید کا تصور ایک بے معنی شئے ہے۔ اور ازروئے منطق وفلسفہ یہ تصور ناکارہ ہے ۔ لہٰذا توحید کے اس ناقص پہلو کو مسیحیت میں دخل نہیں۔ یہ ایک لمبی بحث ہے جو اس رسالہ کے مدعا سے خارج ہے۔ ہم شائقین کی توجہ پادری عبدالحق صاحب مرحوم پادری فنڈر صاحب ۔ڈاکٹر برخوردار خان صاحب کی کتب کی جانب دلا کر یہاں اس قول پر اکتفا کرتے ہیں کہ اسلام کا یہ مایہ نازعقیدہ اپنی پاکیزہ ترین حالت میں بائبل مقدس میں موجود ہے لیکن کلمتہ اللہ کی تعلیم اسلامی نظریہ کے ناقص عناصر سے پاک ہے۔

(۳)

خدا اور انسان کے باہمی رشتہ اور تعلقات کے متعلق جو تعلیم قرآن اوراسلام میں ہے ان میں جو صداقت کے پہلو ہیں وہ تمام کے تمام مسیحیت میں بوجہ احسن موجود ہیں۔ مثلاًقرآن کی تعلیم ہے کہ خدا خالق ہے ۔ مالک ہے ،پروردگار ہے وغیرہ وغیرہ (سورہ انعام آیت ۱۰۱اور۱۰۲،سورہ نحل آیت ۳اور۱۷وغیرہ)یہ تمام باتیں بائبل مقدس میں بطرز احسن موجود ہیں۔ (توریت شریف کتاب ِپیدائش ۱باب ۱آیت ،بائبل مقدس صحیفہ حضرت نحمیاہ ۹باب ۶آیت ،انجیل شریف اعمالرسل ۴باب ۱۵آیت ،زبورشریف ۱۴۸آیت ۵انجیل شریف اعمالرسل ۱۷باب ۲۴آیت وغیرہ۔)لیکن قرآنی تعلیم کا جو غلط پہلا ہے کہ خدا ایسی جابر ہستی ہے جو اپنے قہر سے گنہگار انسان کو فنا کردیتی ہے اوردوزخ میں ڈال کر خوش ہوتی ہے (سورہ نحل ۲۵،سورہ احقاف ۱۹ ،سورہ جاثیہ ۷اور۲۰۔سورہ مومن ۳۷،سورہ طلوع ۱وغیرہ)۔اس قسم کی باطل تعلیم سے مسیحیت سراسر پاک ہے اس کے برعکس کلمتہ اللہ نے یہ تعلیم دی ہے کہ خدا کی ذات محبت ہے اوروہ گنہگار کی خاطر ہر قسم کا ایثار اورقربانی کرتا

ہے ۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۳باب ۱۶آیت ،خط اول حضرت یوحنا ۴باب ۱۰آیت ،خط اہل رومیوں ۵باب ۶آیت وغیرہ)۔خدا اورانسان کے باہمی تعلق کی بنا خوف اوردہشت نہیں بلکہ محبت ہے ۔ انجیل جلیل میں ارشاد ہے کہ "کامل محبت خوف کو دور کردیتی ہے "(انجیل شریف خط اہل رومیوں ۸باب ۱۵آیت ،خط اول حضرت یوحنا ۵باب ۱۴آیت ،۴باب ۱۷آیت وعیرہ)۔

پس مسیحیت میں یہ تمام اصول اپنی پاکیزہ ترین اور اعلیٰ ترین شکل میں موجود ہیں جو قرآن میں صرف غیر مکمل طورپر ہی پائے جاتے ہیں۔ اوریہ بھی حق ہے کہ قرآنی تعلیم کے ناقص اور غلط پہلو مسیحیت میں موجود نہیں ہیں۔

(۴)

اسلام نے خدا کے متعلق یہ تعلیم دی ہے کہ خدا اپنی مخلوقات سے بلند وبالا ہے (سورہ نحل ۶۲،سورہ نساء۳۸وغیرہ)اور اس صداقت کے عنصر پراس قدرزوردیا ہے کہ خدا اورانسان کے درمیان ایک وسیع خلیج پیدا کردی ہے۔ مسیحیت میں بھی یہ تعلیم موجود ہے کہ خدا کائنات سے بلند وبالا ہے (زبور ۸۳آیت ۱۸،انجیل شریف اعمالرسل ۷باب ۴۹آیت وغیرہ) لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے ناقص پہلو کو اپنے اندرلے کراس نے خدا اور انسان میں کوئی خلیج پیدا نہیں کی۔ خدا کے بلند وبالا ہونے اوراس کے حاضروناظرہونے میں جو صداقت کے پہلو ہیں وہ مسیحیت میں نہایت دلکش اور پسندیدہ حالت میں موجود ہیں۔ اسلام نے خدا اورانسان کے درمیان خلیج پیدا کرکے یہ تعلیم دی ہے کہ خدا فرشتوں کے ذریعہ انسان سے کلام کرتا ہے۔ او ریو ں اپنی مرضی انسان پر ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن جبرائیل فرشتہ کے ذریعہ رسول عربی پر نازل ہوا۔ لیکن مسیحیت یہ تعلیم دیتی ہے کہ خدا ہمارا باپ ہے جس کی ذات محبت ہے لہذا اس اورانسان میں کوئی خلیج واقع نہیں اورخدا کا کلام خود مجسم ہوا اوراس نے مسیح میں ہوکر اپنے آپ کو بنی نوع انسان پر ظاہر کیا۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱باب ،خط عبرانیوں ۱باب ۱تا ۸آیت)اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام میں انسان خدا کے ساتھ حقیقی رفاقت نہیں رکھ سکتا کیونکہ قرآن کے مطابق خدا "بے نیاز" ہے (سورہ اخلاص وغیرہ) لاپرواہی اور محبت دونوں ایک جگہ ہو نہیں سکتے ۔ محبت ایک رشتہ ہے جو

محب اور محبوب کے درمیان ہوتا ہے ۔ لیکن جہاں بے
نیازی ہو وہاں نہ کوئی محب ہوسکتا ہے اورنہ محبوب نہ
محبت کی رفاقت کا امکان ہوسکتا ہے۔

پس خدا کے بلند وبالا ہونے اوراس کے حاضر وناظر
ہونے کے متعلق جو تعلیم قرآن میں پائی جاتی ہے وہ کامل
طورپر انجیل شریف میں موجود ہے لیکن کلمتہ اللہ کی تعلیم
اسلام کی تعلیم کے نقائص سے پاک ہے۔

(۵)

قرآن کے مطابق خدا رحمان اوررحیم ہے جو ہمارے
گناہوں کو معاف کرنے والا ہے (سورہ مائدہ ۴۴وغیرہ)۔صداقت
کا یہ پہلو اپنی بہترین شکل اورپاکیزہ ترین صورت میں انجیل
جلیل کی تعلیم میں پایا جاتا ہے۔(انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس
۱۱باب ۲۵آیت ،خط اہل افسیوں ۴باب ۳۲آیت ،خط اہل کلیسوں ۳باب ۱۳آیت
وغیرہ)لیکن اسلامی تعلیم میں بڑا نقص یہ ہے کہ خدا کی رحمت
کا اخلاقیات سے تعلق نہیں اس میں اخلاقی عنصر موجود نہیں
کیونکہ رحم کرنا اور گناہوں کو بخشنا اس کی مطلق العنان
مرضی پر موقوف ہے لیکن مسیحیت میں اس نقص کو جگہ
نہیں ملتی۔ کلمتہ اللہ نے خدا کی رحمت اوراخلاقیات کو ایسا
وابستہ کردیا ہوا ہے کہ خدا کی رحمت اورمغفرت اس کی ذات
کا (جس کا جوہر محبت ہے) قدرتی نتیجہ ہے ۔ چونکہ خدا
بنی نوع انسان سے محبت کرتا ہے لہذا اس کی ذات اس امر کا
تقاضا کرتی ہے کہ وہ گناہوں کی معاف کرے اورتائب گنہگار
کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت
لوقا ۱۵باب وغیرہ)۔

کلمتہ اللہ کی تعلیم قرآنی تعلیم کے صادق پہلو کو کامل طورپر
پیش کرتی ہے اوراس کا ناقص اورغیر مکمل پہلو انجیل میں
پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے لیکن قرآن کی غلط تعلیم انجیل
شریف میں جگہ نہیں پاتی۔

(۶)

قرآن کے مطابق خدا گناہ کا بانی ہے (سورہ اعراف آیت
۱۷۸،بنی اسرائیل ۱۷،سورہ شوریٰ ۴۵،سورہ ہود ۳۶اور ۱۲۰وغیرہ)کلمتہ اللہ کی
تعلیم اس باطل عقیدہ سے پاک ہے۔

(۷)

قرآن میں نمازاوردعا کا حکم ہے لیکن وہ زمان ومکان
کی قیود سے آزاد نہیں (سورہ نساء ۴۶،سورہ روم ۱۷اور ۱۸،سورہ ہود ۱۱۶،سورہ بنی

اسرائیل ۸۰،سورہ طہ ۱۳۰،سورہ بقرہ ۱۲۹)چنانچہ حکم ہے کہ نماز خاص اوقات پر اورایک خاص جگہ کی طرف رخ کرکے پڑھی جائے لیکن مسیحیت میں یہ حکم زمان ومکان کی قیود سے آزاد ہے ۔ کلمتہ اللہ نے فرمایا کہ ہر وقت دعا مانگتے رہنا چاہئیے ۔(انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۱۸باب ۱آیت ،خط اہل افسیوں ۶باب ۱۸آیت ،خط اول تھسلنیکیوں ۵باب ۱۷آیت ،خط اول تمطاؤس ۲باب ۸آیت وغیرہ) آپ نے کسی خاص جگہ کو قبلہ نہ بنایا(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۴باب ۲۰تا ۲۵آیت)اسلام میں دعا سے پہلے ظاہری اوررسمی پاکیزگی پر زور دیا گیا ہے (سورہ مائدہ ۸اور ۹ ،سورہ بقرہ ۱۸۳وغیرہ) لیکن کلمتہ اللہ کی تعلیم میں ظاہری تکلفات کا ناقص پہلو دورکردیا گیا ہے ۔

دل کہ پاکیزہ بود جامہ ناپاک چہ سود
سرکہ بے مغزبود نغزی دستارچہ سود

کلمتہ اللہ (یعنی جناب مسیح) نے ارشاد فرمایا "خدا روح ہے اورضرور ہے کہ اس پرستارروح اورسچائی سے اس کی پرستش کریں"(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۴باب ۲۳تا ۲۴آیت)پس کلمتہ اللہ کی تعلیم میں دعا اور عبادت کے اصول درخشاں ہوکر چمکتے ہیں (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۷باب ۷تا ۱۱ آیت ، ۲۱باب ۲۲آیت حضرت مرقس ۱۱باب ۲۴آیت ،حضرت متی ۶باب ۵تا ۸آیت ،حضرت لوقا ۹باب ۵تا ۹آیت ،۱۸باب ۱۰تا ۱۴آیت وغیرہ)۔لیکن اسلام کے ناقص اور باطل پہلو اس میں جگہ نہیں پاتے۔ اسلام کے اصول زمان ومکان کی قیود میں جکڑے ہوئے ہیں لہذا صرف خاص زمان ومکان کے حالات پر ہی عائد ہوسکتے ہیں لیکن مسیحیت کے اصول زمان ومکان کی قیود سے آزاد ہیں لہذا عالمگیر ہیں۔

(۸)

قرآن میں روزہ کا حکم ہے اوراس کے لئے مفصل احکام اور تفصیلات موجود ہیں جو زمان ومکان کی قیود میں ہیں (سورہ بقرہ ۱۷۹ الخ)لیکن کلمتہ اللہ کی تعلیم میں روزہ ظاہری تکلفات پر مبنی نہیں اورنہ محض رسم پرستی ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۶باب ۱۶تا ۱۸ آیت ، ۹باب ۱۴تا ۱۷آیت ،بائبل مقدس صحیفہ حضرت یسعیاہ ۵۸باب ۵تا ۸آیت وغیرہ) پس اسلام کے ناقص پہلو اس تعلیم میں جگہ نہیں پاتے۔

(۹)

قرآن میں حج کا حکم ہے جو زمان ومکان کی قیود سے متعلق ہے (سورہ آل عمران ۹۰،سورہ بقرہ ۱۹۲ ، ۱۹۵،۱۹۴،۱۹۳وغیرہ)یہودیت

اور اسلام میں یہ مماثلت ہے کہ جو جگہ اہل یہود کے مذہب میں یروشلیم کو دی گئی ہے وہی جگہ اسلام میں مکہ کو دی گئی ہے۔جس طرح یروشیلم خدا کا شہر تھا اسی طرح مکہ ام القریٰ ہے جس طرح یہوواہ (پروردگار کا خاص نام)یروشیلم کی ہیکل میں رہتا تھا اسی طرح اسلام کا اللہ ربِ کعبہ ہے ۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ انبیائے یہود ایسی تعلیم بھی دیتے تھے جو اس تصور سے بلند وبالا تھی (بائبل مقدس صحیفہ حضرت یسعیاہ ۶۶باب ۱تا ۲آیت ،۱سلاطین ۸باب ۲۷آیت ،۲تواریخ ۲باب ۶آیت، ۶باب ۱۸آیت ، صحیفہ حضرت یرمیاہ ۲۳باب ۲۴آیت)۔لیکن اسلام کی تعلیم اس تصور کی حدود میں رہی۔ انجیل شریف کی تعلیم اس قسم کے معیوب اصول سے پاک ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۴باب ۶آیت ،اعمالرسل ۷باب ۲۸آیت ،۱۷باب ۲۴آیت ،حضرت متی ۵باب ۳۴تا ۳۵ آیت وغیرہ)۔

(۱۰)

اسلام میں قربانی کا حکم پایا جاتا ہے (سورہ حج ۲۸تا ۳۸وغیرہ) ہندو مذہب میں بھی کالی کے سامنے بکریاں قربان کی جاتی ہیں ۔ کلمتہ اللہ کی تعلیم اور نمونہ نے ان مذاہب کے قربانی کے تصور کو ایسا کامل کردیا ہے کہ لفظ قربانی کے وہ معنی ہی نہیں رہے جو دیگر مذاہب میں تھے۔ اب قربانی کا مطلب ایثار نفسی اورخود فراموشی لیا جاتا ہے۔ اورحالت یہ ہوگئی ہے کہ کلمتہ اللہ کے کامل قربانی کے تصور کی وجہ سے ادیا نِ عالم کے تصورات جو ان مذاہب میں خدا اورانسان کے متعلق اس لفظ سے وابستہ تھے وہ تو دنیا جہان کے لوگوں کے ذہنوں سے کلیتہً مٹ گئے ہیں یا وہ تصورات مسیحیت کی روشنی میں بدل گئے ہیں۔

ان مذاہب میں یہ خیال کیا جاتا تھاکہ قربانیاں چڑھانے سے ہم خدا کے ارادوں کو بدل سکتے ہیں۔ قربانیاں گویا ایک رشوت خیال کی جاتی تھیں۔ یہ گمان تھا کہ جس طرح دنیاوی حکام رشوت سے قابو آجاتے ہیں اسی طرح ہم قربانیوں کے وسیلے خدا پر قابو پالیتے ہیں اوراس کو خوش کرکے جو چاہیں حاصل کرسکتے ہیں ۔ لیکن کلمتہ اللہ کی تعلیم اورزندگی نے ایک طرف قربانی کے تصور کو کامل کردیا اور دوسری طرف اس قسم کے ناقص اورباطل تصورات کو خارج کردیا۔

(۱۱)

قرآن میں حرام اورحلال خوراک میں تمیز کی گئی ہے (سورہ مائدہ ۹۷،۹۰،سورہ انعام ۱۴۶،وغیرہ) اس قسم کی تعلیم ہم پر عیاں کردیتی ہے کہ قرآن صرف خاص ممالک واقوام پر ہی حاوی ہوسکتا ہے ۔ لیکن کلمتہ اللہ نے اس قسم کی تعلیم کے نقص کو رفع کردیا اورفرمایا کہ کوئی شئے بذاتہ حرام نہیں (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱۵باب ۱۱تا ۱۹آیت ،خط اہل رومیوں ۱۴باب ۱۴آیت ،خط اول تمطاؤس ۴باب ۴آیت وغیرہ) انجیل میں ارشاد ہے کہ " خدا کی بادشاہت کھانے پینے پرنہیں بلکہ راستبازی ،محبت اوراتفاق اوراس خوشی پر موقوف ہے جو روح القدس کی طرف سے ہوتی ہے ۔ " مسیحیت اس قسم کے باطل عناصر سے یکسر خالی ہے۔

(۱۲)

اسلام میں نعمائے بہشت اور عذاب ہائے دوزخ کی تعلیم موجود ہے اس تعلیم میں صداقت کا جو عنصر ہے وہ مسیحیت میں اپنی پاکیزہ ترین صورت میں پایا جاتا ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۴باب ۲تا ۳آیت ،مکاشفہ ۲باب ۷آیت ،حضرت لوقا ۲۰باب ۲۷تا ۳۶آیت ،حضرت متی ۲۲باب ۳۰آیت ،اور۲۵باب وغیرہ) قرآن میں بہشت کی تصویر شراب اورنہروں ،عورتوں،غلاموں ،وغیرہ پر مشتمل ہے جس سے سلیم الطبع اشخاص متنفر ہوجاتے ہیں لیکن مسیحیت کے مطابق تمام باتیں ناقص اور باطل ہیں۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۱۲باب ۲۵آیت وغیرہ)یہ تعلیم صرف ان لوگوں کو ہی بھلی معلوم ہوسکتی ہیں جو ترقی کی ابتدائی منازل پر ہوں لیکن اس طبقہ کے باہر یہ تعلیم دیگر ممالک واقوام کی رہبری نہیں کرسکتی اوریہی وجہ ہے کہ اس قسم کے اباطیل کو مسیحیت میں جگہ حاصل نہیں۔

(۱۳)

اسلام میں جہاد کی تعلیم موجود ہے (سورہ توبہ ۲۹،۱۱۲،اور۱۱تا ۱۵،سورہ محمد ۴وغیرہ) جو صرف خاص قوم او رملک سے ہی متعلق ہوسکتی ہے ۔بذریعہ جنگ وجدل لوگوں کو کسی مذہب میں جبریہ داخل کرنے اورلوٹ کا مال قبضہ میں رکھنے (سورہ انفال ۷۰وغیرہ)کی تعلیم ہرگز اس قسم کی نہیں جس کا اطلاق کل اقوام اور ممالک عالم پر ہوسکے ۔ یہ تعلیم سراسر باطل ہے لہذا کلمتہ اللہ کی تعلیم میں دخل نہیں پاتی۔ علیٰ ہذا القیاس

قرآن قصاص وانتقام کی تعلیم دیتا ہے۔(سورہ بقرہ ۱۹۰،سورہ مائدہ ۴۹،سورہ شوریٰ ۳۴تا ۳۸،سورہ نحل ۱۷۲وغیرہ) لیکن کلمتہ اللہ نے جیساہم گذشتہ فصل میں بیان کرچکے ہیں اس قسم کی تعلیم کو باطل قراردے دیا ہے ۔

(۱۴)

عورات کی حیثیت کے متعلق احکام قرآن میں پائے جاتے ہیں (سورہ نسا ء ۲۳تا ۲۸،سورہ بقرہ ۲۲۳وغیرہ)یہ احکام عرب جاہلیت کو سدھارنے کی خاطر وضع کئے گئے تھے ۔ ان میں جو صداقت کے پہلو ہیں وہ بدرجہ احسن انجیل جلیل میں موجود ہیں جیسا کہ ہم اس باب کی فصل اول میں ذکر کرچکے ہیں ۔لیکن قرآنی تعلیم کے ناقص پہلو مثلاًتعداد ازدواجی ،طلاق وغیرہ (سورہ نسا ءآیت ۳،سورہ بقرہ ۲۳۱،۲۳۰وغیرہ) صرف خاص ملک قوم اور طبقہ کے ساتھ ہی تعلق رکھ سکتے ہیں اوران کے اصول کا اطلاق کل دنیا کے ممالک واقوام پرنہیں ہوسکتا لہذا یہ تعلیم عالمگیر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی او ریہی وجہ ہے کہ مسیحیت ان تمام ناقص غیر مکمل اورباطل عناصر سے پاک ہے۔

(۱۵)

قرآن میں اصول مواخات صرف مسلمانوں کے دائرہ تک محدود کیا گیا ہے (سورہ حجرات ۱۰)مسیحیت میں اخوت کا اصول بدرجہ احسن موجود ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۲۳باب ۸تا ۹آیت ،۲۲باب ۴۰آیت وغیرہ) اس مضمون پر ہم گذشتہ فصل میں مفصل بحث کرچکے ہیں ۔ صداقت کا وہ عنصر جو قرآن کی تعلیم اخوت میں ہے اپنی اعلیٰ ترین صورت میں انجیل شریف میں موجود ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۳باب ۳۴تا ۳۵آیت ،۱۵باب ۱۲تا ۱۴آیت وغیرہ)لیکن قرآنی تعلیم میں نقص یہ ہے کہ اخوت کو ایک طبقہ تک ہی محدود کردیا گیا ہے (سورہ حجرات ۱۰) اوردوسروں سے دوستی رکھنے سے منع کیا گیا ہے ۔ (سورہ فتح ۲۹،سورہ انفال ۷۴،سورہ مائدہ ۶۲،سورہ ممتحنہ ۸تا۹وغیرہ) کلمتہ اللہ کی تعلیم نے اس ناقص اورغیر مکمل حد کو توڑکر نوع انسانی کی اخوت کا سبق دیا ہے ۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۵باب ۴۳تا ۴۸آیت حضرت لوقا ۱۰باب ۳۰تا ۳۷آیت ،حضرت متی ۷باب ۱۲آیت ،خط اہل گلتیوں ۳باب ۲۸آیت ،۵باب ۱۳آیت ،خط۔اہل۔ رومیوں ۱۲باب ۵آیت ،خط اول حضرت یوحنا ۴باب ۷تا ۸آیت ۱۲اور۲۰آیت ،خط۔اول اہل کرنتھیوں ۱۳باب اورخط۔اہل افسیوں ۵باب ۲آیت اورخط اول حضرت پطرس ۱باب ۲۲آیت)۔

ہم نے اسلام اورقرآن کے اہم اصول پر نظر کرکے دیکھا ہے کہ ان اصول میں جو صداقت کے پہلو ہیں وہ سب کے سب مسیحیت میں پاکیزہ ترین صورت میں پائے جاتے ہیں لیکن قرآنی تعلیم کے ناقص ،غیر مکمل اور باطل پہلوؤں کو مسیحیت میں کہیں دخل نہیں۔ لہذا مسیحیت ان تمام صداقتوں کو اپنے اندر جمع رکھتی ہے جو اسلام کی کامیابی کا باعث ہیں لیکن ان تمام اباطیل سے پاک ہے جو اسلام کی ناکامی کا باعث ہیں۔ ہم نے اس مضمون پر ایک اور کتاب میں مفصل بحث کی اور ثابت کیا ہے کہ اسلام ان ناقص اور غیر مکمل عناصر کی وجہ سے عالمگیر مذہب نہیں ہوسکتا۔ لیکن چونکہ مسیحی مذہب تمام صداقتوں کا مجموعہ ہے اور اس میں باطل اصول ہر گز نہیں پاتے لہذا صرف وہی عالمگیر مذہب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

مسیحیت کی جامعیت

مختلف مذاہب کے اصول کے مطالعہ سے ناظرین پر واضح ہوگیا ہوگا کہ مختلف مذاہب حق اور صداقت کے صرف مختلف پہلوؤں پر ہی زور دیتے ہیں اور باقی پہلوؤں کو نظر انداز کردیتے ہیں۔ مثلاً ہندو مذہب ہمہ اوستی عقیدہ کا قائل ہوکر خدا کے رفیع اور بلند وبالا ہونے کو نظر انداز کردیتا ہے ۔اسلام میں خدا کے بلند وبالا ہونے پر اس قدر زور دیا گیا ہے کہ خدا اور انسان میں ایک وسیع خلیج حائل کر دی گئی ہے۔ علی ہذا القیاس اگر اسلام ایک صداقت پر زور دیتا ہے تو دوسری قسم کی صداقت کو نظر انداز کردیتا ہے ۔ لیکن مسیحیت میں صداقت کے مذکورہ بالا دونوں عناصر پہلو بہ پہلو ایک ہی نظام میں منظم ہوکر ہم کو نظر آتے ہیں۔ کلمتہ اللہ کی تعلیم کے مطابق خدائے قدوس محبت کا خدا ہے جو بنی آدم سے بلند و بالا بھی ہے اور اپنی ازلی محبت کی وجہ سے ہر فرد بشر کے ساتھ رفاقت رکھتا ہے ۔ بدھ مت میں عدل اور انصاف پر بے حد زور دیا گیا ہے لیکن اس مذہب میں محبت کو جو انسان کے دل کو فی الحقیقت بدل دیتی ہے نظر انداز کردیا گیا ہے ۔ مسیحیت میں خدا کی محبت اور خدا کا عدل دونوں پہلو بہ پہلو پائے جاتے ہیں ۔ چین کے کنفوشیس کا مذہب دینوی تعلقات کی پاکیزگی پر زور دیتا ہے

لیکن اس حقیقت کو نظر انداز کردیتا ہے کہ یہ تعلقات ان ازلی تعلقات کا عکس ہیں جو خدا اورانسان کی ذات سے متعلق ہیں۔ مسیحیت میں ازلی اوردنیاوی تعلقات دونوں پر زوردیا گیا ہے ۔ جاپان کا شنٹو مذہب حب الوطنی کا سبق سکھلاتا ہے لیکن اس مذہب کے نذدیک ملک کی محبت صرف ایک ملک یعنی جاپان تک محدود ہے لیکن مسیحیت صداقت کے اس عنصر کو کامل کرکے یہ تعلیم دیتی ہے کہ ہم نہ صرف اپنے ملک اورقوم کے ساتھ بلکہ تمام ممالک واقوام کے ساتھ محبت کریں۔

بستہ رنگ ِخصوصیت نہ ہو میری زبان

نوع انساں قوم ہو میری،وطن میرا جہاں (اقبال)

پس صداقت کے مختلف عناصر مختلف مذاہب میں یہاں اوروہاں اورجگہ بہ جگہ اِدھر اُدھر بکھرے پڑے ہیں لیکن یہ تمام کے تمام عناصر مسیحیت میں اپنی نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ صورت میں ایک جگہ جمع ہیں۔ یہ سب کے سب عناصر مختلف شعاعوں کی طرح ہیں جن کے ذریعہ " عالم ِبالا کا آفتاب لوگوں پر طلوع ہوا"(انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۱باب ۷۸آیت)۔اور"مسیحیت " آفتاب صداقت " ہے۔ (بائبل مقدس صحیفہ حضرت ملاکی ۴باب ۲آیت ،انجیل شریف خط افسیوں ۵باب ۱۴آیت وغیرہ)۔جس کے بانی نے فرمایا ہے کہ " دنیا کا نور میں ہوں ،جومیری پیروی کرے گا وہ اندھیرے میں نہ چلے گا بلکہ زندگی کا نور پائے گا ۔(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۸باب ۱۲آیت)۔

(۲)

حق تو یہ ہے کہ ادیان ِ عالم کی مختلف صداقتیں صرف مسیحیت میں ہی جمع ہوکر محفوظ رہ سکتی ہیں۔ کیونکہ ان مذاہب میں صداقت کا عنصر بطالت کے عناصر کے ساتھ اس قدر ملا جلا ہوتا ہے کہ صداقت کے عنصر کی ہستی ہمیشہ معرض خطر میں رہتی ہے ۔ان مذاہب میں صداقت اور بطالت کے عناصر ایک جگہ باہم خلط ملط پائے ہیں ۔ مثلاً اگر کسی الہامی کتاب میں ایک صفحہ پر خدا کی قدوسیت کی تعلیم دی گئی ہو اس کے لگلے صفحہ پر ایسی باتیں ہوں جو مخرب ِاخلاق ہیں تو صداقت کا عنصر انسان کی زندگی کو کس طرح متاثر کرسکے گا ؟ان مذاہب میں غلط تصورات کے بادل اورکالی گھٹا ئیں صداقت کے عناصر کی شعاعوں کو چھپا لیتی ہیں اورصداقت کی طاقت کمزورپڑ جاتی

ہیں اور روحانی تاریکی چھا جاتی ہے ۔ مثلاً ہندوؤں کا تعلیم یافتہ طبقہ اوربت پرستی اوردیگر اوہام سے بیزار ہے ۔ لیکن اس میں کروڑوں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو بت پرستی پر قائم ہیں۔ ہندودھرم کے اندر خدا پرست بھی ملحد اوردہریہ بھی ہیں۔ ہمہ اوستی اورمادہ پرست دونوں اس کے حلقہ بگوش ہیں ہندو دھرم مختلف قسم کے عقائد اورمتضاد خیالات کا مجموعہ ہے اورکوئی طاقت ان مختلف متضاد خیالات اوراعتقادات کو جو منتشر صورت میں ہندودھرم میں پائے جاتے ہیں باہم ایک جگہ نہیں کرسکتی ۔ کوئی انسان ہندو دھرم کی صداقت کو مضبوطی سے قائم نہیں رکھ سکتا کیونکہ وہ اسی دھرم کے باطل عقائد کے ساتھ نظام میں منظم ہیں اور صداقت اور بطالت کے عناصر اس مذہب کے جزو لانیفک ہوچکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس طبقہ کی روزمرہ کی زندگی کے معاملات پر صداقت کے عناصر کا اثرنہیں ہوتا ۔ عملی زندگی میں اچھے اوربرے حصص کی تمیزنہیں ہوسکتی صداقت کے عناصر بذاتِ خود قائم نہیں رہ سکتے کیونکہ وہ باطل عنصروں کے ساتھ بے حد خلط ملط ہوچکے ہیں۔ یہی حال دیگر مذاہب کا ہے ۔ ان کے بطالت کے عناصر کی آندھیاں صداقت کے عناصر کے ٹمٹاتے چراغ کو بجھا دیتی ہیں۔

تمام صداقتیں مسیحیت میں قائم اورمحفوظ رہتی ہیں کیونکہ مسیحیت میں حق اورباطل کا تانا بانا نہیں اورنہ اس میں تاریکی کا کوئی نشان ہے (انجیل شریف خطاول حضرت یوحنا ۱باب ۵آیت)مسیحیت ایک ایسا جامع مذہب ہے جس میں مختلف مذاہب کی تمام صداقتیں جمع ہوکر زوراورقوت حاصل کرتی ہیں۔ چونکہ اس میں بطالت کا نام تک نہیں لہذا کمزوری اورناکامی اس کی قسمت میں روزاول ہی سے نہیں۔ وہ جس ملک میں گئی غالب آئی اورادیانِ عالم پر اپنی صداقت کی قوت سے فتح حاصل کرتی چلی آئی ہے۔ مسیحیت میں صداقت کے تمام اصول زندہ قائم اوراستوارہوجاتے ہیں۔ اورابدی زندگی کو پہنچاتے ہیں۔ مسیحیت مختلف مذاہب کی صداقتوں کو ان مذاہب کے باطل عناصروں سے مخلصی دلا کر ان کی تمام بیماریوں سے شفا دے کر ان صداقتوں کو ہلاک ہونے سے بچاتی ہے۔یہ صداقتیں عقاب کی مانند از

سرنو جوان ہوجاتی ہیں اورمسیحیت کی آغوش میں پرورش پاکر بنی نوع انسان کو اس قابل بنادیتی ہیں کہ وہ خدا کی صورت پر ہوجائیں۔

(۳)

علاوہ ازیں ادیانِ عالم میں ہم حق اورباطل کے عناصر کی جو امتیازکرتے ہیں وہ مسیحیت کی طفیل اورمسیحیت کی روشنی میں ہی کرسکتے ہیں۔ یہ مذاہب خود اس قسم کی صلاحیت نہیں رکھتے کہ حق اورباطل کے عناصر میں تمیز کرسکیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان مذاہب کے پیروان کے اچھے اور برے حصص دونوں پر عمل کرتے ہیں۔ مثلاً ہندو دھرم کے اصول کی روشنی میں ذات پات کی قیود اوراچھوت کو برا نہیں کہا جاتا جس طرح اہل ہنود اپنے دھرم کے اچھے اصول پر عمل پیرا ہیں اسی طرح وہ اچھوت کے اصول پر عمل کرتے ہیں۔ ہندو دھرم اس بات کا اہل نہیں کہ ایک کو دوسرے سے جدا کرے ۔ گاندھی جی نے مسیحیت کی روشنی میں ہی اچھوت کے خیال کو مذموم بات قراردے کراس کے خلاف جہاد شروع کیا ہے ۔لیکن گاندھی جی بت پرستی کے خلاف نہیں اورذات پات کے قائل ہیں۔ اسلامی دنیا تعداد ازدواج پر ہمیشہ عمل کرتی آئی ہے اور زمانہ ماضی میں اسلام کی روشنی میں اس کو کبھی مذموم قرارنہیں دیاگیا لیکن مسیحیت کی ضیا پاشی کی وجہ سے اب یہ رسم مذموم خیال کی جاتی ہے پس مسیحیت کے اصول کی روشنی میں ہی ہم ان مذاہب کے اچھے اوربرے پہلوؤں میں تمیزکرسکتے ہیں۔ اورنہ صرف یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ ان میں کیا کچھ ہے بلکہ یہ بھی معلوم کرسکتے ہیں کہ ان میں کیا کچھ نہیں ہے ۔

کلمتہ اللہ کے اصول کی روشنی میں کل دنیا کے مذاہب اس بات کی سر توڑ کوشش کررہے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اپنے اصولوں کی اصلاح کریں۔ ہندودھرم اب وہ نہیں رہا جو پچاس سال پہلے تھا۔ اسلامی تعلیم اب وہ نہیں رہی جو پچھلی صدی میں مکتبوں اور مسجدوں میں اور منبروں پر سے دی جاتی تھی۔ دقیانوسی ملانوں کے وعظوں پر اسلامی ممالک مثلاً مصر،ایران ،ترکی وغیرہ میں کوئی صحیح العقل شخص دھیان نہیں دیتا۔ چین او رجاپان کے مذاہب کا بھی یہ حال ہے ۔ مسیحی تصورات نے ان کے عقائد اوررسوم کی بطالت کو ایسا

ظاہر کردیا ہے کہ ان کے پیرو مسیحیت سے متاثر ہوکر ان سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔ اور انجیل جلیل کے زندہ اصول سے زندگی کا دم لے کر اپنے مذاہب کی بوسیدہ ہڈیوں میں پھونکنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔ چین کی نئی پود اپنے دیوتاؤ ں کے مندروں کے اندر قدم نہیں رکھتی۔ کنفوشیس اور ٹاؤ مذاہب لاچار کھڑے زمانہ کی نیرنگیاں دیکھ رہے ہیں او ریہ صلاحیت نہیں رکھتے کہ وہ نئی نسل اور نئی قوم کو شاہراہ ترقی پر چلا سکیں۔

کلمتہ اللہ کی تعلیم نے ہندوستان کو اس قدر متاثر کر رکھا ہے کہ ہندو اور مسلمان اپنے مذاہب کی کاٹ چھانٹ کرکے ان کو مسیحی تصورات کے مطابق کرنے کی کوشش میں مشغول ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ تصورات تو ہمارے مذاہب کا اصلی حصہ ہیں اور مسیحیت کو "بدیشی" مذہب قرار دے کر اپنے ہم وطنوں کے قومی جذبات کو بھڑکاتے ہیں تاکہ کہیں مسیحیت غالب نہ ہوجائے۔

کس نیا موخت علم تیرا ازمن
کہ عاقبت مرا نشانہ نکرد

لیکن یہ چال کوئی نئی بات نہیں ہے ۔ جس ملک میں مسیحیت گئی وہاں کے مذاہب نے یہی وطیرہ اختیار کیا لیکن چونکہ وہ اپنے اندر زندگی نہ رکھتے تھے بالآخر مغلوب ہوئے اور مسیح فاتح ہوا۔

باب سوم

سیدنا مسیح ابن اللہ

فصل اول

کلمتہ اللہ بنی نوع انسان کے لئے کامل نمونہ ہیں

کامل نمونے کی ضرورت

ہم نے اس رسالہ کے بابِ اول میں لکھا تھا کہ عالمگیر مذہب کے لئے ضروری ہے کہ اس کا بانی ایک عالمگیر نمونہ ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مجرد تصورات اور اصول اپنے اندر

سرے سے یہ صلاحیت نہیں رکھتے کہ انسانی زندگی کو تبدیل کرسکیں دورِحاضرہ میں علم التعلیم کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ بچے نمونہ سے سیکھتے ہیں محض اصول کارگرنہیں ہوتے۔

ہر بچہ کے والدین اور استاد اس واضح حقیقت کو جانتے ہیں کہ بچے نقال ہوتے ہیں اوران سے وہی افعال سرزد ہوتے ہیں جو دوسروں سے سرزد ہوتے ہیں۔ اگر باپ شرابی ہے تو وہ خواہ اپنے بچے کو شراب پینے سے کتنا ہی منع کرے بچہ شراب پینے سے ہرگز بازنہ رہے گا کیونکہ شرابی باپ کا نمونہ ہر وقت اس کے ساتھ ہوتا ہے ۔پس عالمگیر مذہب کے اصول خواہ کتنے ہی اعلیٰ اورارفع ہوں وہ اپنے اندریہ اہلیت نہیں رکھتے کہ نیک افعال کے محرک ہوسکیں۔ اگر مجرد اصول اپنے اندریہ قوت رکھتے اورکسی شخص کی زندگی کو تبدیل کرسکتے تو علما کا شمار مقدسین کے گروہ میں ہوتا چنانچہ یعقلون ما یعقلون قرآن میں آیا ہے اور ہر شخص "عالم بے عمل " سے واقف ہے پس جب نیک اصول کسی ایک شخص کی زندگی کو تبدیل کرنے سے عاجزہیں تو وہ نوع انسان کی کایا پلٹ دینے میں کس طرح کامیاب ہوسکتے ہیں؟نوع انسانی کی زندگی کو تبدیل کرنے کے لئے ایک کامل انسانی نمونہ کی ضرورت ہے ۔ جہاں عالمگیر مذہب میں اعلیٰ اورارفع اخلاقی اصول کا ہونا ایک لازمی امر ہے وہاں اس سے بھی زیادہ ضروری یہ امر ہے کہ عالمگیر مذہب ایک عالمگیر نمونہ پیش کرے جو تمام اقوام وممالک اورازمنہ کے کروڑوں افراد کی زندگیوں کو متاثرکرسکے۔

مسیحیت کے اصول اور جنابِ مسیح کی شخصیت کا تعلق

کل ادیانِ عالم میں مسیحیت اکیلا واحد مذہب ہے جو اس صداقت پر زوردیتا ہے کہ عالمگیر مذہب میں ایک کامل نمونہ کا ہونا ازحد لازمی اورلابدی امر ہے ۔اسلام اور ہندو مذہب کی کتابوں میں جیسا ہم گذشتہ باب میں ذکر کرچکے ہیں صداقت کے عناصر پائے جاتےہیں لیکن اصول خواہ کیسے سنہرے ہوں بذاتِ خود ایک خوبصورت خواب کی مانند ہوتے ہیں۔ ان میں یہ طاقت نہیں ہوتی کہ بذاتِ

خود کسی گنہگار انسان کو نیک زندگی بسر کرنے کی قدرت عطا کرسکیں مسیحیت میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب ابن اللہ اس دنیا سے آسمان پر صعود فرماگئے تو آپ ورثہ کے طور پر اپنے پیچھے کوئی کتاب نہ چھوڑگئے جو اصول پر مشتمل ہو۔ بلکہ آپ نے مسیحی کلیسیا کو ورثہ کے طور پر اپنا کامل اوراکمل نمونہ دیا۔ ابن اللہ کی شخصیت ایک زندہ صحیفہ اور کتاب ہے جس کو ہر شخص پڑھ سکتا ہے ۔ ہر زمانہ ملک اورقوم کے افراد جیتی جاگتی چلتی پھرتی ہنستی بولتی تصویر کو دیکھ کر کہتے آئے ہیں کہ جس نے اس کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا۔ ابن اللہ کا ترس ،رحم ،ہمدری اورمحبت دیکھ کر گنہگار دنیا خدا کی ازلی محبت کا یقین کرسکتی ہے کیونکہ آپ کے خیالات ،تصورات ،احساسات ،جذبات ،اقوال ،افعال وغیرہ سب کے سب اس الٰہی محبت کا زندہ ثبوت ہیں۔ آپ کی زندگی حقیقی طور پر خدا کا مکاشفہ تھی۔ مسیحی کلیسیا انا جیل اربعہ کو اس واسطے مانتی ہے کیونکہ ان میں اس مکاشفہ کا تذکرہ پایا جاتا ہے ۔ تمام رسول اپنی تحریرات اورتقریروں کے ذریعہ اس کا مل مکاشفہ کا مطلب لوگوں پر واضح کرتے ہیں اورتقریریں اورتحریریں انجیل کی کتب میں پائی جاتی ہیں لیکن اصل شئے ابن اللہ کی وہ پاک اورکامل زندگی تھی جس کے ذریعہ کلمتہ اللہ نے دنیا پر خدا کا مکاشفہ ظاہر کیا ۔ باقی تمام مذاہب اپنی دینی کتب کو پیش کرتے ہیں۔ جو مختلف اصولوں کا مجموعہ ہیں لیکن مسیحیت کسی کتاب یا اصول پر مشتمل نہیں اگرچہ جیسا ہم نے باب دوم میں ثابت کردیا ہے اس کے اصول اعلیٰ ارفع اور ہمہ گیر ہیں۔ مسیحیت کا تمام دارومدار کلمتہ اللہ کی زندہ شخصیت پر ہے جو مسیحیت کی روحِ رواں ہے۔

(۲)

ابن اللہ کی زندگی کا انجیل شریف کی اخلاقیات کے ساتھ گہرا تعلق ہے ۔ابن اللہ کا جو تعلق خدا کے ساتھ تھا وہ لاثانی تھا۔ آپ کی کامل زندگی کو دیکھ کر آپ کے حوارئین پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ خدا کا جو مکاشفہ آپ نے ظاہر کیا ہے وہ محض آپ کی تعلیم اورالفاظ میں ہی نہیں تھا بلکہ آپ کی زندگی اورنمونہ میں تھا۔ آپ کی تعلیم لوگوں کے دلوں کو متاثر کرتی تھی (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۷باب ۴۶آیت

وغیرہ)۔کیونکہ وہ تعلیم ایک ایسے باقدرت اوربا اختیار شخص کے منہ سے نکلتی تھی (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۱باب ۲۲آیت ،حضرت متی ۷باب ۲۸تا۲۹ آیت وغیرہ)جس کی زندگی کامل تھی (انجیل شریف خط دوم اہل کرنتھیوں ۴باب ۴آیت ،خط ِاہل کلیسوں ۱باب ۲۹آیت ،خط عبرانیوں ۱باب ۳آیت ،۲باب ۱۰آیت وغیرہ) آپ کی زندگی آپ کی تعلیم کی ایک بے مثال مثال تھی ۔ اگرآپ کی تعلیم میں خدا کی محبت اورانسان کی محبت باہم پیوستہ تھی توآپ کی عملی زندگی میں بھی لوگوں کو خدا کی محبت اورانسان کی محبت یکجا نظرآتی تھی۔آپکی زندگی سے یہ سب پرعیاں ہوگیا تھا کہ باپ (پروردگار) کی محبت آپ کے تمام اعمال وافعال کی محرک تھی اوریہ محبت آپ نے بنی نوع انسان کے ساتھ محبت کرنے اوران کی خدمت کرنے سے ظاہر کی۔ مسیحیت میں جو نرالی بات ہے وہ محض کلمتہ اللہ کی تعلیم ہی نہیں بلکہ جس طریقہ سے آپ نے زندگی بسر کی وہ دنیا جہاں سے نرالا ہے ۔ آپ کی تعلیم کے ہرلفظ کی پشت پرآپ کی مثال اورنمونہ ہے جس نے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال رکھا ہے۔

دیگر مذاہب کے بانی عمر رسیدہ ہوکر اس دنیا سے رحلت کرگئے اورمدت ِمدید تک لوگوں کو تعلیم دیتے رہے چنانچہ رسول عربی نے ۲۲سال اورمہاتما بدھ نے ۴۵سال تک تعلیم دی۔ لیکن کلمتہ اللہ نے صرف ۳۳سال کی عمرپائی جس میں آپ نے صرف تین سال کے قریب تعلیم دی۔ جو کچھ آپ نے کیا اور کہا زیادہ سے زیادہ سے چالیس صفحوں کے اندرلکھا جاسکتا ہے جس کو ایک معمولی سمجھ کا انسان دو تین گھنٹوں میں باآسانی تمام پڑھ سکتا ہے لیکن آپ کی تعلیم اورزندگی نے دنیا کی کایا پلٹ دی ہے۔ آپ کی تعلیم زندگی اور نمونہ نے کسی ایک ملک یا قوم یا پشت یا زمانہ کوہی متاثر نہیں کیا بلکہ دو ہزار سال سے دنیا کے ہر ملک کے گوشے گوشے اورہرقوم کے ہر زمانہ کے کروڑوں افراد کے دلوں کو مسخر کرلیا ہے۔ چنانچہ مورخ لیکی (Lecky)رقمطراز ہے کہ "اگرچہ مسیح نے صرف قریباً تین سال تک تعلیم دی اورخلق خدا کی خدمت کی تاہم اس قلیل مدت میں اس کے پاکیزہ نمونہ اورخصلت کے بے نظیر کرشمہ نے دنیا کو ایسا متاثر کردیا کہ انسان کی فطرت میں جو وحشت اورسنگدلی تھی اس

کی اصلاح ہوگئی اوردنیا میں محبت کا ایسا دوردورہ ہوگیا کہ فلاسفروں کی سینکڑوں سالوں کی تعلیم اور اخلاقیات کے استادوں کی ہزاروں نیک مساعی سے اس سے پہلے نہ ہوا تھا۔"

دیگر مذاہب کے بانیوں کے برعکس آپ کی پشت پر نہ قوت تھی اور سطوت نہ سلطنت آپ کے حوارئین نہ صاحبِ جاہ تھے نہ صاحب ثروت ودولت بلکہ معمولی مچھوؤں اور محصول لینے والے جاہل گنوار اور ناہموار اشخاص تھے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۷باب ۵۲آیت ،۱باب ۴۶آیت ،۷باب ۴۹آیت ،حضرت متی ۹باب ۹آیت ،حضرت مرقس ۱باب ۲۰آیت)اس قسم کے محدود وسائل کے ذریعہ ابن اللہ نے اپنی غیر فانی بادشاہت کو قائم کیا جس کا وجود بجائے خود اعجازی ہے۔ روئے زمین پر کسی شخص کی سیرت پر بے شمار زبانوں میں اس کثرت سے کتابیں نہیں لکھی گئیں جتنی ابن اللہ کی زندگی پر لکھی گئیں ہیں۔ کلمتہ اللہ کی زندگی میں یہ اعجاز ہے کہ ہر شخص آپ کا شیفتہ اورگرویدہ ہوجاتا ہے ۔ جنابِ مسیح کا وجود ایک مقبولِ عام ہستی ہے ۔آپ کی مقبولیت کا رازآ پ کی ہمہ گیر شخصیت میں مضمر ہے ۔ دیگر مذاہب کے پیرو ہر ممکن طورپر کوشاں ہیں کہ اپنے مذاہب کے بانیوں کی زندگیوں میں سے وہ تمام واقعات کسی نہ کسی طرح سے خارج کردیں جو ابن اللہ کی زندگی اورنمونہ کے خلاف ہیں۔ او ران کی زندگیوں میں جو عیوب ہیں وہ کسی نہ کسی طرح ہنرظاہر ہوجائیں۔

بقول مولانا حالی:

پوچھا جوکل انجام ترقی بشر
یاروں سے کہا پیرمغاں نے ہنس کر
باقی نہ رہے گا کوئی انسان میں عیب
ہوجائینگے چھل چھلا کے سب عیب ہنر

غیر مسیحی مذاہب کے پیرو بڑی جدوجہد کرکے اپنے ہادیوں اورنبیوں کی زندگیوں کی دلکش تصویر کھینچتے ہیں (جو عموماً حقیقت کی بجائے ان کی اپنی قوت متخیلہ پر مبنی ہوتی ہے)تاکہ عوام الناس کی نظروں میں ان کے دینی رہنماؤں کی ہستی ایک قابلِ قدر شخصیت متصور ہوسکے لیکن کلمتہ اللہ کی ذات انسان کی قوت متخیلہ اورقلمی مساعی سے مستغنی ہے۔

زعشق ناکمال ماجمال یارمستغنی است

باب ورنگ وخال وخط چه حاجت روئے زیبا

بلکہ غیر مسیحی احباب کی شکایت یہ ہوتی ہے کہ پردیسی مبلغین اس بات کے اہل نہیں کہ ہندوستانیوں کے سامنے مسیح کی دلآویز تصویر کو ایسے پیرایہ میں پیش کریں جو اس کا حق ہے تاکہ ان کے خیالات وجذبات کو متاثر کرے۔

(۴)

مسیحیت کی فتح کا رازہی یہ ہے کہ مسیحیت مسیح ہے اور مسیح مسیحیت ہے ۔ ابن اللہ کی شخصیت اور عالمگیر پیغام میں ایک ایسا بے نظیر تعلق ہے جو کسی دوسرے مذہب میں موجود نہیں جیسا حضرت محمد صاحب کا عرب کے مذہب کے ساتھ ہے یا مہاتما بدھ کا ہندوستان کے قدیم مذہب کے ساتھ یا حضرت زرتشت کا ایران کے مذہب کے ساتھ ہے۔ان مذاہب کے بانیوں کی زندگی ان کے پیغام کا حصہ نہیں۔ وہ محض پیغام بر ہیں اور بس۔ لیکن مسیحیت کی یہ حالت نہیں ہے ۔کلمتہ اللہ کی ذات بابرکات آپ کے پیغام یا خوشخبری یا انجیل شریف کا جزو لاینفک ہے ۔ یہ نمایاں حقیقت ہمارے مقدس مذہب کے نام یعنی "مسیحیت " سے عیاں ہیں کسی دوسرے مذہب میں یہ بات نہیں پائی جاتی کہ اس کے بانی کی شخصیت اس کا جزو ہو مثلاً حضرت محمد کے مذہب کا نام "محمدیت " نہیں بلکہ اسلام ہے ۔ بدھ مت کی مقدس کتابوں میں اس مت کا نام"بدھ مت " نہیں۔ حضرت محمد نے اہل ِعرب کو اسلام کے اصول کی تلقین کی لیکن جناب مسیح نے ہر ایک کو یہی فرمایا"میرے پیچھے چلے آؤ(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۴باب ۱۹آیت)"تو میرے پیچھے چل "(حضرت متی ۸باب ۲۲آیت)"میرے پیچھے ہولے "(حضرت متی ۹باب ۹آیت)"اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی کا انکا رکرے اوراپنی صلیب اٹھائے اور میرے پیچھے ہولے "(حضرت مرقس ۸باب ۳۴آیت)"اپنا سب کچھ غریبوں کو بانٹ دے اور میرے پیچھے ہولے "(حضرت لوقا ۱۸باب ۲۳آیت)"میرے پیچھے چل "(حضرت لوقا ۵باب ۵۹آیت) "میرے پیچھے ہولے "(حضرت یوحنا ۱باب ۴۳آیت)"میرے پیچھے ہولے "(حضرت یوحنا ۲۱باب ۲۱آیت)"میری بھیڑیں میری آواز سنتی ہیں اور

میرے پیچھے چلتی ہیں اورمیں ان کو ہمیشہ کی زندگی دیتا ہوں "(حضرت یوحنا ۱۰باب ۲۷آیت)"اگر کوئی شخص میری خدمت کرنا چاہے تو میرے پیچھے ہولے "(حضرت یوحنا ۱۲باب ۲۶آیت)"دنیا کا نور میں ہوں جو میری پیروی کرے گا وہ اندھیرے میں نہ چلے گا بلکہ زندگی کا نورپائے گا "(حضرت یوحنا ۸باب ۱۲آیت)جناب مسیح کا تعلق مسیحیت کے ساتھ گہرا اور لاثانی ہے ۔ دیگر مذاہب کی خصوصیت ان کی تعلیم میں ہے لیکن مسیحیت کی امتیازی خصوصیت اس کی تعلیم نہیں بلکہ اس طغرائے امتیازیہ ہے کہ اس کی زندگی اس کے بانی کی زندگی کے ساتھ وابستہ ہے ۔اس کے پیرو اس کے بانی کی تعلیم پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ اس کی ذات پر ایمان رکھتے ہیں۔ مسلمان اللہ پر اوراس کے رسول پر اوراسکی کتابوں پر اور فرشتوں پر اورقیامت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن مسیحی جناب مسیح پر ایمان رکھتے ہیں اورخدا پر اس لئے ایمان رکھتے ہیں کہ وہ مسیح کی مانند ہے۔ وہ انجیل شریف پر اس لئے ایمان رکھتے ہیں کہ اس میں وہ مکاشفہ موجود ہے جو خدا نے جناب مسیح کی ذات کے وسیلے ہم پر ظاہر کیا۔ وہ قیامت پر اس لئے ایمان رکھتے ہیں کہ جناب مسیح نے مردوں میں زندہ ہوکر ثابت کردیاکہ "قیامت اور زندگی میں ہوں "(حضرت یوحنا ۱۱باب ۲۵آیت)مسیحیت کی بنا وہ رشتہ ہے جو جناب مسیح اور آپ کے پیرووں کے درمیان ہے ۔ اوررشتہ لاثانی اور بے نظیر ہے ۔ مہاتما بدھ کی شخصیت کا بدھ مت کے ساتھ مطلق تعلق نہیں۔ چنانچہ اپنی موت سے پہلے اس نے انند کو کہا " اے انند جو تعلیم اورقوانین میں تم کو سکھلائے ہیں وہ میری موت کے بعد تمہارے آقا ہونگے "۔اسی طرح حضرت محمد اسلام نہیں پیغمبر اسلام ہے لیکن مسیحیت مسیح ہے اوراس کے بغیر مسیحیت کچھ چیز نہیں۔ رسول ِعرب کی شخصیت سے اسلام کی تعلیم کا کچھ واسطہ نہیں۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ "محمد اس سے بڑھ کر اورکچھ بھی نہیں کہ وہ ایک رسول ہے اوربس ۔ اس سے پہلے اوربھی رسول ہو گذرہیں پس اگر محمد مرجائے یاقتل ہوجائے توکیا تم اپنے الٹے پیروں کفر کی جانب پھر لوٹ جاؤ گے "(سورہ آل عمران ۱۳۸) ۔ اس ظاہر ہے کہ اسلامی تعلیم حضرت محمد کی ذات سے مستغنی ہے لیکن مسیحیت کی تعلیم منجی عالمین کی ذات بابرکات سے مستغنی نہیں

ہوسکتی کیونکہ آپ کی ذات آپ کے پیام کا جزو لا ینفک ہے ۔ مسیحیت کا پیغام جناب مسیح کی ذات کو نوع انسانی کے سامنے پیش کرتا ہے اوربس "خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا (یعنی جناب مسیح نعوذ باللہ جسمانی بیٹا نہیں روحانی بیٹا) بخش دیا تاکہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ابدی زندگی پائے "(حضرت یوحنا ۳باب ۱۶آیت)۔ خدا کی محبت اورہمیشہ کی زندگی جناب مسیح پر ایمان لانا ہے ۔ نجات آپ کی ذات مبارک کے ساتھ وابستہ ہے ۔ دیگر مذاہب مثلاًاسلام وغیرہ کا پیغام ان کے خصوصی عقائد پر مشتمل ہے لیکن مسیحیت عقائد یا اخلاقی قوانین پر مشتمل نہیں بلکہ اس کی تعلیم کی علت غائی یہی ہے بنی نوع انسان کو جناب مسیح کے پاس لائے ۔

صد کتاب وصدورق درناکن

جان ودل راجا نب دیدارکن

جو اقوام یا افراد کسی زمانہ میں بھی جناب مسیح کے قدموں میں آگئے ان کے اخلاق جناب مسیح کی روح کے ذریعہ سدھرگئے ۔ آپ نے فرمایا "راہ حق اورزندگی میں ہوں "(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۴باب ۶آیت)۔کیا کسی دوسرے مذہب کے بانی نے اپنی ذات کو کبھی "صراط مستقیم ،حق اورزندگی "قراردیا ؟وہ رسول عربی کے ہم آواز ہوکر یہی کہتے رہے کہ "اھدنا الصراط المستقیم "اے خدا ہم کو سیدھی راہ پر ہدایت کر۔

لیکن ۔

نغمہ من ازجہانے دیگراست

ایں جرس راکاروانے دیگراست

جناب ِمسیح کی انجیلی تصویر صحیح اور تواریخی ہے

سطوربالا سے ظاہر ہے کہ مسیحیت اوردیگر مذاہب میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اس کے بانی کی زندگی اس کا جزو لا ینفک ہے لیکن دیگر مذاہب کے بانیوں کی زندگیاں ان مذاہب کے پیغام کا حصہ نہیں ہیں۔ مسیحیت مسیح ہے اور اس سے الگ کوئی وجود نہیں رکھتی۔ پس لازم ہے کہ کلمتہ اللہ کی زندگی (جو آپ کے اصولوں کی صحیح تفسیر ہے) نہ صرف بے لوث گناہ سے مبرا اور خطا سے پاک ہو بلکہ

روحانیت کے ہر پہلو سے کامل ہو۔ مسیحیت کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کا بانی ایک کامل انسان ہے جو کل بنی نوع انسان کے لئے ایک کامل نمونہ ہے ۔ مسیحیت اپنے خداوند کے ہم آواز ہوکر دوہزارسال سے ہر زمانہ ملک اورقوم کو چیلنج کرتی چلی آئی ہے کہ "تم میں سے کون مجھ پر گناہ ثابت کرسکتا ہے ؟"(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۸باب ۴۶آیت)۔ابن اللہ کی عصمت مسیحی ایمان کے "کونے کا پتھر" ہے۔

پس سوال اٹھتا ہے کہ کیا جناب مسیح کی تصویر جو ہم کو انجیل جلیل کی کتب میں نظر آتی ہے صحیح ہے ؟ہم اپنے رسالہ "صحت کتب مقدسہ "میں ثابت کرچکے ہیں کہ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ صفحہ ہستی پر کوئی دوسری کتاب انجیل شریف کی صحت کے معیار کو نہیں پہنچ سکتی اورجو کہ انجیل کی کتابیں ہمارے ہاتھوں میں ہیں وہ درحقیقت وہی ہیں جو ان کے مصنفین نے لکھی تھیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انجیل جلیل کے مصنفوں نے جناب مسیح کی زندگی کا نقشہ صحیح طورپر بیان کیا ہے یا کہ نہیں ؟ازروئے منطق یا تو جناب مسیح کی انجیلی تصویر حقیقت پر مبنی ہے یا وہ حوارئین کے تخیل کی شرمندہ احسان ہے اوراس کی وقعت ایک افسانہ سے زیادہ نہیں۔ شقِ اول میں اگریہ تصویر حقیقت پر مبنی ہے تو وہ ایک کامل انسان کی زندگی کا خاکہ ہے۔ شقِ دوم میں اگر جناب مسیح کا احوال جو انجیل شریف میں درج ہے محض ایک خیالی افسانہ ہے تو انجیل نویس اعلیٰ درجہ کی افسانہ نویس ،مصور اور نقاش تھے جن کے قوت متخیلہ کا پروازوہم وگمان سے بھی دارالوریٰ تھا۔ جن لوگوں نے حوارئین کے ماحول کا اوران کی ذہنیت اوران کے ذہنی ارتقا کا سطعی مطالعہ بھی کیا ہے وہ دوسری شق کو بے تامل رد کردینگے ۔ حوارئین کی قوت متخیلہ تو ایک طرف رہی جناب مسیح کے اقوال اورافعال کو سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے تھے اوروہ بارباراس حقیقت کا اعتراف بھی کرتے ہیں (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱۶باب ۸آیت ،۱۱باب ۱۵تا ۱۶آیت ،حضرت مرقس ۴باب ۱۳آیت ،حضرت یوحنا ۲۱باب ۲۲تا ۲۳آیت وغیرہ) حق تو یہ ہے کہ وہ ایماندار اوردیانتدار مورخوں کی طرح آپ کے اقوال اورافعال کو کماحقہ سمجھنے کے بغیر احاطہ تحریر میں لے آتے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انجیل میں ایک ایسی شخصیت کا ذکر ہے جو ہر پہلو سے کامل ہے ۔ انجیل نویس

خود گنہگار تھے اوران کی قوتِ متخیلہ ایک کامل شخص کا نقشہ پیش کرنے سے عاجز تھی جس طرح پانی اپنے منبع اور سرچشمہ کی سطح سے اونچا نہیں ہوسکتا ۔ بفرض محال اگر انجیل نویسوں کی قوت متخیلہ پروازکرکے ایک کامل انسان کا تصور باندھ سکی تو ایسے انسان کو وہ روزمرہ کی زندگی کے واقعات اوراپنے گردوپیش کے ماحول میں رکھ کر اورمختلف قسم کے واقعات اورحوادث میں اس زندگی کو ڈال کر ہر پہلو سے اس کو کامل بنانے میس کس طرح کامیاب ہوگئے او رکامیاب بھی ایسے ہوکہ اس تصویر میں ہم کو تصنع کا نشان تک نظر نہیں آتا ؟جناب مسیح جیسی شخصیت گھڑنے کے لئے شیکسپئر سے بھی اعلیٰ دماغ کی ضرورت ہے ۔ انجیل شریف میں جس سیرت کا خاکہ کھینچا گیا ہے اگر وہ حقیقت پر مبنی نہیں تو اس قسم کی سیرت کا ذہنی اختراع ہونا اس دنیا کا عظیم ترین معجزہ ہوگا اور اناجیل کی مرقع نگاری اعجازی شے ہوگی لیکن انجیل جلیل کا سطحی مطالعہ بھی اس بات کو واضح کردیتا ہے کہ کلمتہ اللہ کی انجیلی تصویر ایک عکسی تصویر ہے جس میں تخیل کی قوت کو رتی بھر دخل نہیں۔ انجیل میں نہایت سادہ اورعام فہم الفاظ اورسلیس عبارت میں جناب مسیح کے خیالات ،احساسات ،جذبات اورافعال وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے اورانجیل نویس کہیں اس بات کی کوشش نہیں کرتے کہ مبالغہ آمیز الفاظ میں ایک ایسی مصنوعی ہستی کا ذکر کریں جو حقیقی اورتواریخی نہ ہو۔ ان کی تحریرات سے عیاں ہے کہ وہ اپنے آقا کی تعلیم اوراپنے مولا کی زندگی کے چند واقعات بیان کرکے اس کی عظیم الشان شخصیت کا خاکہ کھینچتے ہیں (انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۱باب ۱تا ۴آیت،حضرت یوحنا ۲۱باب ۲۴تا ۲۵آیت ، خط اول حضرت یوحنا ۱باب ۱تا ۴آیت) انگلستان کا مشہور فلاسفر جان سٹوارٹ مل کہتا ہے "یہ کہنا خرافات میں شامل ہے کہ جس مسیح کا ذکر اناجیل میں ہے وہ تواریخی شخص نہ تھا۔ ذرا خیال کرو کہ مسیح کے شاگردوں میں کون اس قابل تھا جو مسیح کے اقوال اختراع کرسکتا یا اسکی طرح کی زندگی اورکیریکٹر کو اپنے دماغ سے پیدا کرسکتا۔"فرانس کے نامور عقل پرست مصنف روسو (Rousseau)نے درست کہا ہے کہ "اگر مسیح کی انجیلی تصویر حقیقت پر مبنی نہیں تو اس تصویر کا مصور مسیح سے بھی بڑی اورزیادہ حیرت انگیز شخصیت ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح کی زندگی کا جو خاکہ اناجیل اربعہ میں موجود ہے وہ ایسا اعلیٰ اورارفع ہے جو انسانی تخیل اورانسانی دماغ کا نتیجہ نہیں ہوسکتا ۔ اناجیلِ موضوعہ ہم پر ظاہر کردیتے ہیں کہ اناجیل اربعہ کے لکھنے والے اپنے دماغ سے کام لیتے تو کس قسم کی تصویر دنیا کے سامنے پیش کرتے اورانسانی تخیل کا رحجان کس طرف ہوتا۔ ان موضوعہ اناجیل میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ جناب مسیح کی نسبت ایسی کہانیاں بیان کی جائیں جو اس زمانہ کے لوگوں کے لئے دلچسپی کا موجب ہوسکتی تھیں لیکن وہ پشت گذرگئی اوراس پشت کے ساتھ ہی وہ مذاق بھی جاتا رہا اوراب جو شخص بھی ان کہانیوں کو پڑھتا ہے وہ طفلانہ باتیں سمجھ کران کو چھوڑدیتا ہے ۔ ان کہانیوں میں سے چند ایک نے قرآن میں بھی دخل حاصل کرلیا ہوا ہے مثلاًجناب مسیح کا مٹی کے پرندوں کا بنا کران کو اڑانا وغیرہ۔ یہ افسانے اساطیر الاولین ہیں اوراسی قسم کے ہیں جو دیگر اقوام کے مذاہب میں بھی ملتے ہیں ۔ چنانچہ مختلف صدیوں میں مختلف اقوام نے کوشش کی ہے کہ اپنے مذاہب کے بانیوں کی ایسی دلکش تصویر پیش کریں جو لوگوں کے لئے دلچسپی کا موجب ہوجائے مثلاًپرانوں میں کرشن کے قصص وغیرہ لیکن جو تصویر ایک قوم یا ملک یا پشت کے لئے دلآویز ہوتی ہے وہ آنے والی پشتوں اور دیگر ممالک واقوام کی نظر میں معیوب ہوجاتی ہے لیکن کلمتہ اللہ کی زندگی کا جو خاکہ اناجیل اربعہ میں موجود ہے وہ ایسا قدرتی اورنیچرل ہے کہ اس کے اصلی ہونے میں کسی صاحب عقل کو شک نہیں ہوسکتا۔ جرمن نقاد ڈاکٹر آٹو بورفرٹ (Borchert) نے اپنی کتاب (The Original Jesus) اور فرنچ عالم ڈاکٹر گوگل (Goguel) نے اپنی کتاب (Jesus The Nazarene Myth or History) میں اس موضوع پر فاضلانہ بحث کی ہے اوراب تمام مسیحی اور غیر مسیحی علما اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ کلمتہ اللہ کی انجیلی تصویر حقیقت پر مبنی ہے ۔چنانچہ سٹراس (Strauss) جو راس الملاحدہ تھا یہ اقبال کرتا ہے کہ "مسیح کی ہستی قوتِ متخیلہ کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کی انجیلی تصویر گوشت پوست رکھتی ہے اورایک تاریخی حقیقت ہے ۔ وہ مذہب کا اعلیٰ ترین معلم اورافضل ترین نمونہ ہے ۔ اگر مذہب کوئی حقیقت رکھتا

ہے تو حلقہ مذاہب میں مسیح سے بڑھ کر کسی ہستی کا تصورنا ممکنا ت میں س ہے ۔ عالم مذاہب میں کمالات کی جس طرح بلند منزل پر مسیح پہنچا ہے وہاں تک کسی فرد بشر کی رسائی نا ممکن ہے ۔" ابن اللہ کی تصویر خود اپنی بہترین اور صادق ترین گواہ ہے اورآپ کی زندگی کا جلال اپنی صداقت کی خود ہی گارنٹی ہے ۔

تجلی ہاست حق را درنقابِ ذات انسانی
شہودِ غیب اگر خواہی وجوب این جاست امکانی

انسانِ کامل کا تصور

مختلف ممالک واقوام کے فلاسفروں اورہادیوں نے انسانِ کامل کے تصورپربحث کی ہے۔ مثلاً ارسطو کہتا ہے کہ کامل انسان وہ ہے جو افراط اورتفریط سے پرہیز کرے اور اعتدال اورمیانہ روی پر اپنی روش کو قائم رکھے۔ ستویقی فلاسفر کہتے ہیں کہ کامل انسان وہ ہے جو اپنے اوپر ضابط ہو۔ چین کا کنفوشیس اس مضمون پربحث کے دوران میں کہتا ہے کہ کامل انسان وہ ہے جو خاندانی تعلقات میں پاکیزگی کو اختیار کرے ۔ ہندو مذہب کے مطابق کامل انسان وہ ہے جو دنیا سے الگ تھلگ رہ کر خدا کا نام جپتا رہے اوربھگتی میں مشغول رہے ۔ لیکن امتدادِ زمانہ نے ان تصورات کو غیر مکمل ثابت کردیا ہے ۔ ہر شخص یہ بات قبول کرنے کو تیارہوگا کہ ارسطو کا معیار محض ایک مجرد تصور ہے لہذا وہ ناکام ثابت ہوا ہے ۔ ستویقی فلاسفہ کا خیال جو انہوں نے انسانِ کامل کی نسبت پیش کیا ناقص ثابت ہوا کیونکہ انسانی جذبات اور احساسات کو دبانا ایسا ہی ہے جس طرح ایک چشمہ جس کے پانی سے انسان اپنی پیاس بجھا سکتے ہیں دبا دیا جائے ۔ کنفوشیس کا تصورایک گھریلوں تصور ہے جو قدیم زمانہ کے لئے موزوں تھا جب حالاتِ زندگی سادہ تھے اوردورہ حاضرہ کی زندگی کے پیچیدہ تعلقات معرض وجود میں نہ آئے تھے ۔ پس دورہ حاضرہ کی زندگی پر قدیم چین کے معیارِ زندگی کا اطلاق نہیں ہوسکتا ۔ ہندو مذہب کا تصورغلط ثابت ہوا ہے اور کلمتہ اللہ کے نمونہ نے تقدس کے معیارکو بدل دیا ہے ۔ اب وہ شخص مقدس شمارنہیں کئے جاتے جو پہاڑوں کی غاروں میں الگ تھلگ زندگی بسر کریں۔ بلکہ وہ ہستیاں مقدس

شمار کی جاتی ہیں جو اس دنیا میں رہ کر خلق خدا کی خدمت کرنا سعادتِ دارین کا موجب خیال کرتی ہیں۔

اسلامی فلسفہ اور انسانِ کامل کا تصور

جب ہم اسلامی کتبِ فلسفہ پر نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں فلاسفہ نے انسان کامل کے لئے چند شرائط مقرر کئے ہیں۔ چنانچہ مولانا جامی علیہ الرحمتہ فصوص الحکم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "شیخ الکبیر کتاب الفلوك میں لکھتے ہیں کہ حقیقی انسان کامل وہ ہے جو وجوب اور امکان میں برزخ ہو اور صفاتِ قدیمہ اور حادثہ کا آئینہ ہو یہی حق اور خلق کے درمیان واسطہ ہے ۔اسی لئے اور اسی کے آئینہ سے خدا کا فیض تمام مخلوقات پر علوی ہو یا سفلی پہنچتا ہے اور یہی بجز ذات حق کے تمام مخلوقات کی بقا کا سبب ہے اگر یہ برزخ جو وجوب اور امکان کا مغایر نہیں ہے نہ ہوتا تو دنیا کو خدا کی مدد حاصل نہ ہوتی بہ سبب نہ ہونے مناسبت اور ارتباط کے۔"

پھر صوفی عبدالکریم جیلانی اپنی کتاب الانسان الکامل کے حصہ دوئم میں یوں لکھتے ہیں "جاننا چاہئیے کہ انسان کامل وہ ہے جو اسماء ذاتیہ اورصفات الہٰیہ کا اصلی اور ملك کے طور پر مقتضائے ذاتی کے حکم سے مستحق ہو کیونکہ وہ ان عبارات کے ساتھ اپنی حقیقت سے تعبیر کیا گیا ہے اور ان اشارات کے ساتھ اپنے لطیفہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔ اس کے وجود میں سوائے انسان کامل کے کوئی مستند نہیں پس اس کی مثال حق کے لئے ایسی ہی جیسے ایك آئینہ کہ اس میں کوئی شخص اپنی صورت بغیر اس آئینہ کے نہیں دیکھ سکتا اور نہ بغیر اللہ کے اسم کے اپنے نفس کی صورت دیکھنا اس کو غیر ممکن ہے پس وہ اس کا آئینہ ہے اور انسان کامل بھی حق کا آئینہ (مظہر) ہے کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ امر واجب کرلیا ہے کہ اپنے اسما وصفات کو بغیر انسان کامل کے نہیں دکھاتا ۔"(اردو ترجمہ مولوی ظہیر احمد سہوانی حصہ دوئم صفحہ ۱۰۵تا۱۰۶۔)

پس برزخ کبریٰ اور انسان کامل اور مظہر جامع صرف وہی شخص ہوسکتا ہے جو کہ کامل خدا اور کامل انسان ہو صفات قدیمہ الہیٰہ اور صفات ممکنہ انسانیہ کے ساتھ متصف ہو۔ کیا اہلِ اسلام کو مظہر ذات خدا قرار دینا اصول اسلام کو بدلنا ہے لیکن ربنا المسیح ان تمام اوصاف سے متصف ہیں اور وہ آپ میں انسب اور اکمل طور پر موجود ہیں (انجیل شریف به مطابق حضرت یوحنا .۱باب .۳۰آیت ،۱۴باب ۱۱آیت ،۱باب ۱آیت،خط اہل کلیسوں ۱باب ۱۵آیت ،۲باب ۹آیت وغیرہ وغیرہ)۔

ہم اہل اسلام کی توجہ شیخ الاکبر امام محی الدین ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم بالخصوص فص عیسوی اور باب انجیل اور مولوی انورعلی صاحب پانی پتی کی کتاب شرح سائیں بلھے شاہ اور سید عبدالکریم جیلانی کی کتاب انسان کامل کی طرف مبذول کرتے ہیں تاکہ آپ دیکھیں کہ حقیقت عیسوی کے متعلق ان فلاسفہ اور صوفیاء کا کیا خیال ہے ۔ حقیقت عیسوی ایک ایسی حقیقت ہے جس کہ کنہ تک پہنچنے میں عقل انسانی ورطہ حیرت میں پڑی رہی ہے بقول امام محی الدین ابن العرب "عیسی پر نظر کرنے والے کے نذدیک اسی گمان کے موافق ہونگے جو اس کے ذہن میں غالب ہے "چنانچہ "جب عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے تھے تو کہا جاتا تھا کہ عیسیٰ بشر ہیں اور بشر نہیں ہیں اور ہر عاقل کو ان کی طرف نظر کرنے میں حیرت واقع ہوتی تھی جس وقت ناظر دیکھتا ہے کہ مردوں کو زندہ کرتا ہے حالانکہ مردوں کو زندہ کرنا خصوصیت الہیٰہ میں سے ہے ۔کیونکہ آپ مردوں کو اس طرح زندہ نہیں کرتے تھے کہ صرف حیوان متحرک ہوں بلکہ مردے زندہ ہوکر کلام بھی کرتے تھے ۔ پس ناظر اس معاملہ میں حیران رہ جاتا ہے کیونکہ وہ صورت بشری کو اثر الہیٰ کے ساتھ متلبس دیکھتا ہے ۔ پس بعض اہل عقل کی نظر فکری نے ان کو عیسیٰ کے حق میں کچھ سمجھایا اور وہ حق تعالیٰ کے آپ میں حلول ہونے کے قائل ہوگئے اور یہ کہنے لگے کہ عیسیٰ خود ہی اللہ تعالیٰ ہیں ۔" پس عیسائیوں نے فرداً فرداً اور کونسلوں کے ذریعہ اور مسلمانوں نے قرآن وفلسفہ کے ذریعہ حقیقت عیسوی کو سمجھنے کی کوشش کی اور آخر سب نے یک زبان ہوکر یہی اقرار کیا کہ

ماعرفناک حق معرفتک

کلمتہ اللہ کامل انسا ن ہیں

اگرچہ کامل انسان ہونے کے لئے معصوم ہونا ایک لازمی اورضروری شرط ہے تاہم عصمت کمالیت کے مفہوم کو کماحقه ادا کرنے سے قاصر ہے عصمت یا بے گناہی محض ایک منفی صفت ہے لیکن کامل انسان نہ صرف بے گناہ ہوتا ہے بلکه وہ کامل طورپر راستبازہوتا ہے (انجیل شریف خط فلپیوں ۳باب ۱۳آیت) مسیحیت کے نذدیک کامل انسان کا معیارنہایت بلند ہے ۔ ہم کو نہ صرف یہ حکم ہے کہ "تم پاک ہو اس لئے کہ خدا ئے قدوس پاک ہے "(انجیل شریف خطِ اول حضرت پطرس ۱باب ۱۵آیت) بلکه کلمتہ اللہ نے فرمایا ہے "تم کامل ہو جیسا تمہارا آسمانی باپ کامل ہے ۔"(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۵باب ۴۸آیت) خدا محبت ہے پس کامل طورپر راستباز وہ شخص ہے جو" خدا وند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اوراپنی ساری عقل سے محبت "رکھے اورکل بنی نوع انسان سے "اپنے برابر محبت رکھے (حضرت متی ۲۲باب ۳۷آیت) کامل انسان محبت مجسم ہوتا ہے ۔(حضرت متی ۵باب ۴۵آیت) اس کی زندگی محبت کے افعال پر مشتمل اورمحبت کے جذبات اورخیالات میں سر شارہوتی ہے ۔ کامل زندگی محبت اوراس کے ظہوریعنی ایثار کی زندگی ہے (حضرت متی ۱۹باب ۲۱آیت) کامل انسان فنا فی اللہ اورفنا فی الانسان ہوتا ہے جو شخص ایسی زندگی بسر کرتا ہے وہ اس دنیا کو فردوس بنادیتا ہے اورایسے شخص کے وجودکے طفیل خدا کی مرضی جیسی آسمان پرپوری ہوتی ہے زمین پربھی ہوتی ہے ۔

یہ ایک تواریخی حقیقت ہے کہ جناب مسیح اس دنیا میں پہلے اوراکیلے معلم ہیں جنہوں نے دنیا کو یہ تعلیم دی کہ خدا محبت ہے اور یہ بتلایا کہ محبت مذہب کا اصل الاصول ہے ۔آپ نے یہ سکھلایا کہ محبت اصول ایک ایسی کلید ہے جس سے ہم خدا کی ذات اورخدا اورانسان کے باہمی تعلقات اور انسان اور انسان کے باہمی تعلقات کے تمام پیچیدہ اور مشکل مسائل اور سوالات کو حل کرسکتے ہیں۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۱۲باب ۲۸آیت) آپ نے نہ صرف یہ تعلیم دی بلکه اپنی زندگی سے اس نصب العین کو ظاہر کردیا۔ آپ کی بے مثال شخصیت نے اس اصول کو بنی نوع انسان کے دلوں پر بٹھادیا ۔ آپ کی زندگی محض اعلیٰ ترین

اصولوں کی تلقین کرنے پرہی مشتمل نہ تھی بلکہ آپ نے اس تعلیم پر عمل پیرا ہوکر دنیاجہان کے انسانوں کو ایک کامل نمونہ دیا ہے۔کلمتہ اللہ کے تمام تعلقات کامل تھے جوآپ خدا کے ساتھ ،اپنے ساتھ اپنے ہم جنسوں کے ساتھ اور موجودات کی دیگر اشیاء کے ساتھ رکھتے تھے ۔ چونکہ آپ کا ایمان کامل تھا اورآ پ کامل طورپر فرمانبردار اور رضائے الہٰی کے جویاں تھے لہذا آپ کے تعلقات جو خدا کے ساتھ تھے کامل تھے۔ آپ کے ان تعلقات سے جو آپ دیگر انسانوں کے ساتھ رکھتے تھے محبت کا ظہوردکھائی دیتا ہے ۔ آپ نے اپنے ماحول کو اپنی شخصیت کے اظہار کے لئے اس طورپر استعمال کیا کہ آپ کی شخصیت جامع شخصیت ہوگئی جو ہر دنیا کے فرد بشر کے لئے ایک کامل نمونہ ہے ابن اللہ کی تعلیم اور زندگی نے ایک ایسا معیار قائم کردیا ہے جو دوہزار سال سے ہر زمانہ ،قوم ملت او رملک کی مطمع نظر اورنصب العین رہا ہے ۔ دورہ حاضرہ میں تم کو اس دنیا میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملے گا جو یہ چاہتا ہو کہ ابن اللہ کا مطمع نظر دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہوجائے ۔ اگر اس کو کوئی شکایت ہوگی تو یہ ہوگی کہ دنیا کے اشخاص کماحقہ اس کامل انسان کی پیروی نہیں کرتے ۔

(۲)

کامل انسان کی سیرت کے مختلف پہلو ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے ہیں کامل انسان کے خیالات ،تصورات ،جذبات اقوال افعال غرضیکہ اس کی زندگی کے جتنے مختلف پہلو ہیں وہ تمام کے تمام ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں باہم اختلاف اورتضاد نہیں ہوتا ۔ ہم کو اس تعلیم کے اصول اس کی زندگی میں نظر آتے ہیں اوراس کی زندگی اس کے اصول کی اعلیٰ ترین مثال دکھائی دیتی ہے ۔ جو انسان کامل نہیں ہوتا اس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اختلاف اورتضاد پایا جاتا ہے ۔ اس کے قول اورفعل میں مطابقت نہیں ہوتی۔ اس کے تصورات خیالات جذبات اوراقوال وافعال میں تفاوت پائی جاتی ہے۔اگر ایک پہلو سے وہ قابلِ تقلید ہے تو دوسرے پہلو سے وہ قابلِ نفرین ہوتا ہے ۔ ایسے شخص کی نسبت ہم وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہر پہلو سے راستباز ہے ۔ مثلاً اگر وہ کامل طورپر دیانتدار اورامین ہے تو ہم یہ وثوق کے

ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ عورتوں کے معاملہ میں بھی پاکیزہ ہوگا۔ یا وہ طاقت کا بیجا مظاہرہ نہیں کرے گا ۔ ایسا شخص کامل نمونہ نہیں ہوسکتا ۔ بنی نوع انسان کے لئے کامل نمونہ نہ صرف وہ شخص ہوسکتا ہے جس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اختلاف ،تفاوت اور تضاد نہ ہو اور جس کی زندگی کے سب پہلو کامل ہوں۔

کلمتہ اللہ کی زندگی کا مطالعہ ہم پر یہ ثابت کردیتا ہے کہ آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں کسی قسم کی تفاوت نہیں۔ آپ کے تصورات جذبات اقوال اور افعال میں باہم مطابقت پائی جاتی ہے۔ آپ کی زندگی آپ کے اصولوں کی زندہ مثال ہے ۔یہی وجہ ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ مسیحیت مسیح ہے اور مسیح مسیحیت ہے ۔ کلمتہ اللہ کی تعلیم آپ کی زندہ شخصیت سے جدا نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ فی الحقیقت دو نہیں بلکہ ایک ہیں۔ چونکہ آپ کے خیالات اور جذبات ،اقوال اور افعال میں کسی طرح کا بھی تضاد نہیں لہذا ہم آپ کی نسبت یہ قیاس کرسکتے ہیں کہ آپ جیسے انسان سے فلاں فلاں حالات کے اندر فلاں فلاں قسم کے خیالات جذبات یا افعال صادر ہونگے اور انجیل شریف کا مطالعہ ہمارے قیاس کی تصدیق کردیتا ہے اور اس بات پر مہر کردیتا ہے کہ آپ فی الحقیقت ایک کامل انسان ہیں۔ روئے زمین کی کسی دوسری ہستی کی نسبت ہم کامل وثوق کے ساتھ یہ قیاس نہیں کرسکتے کہ فلاں فلاں حالات کے اندر اس سے فلاں فلاں قسم کے جذبات ،خیالات ،اور افعال صادر ہونگے کیونکہ گو اس کی زندگی کا ایک پہلو تعریف اور تحسین کے لائق ہوتا ہے لیکن اس کا دوسرا پہلو مذمت کے قابل ہوتا ہے ۔ لیکن کلمتہ اللہ کی زندگی کو بیس صدیوں سے ہر قوم ملک اور زمانہ نے کامل پایا ہے۔ دنیا کے تمام ممالک واقوام نے آپ کی پاکیزہ زندگی کو اپنا معیار بنایا ہے ۔ اور اپنی قومی ،ملی اور انفرادی زندگی کی اصلاح اس معیار کے مطابق کی ہے۔

ہر قوم وملک کی آنے والی پشت نے صدیوں سے آپ کی زندگی کو اپنے خصوصی زاوئیہ نگاہ سے دیکھا لیکن آپ کی زندگی ہر پہلو سے کامل نکلی۔ ہر زمانہ کے خصوصی مسائل آپ کی زندگی کی روشنی میں حل ہوگئے ۔ آپ کے ارفع اصول اور کامل نمونہ کی روشنی میں ہر زمانہ ملک اور قوم کا انسان

خیال کرسکتا ہے کہ اگر ابن اللہ میری جگہ ہوتے تو اندریں حالات وہ کیا خیال کرتے یا کیا فرماتے یا کرتے ۔ چونکہ جنابِ مسیح کی تعلیم جامع اورمانع ہے اورآپ کا نمونہ عالمگیر ہے لہذا ان کا اطلاق ہر زمانہ کے افراد کی زندگی کے ہر واقعہ پرہوسکتا ہے ۔

مثلاً کسی شخص کا کوئی جانی دشمن ہو اوروہ یہ جاننا چاہتا ہو کہ میں اپنے خون کے پیاسے کے ساتھ کیا سلوک کرو تو وہ یہ خیال کرسکتا ہے کہ اگر ابن اللہ میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے ۔ اگر وہ میری جگہ ہوتے تو میرے جانی دشمن سے اس طریقہ سے پیارکرتے کہ اس کی بدی محبت کے ذریعہ مغلوب ہوجاتی (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۵باب ۴۴آیت ، حضرت لوقا ۲۳باب ۳۴آیت)پس مجھ پر فرض ہے کہ میں بھی ایسا طریقہ اختیارکروں جس سے میرا دشمن محبت کے ذریعہ پیارکرنے والا شخص بن جائے ۔

(۳)

کامل نمونہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ کامل انسان ہر زمانہ ،ملک اورقوم کے ہر فرد بشر کی زندگی کی ہر ادنیٰ تفصیل میں سے خود گذرچکا ہو۔ کوئی انسان زمان ومکان کی قیود سے آزاد نہیں ہوسکتا ۔ کیونکہ یہ ایک نا ممکن امر ہے ۔ پس وہ ان قیود کے اندر ہی ایک کامل زندگی بسر کرسکتا ہے ۔ لیکن ہمارے مسلمان بھائی اسی قسم کی اہم غلطی میں مبتلا ہیں۔ مثلاً خواجہ کمال الدین آنجہانی ،کلمتہ اللہ کے مجرد رہنے کا ذکر کرکے کہتے ہیں کہ مسیحیت میں "زن ومرد کے متعلق کم وبیش تعلیمات تو ہیں لیکن اس کے بانی کی زندگی ہمارے لئے اس معاملہ میں راہ ہدایت نہیں ہوسکتی "(ینابیع المسیحیت صفحہ ۱۶۰)جس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ حضرت کلمتہ اللہ اپنی تمام عمر مجرد رہے لہذا آپ کی زندگی ایک شادی شدہ شخص کے لئے نمونہ نہیں ہوسکتی ۔ ہم اپنی کتاب "دینِ فطرت اسلام یا مسیحیت " کی فصل سوم صفحہ ۴۹پر وجہ بتلا چکے ہیں کہ کلمتہ اللہ نے تجرد کیوں اختیارکیا اورکہ آپ نے تجرد اختیارکرکے ایثارنفسی اورخود فراموشی کا اعلیٰ ترین نمونہ بنی نوع انسان کو دیا۔

سطوربالا میں ہم ذکرکرچکے ہیں کہ کامل نمونہ ہونے کے لئے صرف یہ ضروری ہے کہ کامل انسان اعلیٰ ترین روحانی

اصول پر اپنی زندگی کی ہر حالت اور ہر ماحول میں کاربند رہا ہو اور اس کی زندگی کے مختلف پہلو ایک دوسرے کے متضاد نہ ہوں۔ جیسا ہم کہہ چکے ہیں یہ امر ناممکنات میں سے ہے کہ ایک واحد شخص مختلف ممالک وازمنہ اور اقوام اور مختلف خیالات اور طبایع کے لوگوں کے لئے ان کی زندگی کی ہر ادنی تفصیل کے لئے اپنی زندگی میں نمونہ ہوسکے کیونکہ بفرض محال اگر ہم اس غیر ممکن معیار اور مفہوم کو تسلیم کرلیں پھر بھی رسول عربی اس معیار پر پورے نہیں اتر سکتے ۔ مثلاً متاہل زندگی کے لئے بھی آپ نمونہ نہیں ہوسکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تمام قیود سے آزاد کردیا تھا جو عورتوں کے حقوق ،تعداد اور مساوات کے متعلق تھیں(سورہ احزاب ۴۹،۵۱وغیرہ) پھر چونکہ آپ شادی شدہ شخص تھے آپ مجرد اشخاص کے لئے نمونہ نہیں ہوسکتے ۔ چونکہ آپ بچپن ہی سے یتیم ہوگئے تھے اور والدین کا سایہ سر پر سے اٹھ گیا تھا اور والدین کی خدمت کا موقعہ کا آپ کو نہیں ملا تھا لہذا دنیا کے انسانوں کے لئے جن کے سر پر بچپن میں ہی والدین کا سایہ نہیں اٹھا والدین کے اطاعت کا نمونہ نہیں ہوسکتے ۔ علیٰ ہذا القیاس چونکہ آپ کا کوئی بیٹا نہیں تھا لہذا کسی والد کے لئے اس کے بیٹے کے معاملہ میں نمونہ نہیں ہوسکتے وغیرہ وغیرہ۔ پس معترضین کے دلوں میں کامل نمونہ کا جو مفہوم ہے وہ سراسر غلط ہے کامل نمونہ کا صرف وہی مفہوم درست ہے جو ہم اوپر بیان کرچکے ہیں۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں زلیخا نے
کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا

بعض اشخاص کامل نمونہ کے امکان کا انکار کرکے کہتے ہیں کہ کوئی انسان مکان وزمان کی قیود میں خدا کو کامل طور پر ظاہر نہیں کرسکتا کیونکہ خدا ایک لامحدود ہستی ہے لیکن انسان ایک محدود ہستی ہے جو محدود زمانہ میں ایک مدت تک اپنی زندگی گزارتا ہے ۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس اعتراض کی بنا غلط ہے ۔ جب ہم لفظ "لامحدود" اطلاق خدا کی ذات پر کرتے ہیں تو اس سے یہ مراد نہیں لیتے کہ خدا ایک ایسی ہستی ہے جو زمان ومکان میں اس قدر دور دور پھیلی ہوئی ہے اور اتنی وسیع ہے کہ اس کا خیال بھی وہم وگمان میں نہیں آسکتا ۔ اگر لا محدود سے یہ مراد ہوسکتی تب اعتراض صحیح ہوسکتا کہ کسی

شئے کا کوئی جز کامل طورپر کل کو ظاہر نہیں کرسکتا۔ لیکن خدا کی ہستی میں جزاورکل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ خدا کی لامحدودیت کا وہ مطلب ہی نہیں جو معترض کے خیال میں ہے کیونکہ خدا روح ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۴باب ۲۴آیت) اورروح ان معنوں میں لا محدود نہیں ہوتی جن معنوں میں یہ اعتراض فرض کرلیتا ہے ۔ زمان ومکان کی قیود روحانی امور پر عائد نہیں ہوسکتیں۔ جب ہم خدا کو لامحدود کہتے ہیں کہ تو ہمارا مطلب ہوتا ہے کہ وہ زمان ومکان کی قیود سے بلند وبالا ہے ۔ چونکہ خدا روح ہے پس اس کی صفات یعنی محبت ،پاکیزگی ،رحم وغیرہ زمان ومکان کی قیود میں ظاہرہوسکتی ہیں۔ اوررضائے الہٰی پر کامل طورپر چلنے والا انسان ان صفات الہٰی کو کامل طورپر اپنی زندگی کے ذریعہ ظاہر کرسکتا ہے ۔ اور مسیحیت کا یہ دعویٰ ہے کہ کلمتہ اللہ نے کماحقہ طورپر ذات الہٰی کو اپنی ذات کے ذریعہ دنیا جہان پر ظاہر کردیا اورآپ نے فرمایا" جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ (یعنی پروردگار) کو دیکھا ۔"(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۴باب ۹آیت)۔

عصمتِ مسیح کا مفہوم

اس بات میں کسی صحیح العقل شخص کو کلام نہیں کہ منجی عالمین کی آمد نے دنیا کی کایا کو پلٹ دیا ہے ۔ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ ہر علت کا معلول ہوتا ہے اورجتنا عظیم واقعہ ہو اتنا ہی بڑا اور عالی قدر اس واقعہ کا سبب ہوگا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ واقعہ تو عظیم الشان ہو لیکن اس کا سبب نہایت خفیف ہو۔ پس اگر دنیا کی کایاپلٹ گئی ہے تو ظاہر ہے کہ جس چیز نے دنیا کی کایا پلٹ دی ہے وہ شئے نہایت عظیم القدراور بے نظیر ہوگی۔ ہر شخص جو دنیا کی اخلاقیات سے واقف ہے جانتا ہے کہ کلمتہ اللہ کی شخصیت نے اخلاقیات میں ایک ایسی عظیم اورزبردست تبدیلی پیدا کردی ہے جس کی نظیر روئے زمین کی کسی اورشخصیت میں نہیں ملتی۔ آپ کی تعلیم اورآپ کی زندگی میں نہ صرف تفاوت ہی نہیں بلکہ آپ کے اصول آپ کی زندگی کے روح رواں تھے اور ان دونوں میں کوئی خلیج حائل نہ تھی۔ آپ کی زندگی آپ کے اصولوں کی زندہ مثال ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۵باب ۳۶آیت ،۱۰باب ۳۷آیت)۔پس دنیا نے اخلاقیات اس بات کی گواہ ہے

کہ جس طرح آپ کی تعلیم بے نظیر ہے اسی طرح آپ کی شخصیت بے گناہ معصوم لاثانی اوریکتا ہے ۔

جب ہم اس شخصیت پر نظر کرتے ہیں کہ جس کا خاکہ اناجیل ِاربعہ میں پایا جاتا ہے تو ہم پر یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ آنخداوند ایک معصوم اور بے گناہ ہستی تھے۔ عصمت ِ مسیح سے ہماری مراد یہ ہے کہ منجی عالمین "ساری باتوں میں ہماری طرح آزمائے گئے تاہم بے گناہ رہے "(انجیل شریف خطِ عبرانیوں ۴باب۱۵آیت) آپ کی ذات "پاک " تھی اور آپ تمام عمر" بے ریا اور بے داغ " رہے ۔ آپ گنہگاروں کے رفیق تھے لیکن ان کے ساتھ رفاقت رکھنے کے باوجود آپ ایسی پاکیزہ زندگی بسر کرتے تھے جو"گنہگاروں سے جدا" تھی (خطِ عبرانیوں ۷باب ۲۶آیت)۔ابن اللہ "گناہ سے واقف " نہ تھے ۔ (انجیل شریف خطِ دوئم اہل کرنتھیوں ۵باب ۲۱آیت)۔آپ کی " ذات میں گناہ نہیں "تھا (انجیل شریف خط ِاول حضرت یوحنا ۳باب ۵آیت)۔آ پ نے کبھی "کوئی گناہ نہ کیا "(انجیل شریف خطِ اول حضرت پطرس ۲باب ۲۲آیت)۔

اگر چہ آ پ مریم بتول کے بطن اطہر سے پیدا ہوئے لیکن آپ کی معجزانہ پیدائش آپ کی عصمت اور بے گناہی کا باعث نہ تھی آپ فاعل خود مختار ہونے وجہ سے معصوم تھے۔کلمتہ اللہ کا تجسم آپ کے معصوم ہونے کا باعث نہ تھا بلکہ آپ خود اپنی ذات کے معصوم ہونے کا باعث تھے۔ آپ کے سامنے دیگر انسانوں کی طرح عالم ِطفولیت اورعالمِ شباب میں آزمائشیں آئیں لیکن آپ ان پر غالب آکر "حکمت اور قدوقامت میں اور خدا کی اور انسان کی مقبولیت میں ترقی کرتے گئے "(انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۲باب ۵۲آیت)۔

جب ہم دیگر اولیا ،اتقیا اور مقدسین کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی زندگیوں میں اورکلمتہ اللہ کی زندگی میں حیرت انگیز فرق پاتے ہیں ۔ دیگر اشخاص اپنی نفس کشی کی خاطر اپنے بدنوں کو ہر قسم کا آزار دیتے ہیں۔ اوراپنی خواہشات کو مغلوب کرنے کے لئے اورتزکیہ نفس کی خاطر ہر قسم کے وسائل اورآلات استعمال کرتے ہیں تاکہ ان کو اپنے نفس پر فتح حاصل ہوسکے اوران کی جسمانی خواہشات قابو میں آجائیں۔ لیکن کلمتہ اللہ کی زندگی میں ہم ان باتوں کو کہیں نہیں پاتے ۔ آپ ہم کو ہمیشہ "خدا کی گود " میں نظر آتے ہیں۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱باب ۱۸آیت)خدا کی

حضوری ابن اللہ کے چاروں طرف خیمہ زن ہے۔ آپ کو خدا کی رفاقت کا ہر وقت احساس تھا۔ آپ کی تعلیم آپ کی زندگی سے عیاں ہے کہ خدا نے ایک انسان کی زندگی کے ذریعہ اپنی ذات کو ہم پر منکشف کیا ہے۔ آپ کے ذریعہ ہم کو یہ علم حاصل ہوگیا ہے کہ خدا کس قسم کا خدا ہے کیونکہ "الوہیت کی ساری معموری اس میں مجسم ہوکر سکونت کرتی ہے" (انجیل شریف خط کلیسوں ۲باب ۹آیت)۔ الوہیت کا کمال انسانیت کے کمال میں ظاہر ہے ۔ الوہیت اور کامل انسانیت آنخدواند کی شخصیت میں نظر آتی ہے ۔جب ہم آپ کی شخصیت پر ایک پہلو سے نظر کرتے ہیں تو ہم جان سکتے ہیں کہ خدا کس کو کہتے ہیں ۔اور جب دوسرے پہلو سے نظر کرتے ہیں تو ہم معلوم کرسکتے ہیں کہ کامل انسان کس کو کہتے ہیں۔

سیدنا عیسیٰ مسیح کی آزمائشیں

ابن اللہ (سیدنا مسیح) اپنے کامل ایمان اور کامل فرمانبرداری کی وجہ سے ان تمام آزمائشوں پر غالب آئے جو وقتاً فوقتاً آپ کے سامنے آتی تھیں۔انجیل کے متعدد مقامات میں ان آزمائشوں کا کنا یتہً ذکر ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۲۶باب ۳۷آیت ،حضرت لوقا ۴باب ۱۳آیت ،۱۲باب ۲۰آیت ،حضرت یوحنا ۱۲باب ۲۷آیت ،اور حضرت لوقا ۲۲باب ۲۸آیت ،خط عبرانیوں ۲باب ۱۸آیت وغیرہ)۔لیکن وضاحت کے ساتھ تین آزمائیشوں کا ذکر کیا گیا ہے (حضرت متی ۴باب ۱تا ۱۲آیت)۔

(۱)

جب ہم ان آزمائیشوں پر غور کرتے ہیں کہ تو پہلی بات جو ہم کو نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ ان آزمائیشوں کا حیوانی اور نفسانی خواہشات کے ساتھ (جن کو ہم عموماً گناہ سے تعبیر کرتے ہیں) کوئی تعلق نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف اشخاص کو مختلف قسم کی آزمائیشوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ہر شخص کی آزمائیش اس کے چال چلن اور کیریکٹر پر منحصر ہوتی ہے ۔ ایک شخص کے سامنے چوری کرنے کی آزمائیش آتی ہے وہ اس قسم کی آزمائیشوں پر غالب آتا ہے اور اس کی خصلت اس قسم کی ہوجاتی ہے کہ چوری کی خواہش اس کے لئے آزمائیش نہیں ہوتی۔لیکن اب اسی شخص کے سامنے زناکاری کی آزمائیش آتی ہے تووہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور گرجاتا ہے ۔ دوسرے شخص کے سامنے جھوٹ بولنے کی آزمائیش آتی ہے اور وہ اس قسم کی آزمائیشوں پر

غالب آکر راست گفتار ہوجاتا ہے لیکن کسی اور قسم کی آزمائیش میں گرفتار ہوجاتاہے ۔ابن اللہ اپنی حیوانی اور نفسانی خواہشوں پر غالب آچکے تھے اورآپ کی خصلت اس قسم کی بلند ہوچکی تھی کہ نفسانی خواہشوں کی آزمائیشیں آپ کے سامنے اپنی طاقت کھوچکی تھیں پس ابن اللہ کے لئے روحانی جنگ کا محاذ بدل جاتا ہے آپ کی آزمائیشیں اندرونی حالات کی وجہ سے نہیں بلکہ بیرونی اورخارجی حالات کی وجہ سے آپ کے سامنے آتی ہیں جن کا تعلق آپ کے اعجازی قواء،روحانی پیغام اورمشن کے ساتھ ہے ۔

(۲)

پہلی آزمائیش ایسی ہے جس میں دنیا کی نامورہستیاں گرگئی ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی خداد داد قابلیتوں کو اپنی ذاتی اغراض کے حصول کی خاطر استعمال کیا۔ ابن اللہ کو یہ احساس تھا کہ آپ میں اعجازی قوت ہے ۔ پس آزمائیش آتی ہے کہ اس اعجازی قوت کو اپنی ذاتی اغراض اور فوائد کی خاطر استعمال کر۔یہ ایک ایسی آزمائیش ہے جس نے تاریخ کے اوراق کو خونین بنادیا ہے ۔ دیگر مذاہب کے نامور اشخاص نے اپنی ذاتی ہوس کو پورا کرنے کی خاطر ہزاروں انسانوں کو میدان جنگ میں قربان کردیا ہے ۔تاریخ ہم بتاتی ہے کہ جس زمانہ میں ابن اللہ کی بعثت ہوئی وہ خاص طورپر خود غرضی کا زمانہ تھا۔ قیاصرہ روم سے لے کر ادنیٰ انسانوں تک لوگ اپنی ذاتی اغراض پر قومی مفاد کو قربان کردیتے تھے۔ اہل یہود کے سردارکاہن اورصدوقی ہر بات میں ملی مفاد کو اپنی ذاتی اغراض پر قربان کردیتے تھے ۔(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۱باب ۴۸آیت)۔ اس قسم کی فضا میں جنابِ مسیح نے پرورش پائی لیکن اس کے باوجود آپ نے اس آزمائیش کو ٹھکرادیا اور فرمایا کہ اس قسم کا لائحہ عمل خدا کی پاک مرضی کے خلاف ہے ۔ آدمی صرف روٹی ہی سے نہیں بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے جیتا ہے "(حضرت متی ۴باب ۴آیت)آپ نے شاگردوں فرمایا "دنیا کی اقوام اس قسم کی باتوں کی تلاش میں رہتی ہیں۔ تم پہلے خداکی بادشاہت اوراس کی راستبازی کی تلاش کرو۔"(حضرت متی ۷باب ۳۲آیت)۔اس فیصلہ نے جناب مسیح کی مبارک زندگی کے مستقبل کو کلیتہً بدل دیا ۔ آپ کے قبضہ میں اعجازی قوت تھی لیکن آپ نے اس

"قبضے میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا بلکہ اپنے آپ کو خالی کردیا اور خادم کی صورت اختیار کی اور اپنے آپ کو پست کردیا او یہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی "(انجیل شریف خطِ اہل فلپیوں ۲باب ۶آیت)۔ آپ نے صلیب جیسی ہولناک موت کو قبول کیا لیکن اس اعجازی قوت کو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر استعمال نہ کیا (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۲۶باب ۵۳آیت)۔جس طور پر آپ نے اس اعجازی قوت کو استعمال کیا وہ بذاتِ خود اعجازی ہے اورایک ایسا عظیم الشان معجزہ ہے جس کا ثانی روئے زمین کی تاریخ میں ہم کو نہیں ملتا۔

(۳)

پہلی آزمائش پر غالب آکر جنابِ مسیح نے فیصلہ کرلیاکہ آپ کی زندگی میں خودی کا اظہار نہیں ہوگا بلکہ صرف خدا کی مرضی کا اظہار ہوگا۔ اب آزمائیش آتی ہے کہ دنیا کس طرح معلوم کرے گی کہ ایسی زندگی جو تونے اختیار کی ہے خدا کی طرف سے ہے ۔ تو کوئی ایسا نشان دکھلا جو تیرے متعلق ہر طرح کی غلط فہمی کو دور کردے اور دنیا تجھ کو فی الواقع مسیح موعود مان لے ۔ تو ہیکل (بیت اللہ) کے کنگرے پر کھڑا ہوکر اپنی قوم کی آنکھوں کے سامنے اپنے آپ کو نیچے گرادے کیونکہ لکھا ہے کہ خدا تیری بابت اپنے فرشتوں کو حکم دے گا جو تجھے اپنے ہاتھوں پر اٹھالینگے ۔ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر کی ٹھیس لگے (حضرت متی ۴باب ۶آیت)ابن اللہ نے اس آزمائیش کو بھی ٹھکرادیا اور فرمایا کہ حقیقی ایمان خدا پر بھروسہ رکھنے کا نام ہے ۔ خدا کو ازارہِ تحکم کسی خاص بات کے لئے مجبور کرنا اوراس کی آزمائیش کرنا درحقیقت ا سکی محبت پر شک کرنا ہے۔حقیقی ایماندارخدا کو یہ نہیں کہتا کہ جس طرح میں چاہتا ہوں میرے ذریعہ تو اپنی قدرت دکھلا۔ بلکہ وہ کامل طورپر بھروسا رکھ کر انتظار کی آنکھوں سے اس بات کی جانب ٹکٹکی لگا کر دیکھتا رہتا ہے کہ پردہ ِغیب سے رضائے الٰہی کس طرح ظاہر ہوتی ہے۔ وہ یہ خیال نہیں کرتا کہ دنیا پر میرا اثر کس طرح قائم رہے گا بلکہ وہ ہر دلعزیزی کی طرف پیٹھ موڑکر خدا کی مرضی پر عمل کرتا ہے ۔ اَدیانِ عالم کی تاریخ ہم کو بتلاتی ہے کہ دنیا کے بہترین انسان اس قسم کی آزمائیش میں گرفتار ہو کر گر پڑے لیکن ابن اللہ ایسی سخت آزمائیش پر بھی غالب آئے ۔

اس آزمائیش کی طاقت کو وہ شخص خوب سمجھ سکتا ہے جو اہل یہود کے مجنونانہ جوش سے واقف ہے ۔ اہل یہود جو قیصر روم کے مطیع تھے یہ خیال کرتے تھے کہ جب مسیح موعود آئے گا تو قوم اسرائیل کو رومی قیاصرہ کی غلامی سے رہائی دے کر ایک آزاد اورخود مختار ریاست کی بنیاد ڈالے گا ۔ جب جناب مسیح کی بعثت ہوئی تو اسرائیل میں ایسے سرفروشوں کی ایک پارٹی تھی جو "زیلوتیس "یعنی "غیور" یہود پر مشتمل تھی۔ اگر جناب مسیح اپنی قوم پر اپنا اثرقائم کرنا چاہتے تو شمالی کنعان اورگلیل کا صوبہ بغاوت اختیارکرلیتا۔ (انجیل شریف اعمالرسل ۵باب ۳۶تا۳۷آیت)اورآپ پر جانیں نثارکرنے کو تیارہوجاتا۔ آپ خود گلیلی تھے اورحضرت داؤد کی شاہی نسل سے تھے۔ آپ کی شہرت ابتدا ہی سے گلیل میں اس قدر پھیل گئی تھی کہ یروشلیم تک قوم کے سرداروں کو اطلاع ہوچکی تھی (حضرت لوقا ۵باب ۱۷آیت)اگر ابن اللہ ہر دلعزیز ہونا چاہتے اورعوام الناس پر اپنا اثر قائم کرنا چاہتے تو آپ کو ہر طرح کی آسانی مہیا تھی۔ لیکن آپ نے باپ (پروردگار) کی مرضی چلنا اپنا مقدس فرض سمجھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہی ہجوم جو آپ پر اپنی جانیں نثارکرنے کو تیار تھی (حضرت متی ۲۱باب ۱۱آیت) اورآپ کو بادشاہ بنانا چاہتی تھی ۔(حضرت یوحنا ۶باب ۱۵ایت)آپ کی دشمن ِجان ہوگئی (حضرت مرقس ۱۵باب ۱۱آیت)کیونکہ آپ نے ان کے اشاروں اوران کی مرضی پر چلنے کا نہیں بلکہ خدا کی مرضی پر چلنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

(۴)

ایک اورآزمائیش آتی ہے کہ تونے اچھا کیا جو اپنی اعجازی قوت کو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر استعمال نہیں کیا۔ تو صرف خدا کی بادشاہت کا قیام چاہتا ہے اورتو اس مقصدکو حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہونا چاہتا ہے لیکن جو طریقہ تو استعمال کرنا چاہتا ہے درست نہیں کیونکہ تو چاہتا ہے کہ محبت ،خدمت ،ایثاراور قربانی کے ذریعہ یہ بادشاہت قائم ہو (حضرت متی ۱۶باب ۲۱آیت،۲۰باب ۲۸آیت ،حضرت یوحنا ۱۵باب ۱۳آیت)لیکن یہ طریقہ کبھی کارگارثابت نہ ہوگا۔ لاتو ں کے بھوت باتوں سے بھلا کب مانتے ہیں؟بہتریہی ہے کہ تو دنیا کے سامنے اپنی اعجازی قوت اورطاقت کا مظاہرہ کر اورتلوار کے ذریعہ دنیا میں خدا کی بادشاہت کو قائم کر۔ اہلِ یہودایک خونین

مسیح کی آمد کے منتظر بھی ہیں۔ زیلوتیس پارٹی کے شریک تیرے شاگرد بھی ہیں (حضرت لوقا ۶باب ۱۵آیت) خدا تیری مدد کرے گا پس "اے پہلوان اپنی تلوار کو جو تیری حشمت اور بزرگواری ہے حمائل کرکے اپنی ران پر لٹکا۔ تیرا دہنا ہاتھ تجھے مہیب کام سکھلائے گا ۔ تیرے تیر تیز ہیں لوگ تیرے نیچے گرے پڑتے ہیں تو صداقت کا دوست اورشرارت کا دشمن ہے اوریوں سارے لوگ ابدالآباد خدا کی ستائیش کرینگے "(زبورشریف ۴۵)لیکن کلمتہ اللہ اس سخت آزمائیش پر بھی غالب آتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایسا خیال خدا کا نہیں بلکہ دنیاداروں کا ہے (حضرت متی ۱۶باب ۲۳آیت) پس آپ فرماتے ہیں کہ میں صرف خدا اوراس کی رضا کو ہی اپنی نظروں کے سامنے رکھونگا اور صرف اسی کو سجدہ کرونگا (حضرت متی ۴باب ۱۱آیت) تلوارکا استعمال اور طاقت کا مظاہرہ شیطانی اوزارہیں میں ایسے وسائل کا ہر گز استعمال نہ کرونگا۔ اگر ایسی نوبت آئے کہ مجھے اپنی جان بھی فی سبیل اللہ خدا کی بادشاہت کے قیام کی خاطر دینی پڑے تو میں بخوشی خاطر منظورکرونگا لیکن نیکی کو قائم کرنے کے لئے بدی کی طاقتوں کے ساتھ کسی قسم کی مصالحت نہ کرونگا۔

ابن اللہ کے سامنے جو آزمائیش آئی وہ دنیا کے مصلحین اورانبیائے کے سامنے بھی آئی۔ لیکن جس آزمائیش پر منجی عالمین غالب آئے دیگر مصلحین اورانبیائے اس میں گر پڑے۔ جب ان ہادیانِ دین نے دیکھا کہ محبت اور صلح کے ساتھ ان کا پیغام نہیں مانا جاتا تو انہوں تلوار کے ذریعہ اپنے مذہب کے اصول کی اشاعت کی۔ جو شخص ان کے مذہب میں داخل نہ ہوا وہ تہ تیغ کردیا گیا اورجو ایک دفعہ داخل ہوکرپھر مرتد ہوگیا وہ بے دریغ قتل کردیا گیا ۔ بظاہر یہ لوگ کامیاب بھی ہوگئے لیکن اس طریقہ کارنے ان کی زندگیوں کو داغدار اوران کے مذاہب کے اصولوں کو کھوکھلا بنادیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے مشن میں درحقیقت کامیاب نہ ہوئے اورنہ ان کے مذہب عالمگیرہونے کے اوردنیا میں اشاعت پانے کے قابل رہے ۔ اوریوں ان انبیاء اورمصلحین کی آمد کی علت ِغائی فوت ہوگئی۔

کلمتہ اللہ نے تین سال تک اپنی اعجازی قوت کا استعمال بنی نوع انسان کی بہبودی کی خاطر کیا۔ جہاں آپ نے کسی اندھے گونگے بہرے کوڑھی یا کسی قسم کے بیمار کو دیکھا آپ کی محبت جوشن زن ہوئی اور وہ شفایاب ہوگئے۔آپ نے بیوہ کے اکلوتے بیٹے جو اپنی ماں کے بڑھاپے کا آسرا تھا اورلعزر کو جو اپنی بہنوں کی روزی کا وسیلہ تھا اپنی لازوال محبت کی وجہ سے مردوں میں سے زندہ کیا آپ نے ہمیشہ اپنے خیال قول اور فعل میں الہٰی محبت کا ظہور دکھلادیا جو تمام انسانوں کے لئے ایک نمونہ ہے ۔ (انجیل شریف خطِ اول حصرت پطرس ۲باب ۲۱آیت) لیکن آپ کی قوم اورقوم کے رؤسااورعلمائے دین آپ کی جان کے پیاسے ہوگئے اورآپ کے قتل کے درپے تھے (حضرت لوقا ۱۹باب ۴۷آیت ،حضرت مرقس ۱۴باب ۱آیت) صلیب آپ کو سامنے دکھائی دیتی تھی (حضرت مرقس ۸باب ۳۱آیت) آپ کو اس بات کا علم تھا کہ آپ کے محبت کرنے والے آپ کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ جائینگے ۔آپ کا ایک حواری آپ کو پکڑوا دئیگا آپ اس دنیا میں اکیلے بے یارو مدد گار رہ جائینگے (حضرت متی ۲۶باب ۳۱آیت ،حضرت یوحنا ۱۳باب ۲۱آیت) ایسے آڑے وقت میں یونانی کلمتہ اللہ

کے پاس آتے ہیں (حضرت یوحنا ۱۲باب ۲۱آیت) کہتے ہیں کہ انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ ہجرت کرکے کنعان چھوڑکر ہمارے ہاں یونان میں آجائیں تاکہ صلیب جیسی خوفناک موت سے بچ جائے ۔(نیز دیکھئے حضرت یوحنا ۵باب ۳۷آیت)۔جنابِ مسیح کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ آپ کے لئے یہ آزمائش بڑی زبردست آزمائیش تھی آپ نے فرمایا " میری جان گھبراتی ہے پس میں کیا کہوں؟اے باپ (پروردگار) مجھے اس گھڑی سے بچا؟لیکن میں اسی سبب سے تو اس گھڑی کو پہنچا ہوں۔ پس میں کہنوگا اے باپ اپنے نام کو جلال دے ۔ وہ وقت آگیا ہے کہ ابنِ آدم جلال پائے ۔ یہ الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ ہجرت کی آزمائش سخت آزمائیش تھی۔ ایک طرف دردناک موت کھڑی تھی اور دوسری طرف آرام حفاظت اورعزت کی زندگی نظر آتی تھی لیکن آپ جانتے تھے کہ "جب تک گیہوں کا دانہ زمین پر گرکے مرنہیں جاتا اکیلا رہتا ہے لیکن جب مرجاتا ہے تو بہت سا پھل لاتا ہے ۔ جو اپنی جان کو عزیز رکھتا ہے وہ اسے کھو دیتا ہے او جو دنیا میں اپنی جان سے عداوت رکھتا ہے وہ اسے ہمیشہ کی زندگی کے لئے

محفوظ رکھے گا" (حضرت متی ۱۲باب ۲۴آیت) جنابِ مسیح صلیب کو اذیت کی موت کی شکل میں نہیں دیکھتے بلکہ اس کو" جلال" کا وسیلہ خیال فرماتے ہیں (حضرت متی ۱۲باب ۲۳آیت ،۱۲باب ۱۶آیت ،۷باب ۳۹آیت) آپ نے صلیب کے نورانی اورجلالی پہلو کو دیکھا اورہجرت کرنے سے انکارکردیا۔ کلمتہ اللہ رضا ے الہٰی کے یہاں تک فرمانبرداررہے کہ موت بلکہ صلیبی موت بھی گوارا کی " (انجیل شریف خطِ اہل فلپیوں ۲باب ۸آیت) یہاں نہ صرف فرمانبرداری ہے بلکہ خدا کے خیالوں کے ساتھ (حضرت متی ۱۶باب ۲۳آیت) کامل تعاون ہے تاکہ خدا کی مرضی پوری ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے صلیب پر اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ" پورا ہوا" (حضرت یوحنا ۱۹باب ۳۰آیت)۔

دیگر مذاہب کے ناموراشخاص کی زندگیوں میں بھی ایسے واقعات رونما ہوئے کہ لوگ ان کے پیغام کی وجہ سے ان کی جان کے پیاسے ہوگئے اوران کے سامنے بھی ہجرت کرنے کی آزمائیش آئی لیکن جب موت ان کی نظروں کے سامنے آئی تو وہ اس آزمائیش کا مقابلہ نہ کرسکے اورگرگئے ۔ انہوں نے چند سالہ زندگی او راپنے مستقبل کا خیال کیا لیکن ابن اللہ کی مانند رضائے الہٰی کے جویاں نہ ہوئے۔

(۶)

انجیل نویسوں نے مذکورہ بالا آزمائیشیں بطور مشتے نمونہ ازخروارے بیان کی ہیں۔ انجیل جلیل سے یہ ظاہر ہے کہ کلمتہ اللہ کی زندگی ایک ایسی زندگی ہے جس کا کامل انحصار خدا پر ہے ۔ آپ کی زندگی کا مرکز خود ی نہ تھی بلکہ رضائے الہٰی تھی۔ آپ ہمیشہ ہر بات میں خدا کے فرمانبردار بیٹے تھے ۔ آپ کا ہر قول اورفعل پروردگارکی مرضی کا ظہورتھا۔

آپ کی خدا سے ہمیشہ یہی دعا تھی "میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی پوری" (حضرت لوقا ۲۲باب ۲۲آیت) خودی کا عنصر آپ کی زندگی میں مفقود ہے اورعالم ِخیال میں بھی آپ کبھی خدا سے جدا نہ ہوئے ۔ آپ کی تمام زندگی میں ہم کو اس قسم کی جدائی نظرنہیں آتی۔ آپ نے فرمایا "میں اکیلا نہیں بلکہ میں ہوں اورباپ جس نے مجھے بھیجا ہے ۔ نہ تم مجھ کو جانتے ہو نہ میرے باپ کو ۔ اگر مجھے جانتے تو میرے باپ کو بھی جانتے "(حضرت یوحنا ۸باب ۱۶تا ۱۹آیت)۔

ابن اللہ کی زندگی فرمانبرداری کے کمال کا نمونہ ہے ۔ آپ کی زندگی کا لائحہ عمل اسی فرمانبرداری پر ہی مبنی تھا ۔ آپ کے تصورات ،جذبات اور افعال اسی فرمانبرداری کا نتیجہ تھے ۔ یہی ایک اصول آپ کے اقوال وافعال اورتمام زندگی پر حاوی تھا اورآپ کی شخصیت میں کوئی شئے نہ تھی جو اس انحصار کا نتیجہ نہ تھی ۔ آپ کا کوئی خیال یاقول یا فعل ایسا نہ تھا جو خدا سے الگ ہوکر عمل میں آیا ہو۔ (حضرت یوحنا ۵باب ۱۷آیت) آپ نے فرمایا " میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ بیٹا آپ سے کچھ نہیں کرسکتا سوا اس کے جو باپ کو کرتے دیکھتا ہے کیونکہ جن کاموں کو وہ کرتا ہے ان کو بیٹا بھی اسی طرح کرتا ہے۔(حضرت یوحنا ۵باب ۱۹آیت)اگرچہ آپ نے ایسی فضا میں زندگی بسر کی جہاں یہ ہمیشہ احتمال رہتا تھا کہ انسانی ارادہ اورمنشائے الہٰی میں تصادم واقع ہوجائے لیکن آپ ہمیشہ آزمائیشوں پر غالب آئے اوررضائے الہٰی کے جویا رہے ۔

ابن اللہ (سیدنا مسیح) کی عصمت

انجیل جلیل کا مطالعہ ہم پر ظاہر کردیتا ہے کہ کلمتہ اللہ خلوت کی زندگی بسر نہیں کرتے تھے ۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ لوگوں کی نظروں کے سامنے گزرتا تھا (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۸باب ۲۰آیت) آپ کے حوارئین شب وروزآپ کی رفاقت میں رہتے تھے (حضرت متی ۱۷باب ۱آیت) ان کے باہمی تعلقات ایسے تھے جس طرح ایک خاندان کے شرکا کے تعلقات ہوتے ہیں (حضرت یوحنا ۱۵باب ۱۵آیت ،حضرلوقا ۲۲باب ۱۴آیت) یہ ایک واضح حقیقت ہے جو روزمرہ کے مشاہدہ میں آتی ہے کہ جو اشخاص ایک دوسرے کے ساتھ شب روز نشست وبرخاست رکھیں وہ ایک دوسرے کی کمزوریوں سے بخوبی واقف ہوجاتے ہیں ۔ آپ کے حواری آپ کی "آزمائیشوں میں برابر کے آپ کے ساتھ رہے "(حضرت لوقا ۲۲باب ۲۸آیت) وہ آپ کی رفتار وگفتار ،مذاق طبعیت ،اندازِ گفتگو ،طرز زندگی ،طریق رہائیش ،کھانے پینے چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے

ہنسنے رونے غرضیکہ آپ کی زندگی کی ایک ایک ادا سے بخوبی واقف تھے (انجیل شریف خطِ اول حضرت یوحنا ۱باب ۱آیت) لیکن حیرت کی یہ بات ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے آپ کی خصلت کو "غور سے دیکھا" وہی آپ کی تعریف میں رطب للسان ہیں اور بے اختیار کہتے ہیں کہ "اس کی ذات میں گناہ نہ تھا" (خط اول حضرت یوحنا ۳باب ۵آیت) ۔ وہ اس کو بے گناہ اورکامل سمجھتے ہیں اور بے تامل کہتے ہیں کہ "ویسا ہی مزاج رکھو جیسا جناب مسیح کا تھا" (انجیل شریف خطِ اہل فلپیوں ۲باب ۵آیت) "مسیح تم کو ایک نمونہ دے گیا ہے تاکہ اس کے نقش قدم پر چلو۔ نہ اس نے گناہ کیا اورنہ اس کے منہ سے کوئی مکر کی بات نکلی۔ نہ وہ گالیاں کھا کر گالی دیتا تھا اورنہ دکھ پاکر کسی کو دھمکاتا تھا" (انجیل شریف خطِ اول حضرت پطرس ۲باب ۲۱آیت) "ہمارا ایسا سردار کاہن (یعنی امام اعظم) نہیں جو ہماری کمزوریوں میں ہمارا ہمدرد نہ ہوسکے بلکہ ساری باتوں میں وہ ہماری طرح آزمایا گیا تاہم بے گناہ رہا" (خط عبرانیوں ۴باب ۱۵آیت) "ہمارا سردار کاہن پاک، بے ریا اوربے داغ گنہگاروں سے جدا اورآسمانوں سے بلند تھا" (خط عبرانیوں ۷باب ۲۶آیت) "صرف خداوند ہی قدوس ہے اورساری قومیں آکر اس کے سامنے سجدہ کرینگی" (انجیل شریف کتابِ مکاشفہ ۱۵باب ۴آیت) "ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال" (حضرت یوحنا ۱باب ۱۴آیت) وہ خدا کے جلال کا پرتو اوراس کی ذات کا نقش ہے" (خطِ عبرانیوں ۱باب ۳آیت)۔

(۲)

حوارئین کاکلام پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی ابتدا ہی سے اپنے منجی اورآقا کو بے گناہ مانتے تھے۔ انجیل کے تمام مصنفین میں سب سے زیادہ مقدس پولوس گناہ کی عالمگیری اوراس کے خوفناک نتائج اورنجات کی ضرورت او راہمیت کے متعلق لکھتے ہیں لیکن وہ کسی جگہ بھی جناب مسیح کی عصمت اوربے گناہی کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کرتے ۔ یہ عقیدہ ایسا تھا جو ان کے مسیحی ہونے سے پہلے کلیسیا میں موجود اورمروج تھا۔ تمام مسیحی شروع سے اس بات پر متفق تھے خواہ وہ اہل یہود میں سے تھے یا غیر یہود سے مسیحیت کے حلقہ بگوش ہوئے تھے پس پولوس رسول کی تحریرات اس کے زمانہ کا آئینہ ہیں جس میں ہم کو ان لوگوں کے خیالات نظر آتے ہیں۔ جو منجی عالمین

کے حوارئین اورتابعین تھے ۔ (انجیل شریف خطِ اول اہل کرنتھیوں ۱۵باب ۳آیت) چنانچہ حضرت پولوس فرماتے ہیں کہ ابن اللہ میں "الوہیت کی ساری معموری مجسم ہوکر سکونت کرتی ہے "(خط اہل کلیسوں ۲باب ۹آیت) "وہ غیر مرئی خدا کی صورت ہے "(خط اہل کلیسوں ۱باب ۱۵آیت)"مسیح نے اپنی خوشی نہ کی "(خطِ اہل رومیوں ۱۵باب ۳آیت) رسول مقبول آپ کی کامل فرمانبرداری کا باربارذکرکرتا ہے (خطِ اہل رومیوں ۵باب ۱۹آیت ،خطِ دوئم اہل کرنتھیوں ۱۰باب ۶آیت وغیرہ) او رکھتا ہے کہ "ویسا ہی مزاج رکھو جیسا مسیح کا تھا۔ اس نے اگرچہ خدا کی صورت پر تھا خدا کے برابر ہونے کو غنیمت خیال نہ کیا بلکہ اپنے آپ کو خالی کردیا اور خادم کی صورت اختیار کی اورانسانوں کے مشابہ ہوگیا۔ اس نے انسانی شکل میں ظاہر ہوکر اپنے آپ کو پست کردیا اوریہاں تک فرمانبرداررہا کہ موت بلکہ صلیبی موت بھی گوارا کی۔ اسی واسطے خدا نے بھی اسے بہت سربلند کیا اوراسے وہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے تاکہ مسیح کے نام پر ایک گھٹنا ٹکے خواہ آسمانیوں کا ہو خواہ زمینیوں کا خواہ ان کا جو زمین کے نیچے ہیں اور خداباپ کے جلال کے لئے ہر ایک زبان اقرارکرے کہ جناب مسیح خداوند ہے "(خطِ اہلِ فلپیوں ۲باب ۵آیت)۔

(۳)

ابن اللہ کی عصمت کے قائل صرف آپ کے حوارئین اور تابعین ہی نہ تھے بلکہ آپ کے مخالفین تک آپ کی گناہی کا اقرارکرتے تھے۔ جس شاگرد نے آپ کو پکڑوادیا وہ اپنی موت اورخون سے اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ آپ "بے قصورتھے (حضرت متی ۲۷باب ۴آیت)جس شاگرد نے آپ کا انکارکیا وہ آپ کی پاکیزہ زندگی کے آئینہ میں اپنے گناہوں کو دیکھ کر اقرارکرکے کہتا ہے "اے خداوند میں گنہگارانسان ہوں"(حضرت لوقا ۵باب ۸آیت) مصلوب ڈاکو تائب ہوکر اقرارکرتا ہے کہ "اس نے کوئی بے جا کام نہیں کیا "اورگووہ منجی عالمین کو مصلوب اور بظاہر مغلوب اورمفتوح دیکھتا ہے تاہم صلیب پر اس کوآپ کی محبت بھری زندگی یاد آتی ہے ۔اس کا ایمان متزلزل نہیں ہوتا اور وہ بہ منت کہتا ہے "اے مولا جب آپ اپنی بادشاہت میں آئے تو مجھے یاد کرنا "(حضرت لوقا ۲۳باب ۴۱آیت)جب رومی صوبہ دار نے جو صلیب کے پاس نگہبان کھڑا تھا

دیکھا کہ منجی کونین دم واپسین اپنے خون کے پیاسوں کے لئے دعا مانگ رہے ہیں تو" اس کو یوں دم دیتے ہوئے دیکھ کر کہا بیشک یہ خدا کا بیٹا تھا "(حضرت مرقس ۱۵باب ۳۹آیت) آپ کے دشمن جان جو روسائے قوم تھے آپ کی راستبازی کے قائل تھے۔ وہ آپ کی اعلیٰ زندگی کا اقبال طعنہ کی شکل میں کیا کرتے ہیں اور مصلوب کرکے آپ کو کہتے ہیں کہ "اس نے اوروں کو بچایا تھا ۔اس نے خدا پر بھروسہ رکھا تھا " (حضرت متی ۲۷باب ۴۳آیت)آپ کے خون کے پیاسے اقرار کرکے کہتے ہیں کہ "اے استاد ہم جانتے ہیں کہ آپ سچے ہیں اورسچائی سے خدا کی راہ کی تعلیم دیتے ہیں اورکسی کی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ آپ کسی آدمی کے طرفدارنہیں ہے "(حضرت متی ۲۲باب ۱۶آیت)۔آپ نے ا ن جانی دشمنوں کو للکارکر چیلنج دیا تھا کہ "تم میں سے کون مجھ پر گناہ ثابت کرسکتا ہے ؟"(حضرت یوحنا ۸باب ۴۶آیت)وہ صم بکم کھڑے رہ جاتے ہیں کہ کیونکہ وہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "آپ سچے ہیں"(حضرت متی ۲۲باب ۱۶آیت) تو آپ پھر سوال کرتے ہیں کہ "اگر میں سچ بولتا ہوں تومیرا یقین کیوں نہیں کرتے "(حضرت یوحنا ۸باب ۴۶آیت)پلاطوس مجسٹریٹ ہے ۔ وہ مقدمہ کی مثل کو دیکھ کر کلمتہ اللہ کو "راستباز" قرار دیتا ہے (حضرت متی ۲۷باب ۲۴آیت ،حضرت لوقا ۲۳باب ۲۲آیت) اور کہتا ہے کہ "میں اس میں کچھ جرم نہیں پاتا ہے "(حضرت یوحنا ۱۹باب ۶آیت) اس مجسٹریٹ کی بیوی بھی مصداق "آوازہ خلق کو نقارہ خدا سمجھو" لوگوں سے آپ کی عصمت کا حال سن کر آپ کو " راستباز" کہتی ہے (حضرت متی ۲۷باب ۱۹آیت)۔

(۴)

نہ صرف جناب مسیح کے حوارئین اور مخالفین آپ کی عصمت کے قائل ہیں آپ کے معاصرین بھی آپ کی بے گناہی کی شہادت دیتے ہیں۔حضرت یوحنا بپتسمہ دینے والا آپ کا نذدیکی رشتہ دارتھا اوربچپن سے آپ سے واقف تھا۔ وہ کھلے بندوں ہر ایک شخص پر اس کے گناہ جتلا دیتا تھا (حضرت متی ۳باب ۷آیت) اوراس بات کو ایک فرض سمجھ کر بادشاہ تک کوملامت کرتا تھا لیکن ایسا بے باک شخص بھی آپ کی اعلیٰ روحانیت کے سامنے سرِتسلیم خم کردیتا ہے (حضرت متی ۳باب ۱۴آیت ،حضرت لوقا ۳باب ۱۶آیت) آپ کے وقت کی گنہگار عورتیں اور مرد آپ کی عصمت کا اقرار کرتے ہیں اورآپ سے مغفرت

حاصل کرکے راستباز ٹھہرتے(حضرت لوقا ۸باب ۴۳آیت ،حضرت یوحنا ۱۴باب ۳۰آیت وغیرہ) جس سے ہم قیاس کرسکتے ہیں کہ آپ جس جگہ بھی جاتے تھے شیطانی طاقتیں زائل ہوجاتی تھیں۔ آسمان کے فرشتے تک آپ کی عصمت پر گواہ ہیں (حضرت لوقا ۱باب ۳۵آیت) خود اللہ تعالیٰ آپ کی عصمت کی گواہی دیتے ہیں (حضرت مرقس ۱باب ۱۱آیت ،۹باب ۷آیت ،حضرت یوحنا ۱۲باب ۲۸آیت وغیرہ)۔

(۵)

ابن اللہ اپنی بے گناہی کے لئے چار دانگ عالم میں مشہور ہے ۔ یہاں تک کہ آپ کی موت اور ظفریاب قیامت کے پانچ سوسال بعد صحرائے عرب سے رسولِ عربی نے پکار کرآپ کی عصمت کا اقرارکیا۔ قرآن آپ کی عصمت پر شاہد ہے اوراقرارکرتا ہے کہ اللہ نے آپ کو شیطان ِمردود سے اپنی پناہ میں رکھا (سورہ آل عمران آیت ۳۱ ع ۴) تمام قرآن کو چھان مارو سوائے کلمتہ اللہ کے تم کو کوئی دوسری معصوم ہستی نہیں ملے گی ۔ قرآن میں اسلام کے باقی الوالعزم نبی یعنی حضرت آدم ،حضرت ابراہیم ، حضرت موسیٰ اورحضرت محمد اپنے اپنے گناہوں کا اقرارکرکے اللہ سے مغفرت کے طالب نظر آتے ہیں لیکن کلمتہ اللہ کی طرف نہ صرف گناہ یا گناہ کا اقرار یا استغفار منسوب نہیں کیا گیا بلکہ استشنائی معصومیت کو صریح اور واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے ۔

مسلمانوں میں کلام اللہ کے بعد صحیح حدیث کا درجہ ہے ۔ صحیح بخاری اورصحیح مسلم میں رسول ِعربی کا قول ہے کہ " کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا مگراس کو پیدا ہوتے وقت شیطان چھولیتا ہے ۔پس شیطان کے چھونے کی وجہ سے پیدائش کے وقت چیخ کر چلتا ہے ۔ مگر مریم اوراسکا بیٹا مس ِشیطان سے محفوظ رہے ہیں (مشارق الانوارصفحہ ۹۲۹)۔یہ حدیث گویا قرآنی سورہ آل عمران کی مندرجہ بالا آیت کی تفسیر ہے ۔ اوراس پر صاد کرتی ہے ۔ یہ حدیث صیحین میں موجود ہے اورشاہ ولی اللہ ہم کو حجتہ البالغہ میں بتلاتے ہیں کہ "صیحین کی بابت محدثین اس امرپر متفق ہیں کہ ان دونوں میں جو حدیث متصل مرفوع ہے وہ قطعاً "صحیح " ہے (جلد اول صفحہ ۱۳۳مطبوہ مصر) اب یہ حدیث مرفوع ہے اوراس کی سند متصل ہے یعنی اس کی بغیر کسی انقطاع کے خاص رسول ِعربی تک پہنچتی ہے لہذا یہ قطعاًصحیح ہے ۔

قرآنی آیه میں جس "پناه" کا ذکر ہے اس میں نه اغوا کا ذکر ہے نه مس کا نه وسوسه کا۔ کیونکه یه سب باتیں جزوی ہیں جو گناه اورشیطان میں شامل ہیں۔ استعاذه (یعنی پناه) مطلق شیطان سے تھا جو اس قدرجامع اورمانع ہے که گناه اور اس کی تمام شاخیں کٹ جاتی ہیں۔

کلمته الله قرآن اورحدیث کے مطابق حقیقی معنوں میں معصوم تھے۔ آپ کے وجود مبارک کے گرد رحمت الہٰی کا قلعه بندھ گیا جس کی دیواریں شیطان لعین کے ہر حمله کو روکنے والی تھیں۔

پس کلمته الله کے حوارئین ،تابعین ، مرسلین ، مخالفین ،معاصرین ،ندنبین ، بلکه شیاطین تک متفق آواز سے پکارکر کہتے ہیں که کلمته الله ایک بے گناه اورمعصوم ہستی ہیں۔ قرآن اورکتب ِاحادیث بھی اس بات کا اقرارکرتی ہیں۔ آسمان سے ملائکه اورخدا بھی اسی ایک حقیقت کا اظہارکرتے ہیں۔ ہر زمانه ملک اورقوم کے لوگ دیگر مذاہب کے بانیوں اور رسولوں کی عصمت کے متعلق اختلاف کرتے چلے آئے ہیں لیکن کلمته الله ایک واحد ہستی ہے جس کے بے گناہی اور عصمت پر ہر زمانه ملک اورقوم کا اتفاق ہمیشه سے چلا آیا ہے۔ شمال اورجنوب مشرق اورمغرب آسمان اورزمین کے باشندے اسی کے رطب للسان ہیں۔

گرمن آلوده دامنم چه عجب
ہمه عالم گواه عصمت ِاوست

(۷)

کسی شخص نے کیا خوب کہا ہے که من آنم که من دانم۔ جب ہم اس اصول کی روشنی میں کلمته الله کی روحانی زندگی کو پرکھتے ہیں که تو ہم دیکھتے ہیں که نه صرف دیگر اشخاص جناب مسیح کو بے گناه جانتے تھے بلکه آپ کو خود یه احساس تھاکه آپ بے گناه ہیں۔ آپ کے کلمات طیبات آپ کے اندرونی خیالات اورپنہانی جذبات کو ظاہر کرتے ہیں اوریه بتلاتے ہیں که آپ خدا سے کبھی ایک لمحه کے لئے بھی جدا نه ہوئے۔ آپ میں اورخدا میں مغائرت نظرنہیں آتی ۔ دیگرانبیاء کے سوانح حیات میں ہم کو ایک ایسا وقت نظرآتا ہے جب انہوں نے خدائے قدوس کا نظاره پاکراپنے گناہوں کو محسوس کیا۔ حضرت یسعیاه نے کہا که "ہائے مجھ پر میں

ناپاک ہونٹ والا آدمی ہوں۔"(بائبل مقدس صحیفہ حضرت یسعیاہ ۶باب ۵آیت) حضرت یرمیاہ نے کہا کہ " مجھ پر واویلا۔ اے میری ماں کہ تو مجھے جنی "(صحیفہ حضرت یرمیاہ ۱۵باب ۱۰آیت)۔ حضرت داؤد نے اقرار کیا کہ میں " اپنے گناہوں کو مان لیتا ہوں اور میری خطا ہمیشہ میرے سامنے ہے۔ میں نے تیرا ہی گناہ کیا ہے اور تیرے ہی حضور بدی کی ہے "(زبور شریف ۵۱آیت ۳آیت) کنفوشیس جو چین کا نبی کا ہے کہتا ہے کہ "مجھے اس بات کا غم ہے کہ میں نیکی پر عمل پیرا نہیں رہا ہوں۔ جو علم میں نے حاصل کیا ہے اس کی میں صحیح طور پر ترجمانی نہیں کرسکا۔ میں اس کو جو غلط راہ پر تھا صراطِ مستقیم پر نہ لا سکا۔ میں اپنے نیک خیالات کو نیک افعال میں تبدیل نہیں کرسکا۔"

رسولِ عربی کو قرآن میں باربار حکم ہوا ہے کہ " اے محمد تو اپنے گناہ کے لئے مغفرت مانگ "(سورہ محمد ۲۱،سورہ مومن ۵۷،سورہ نساء ۱۰۶وغیرہ) چنانچہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آپ نے ایک دفعہ اپنے صحابہ سے کہا " خدا کی قسم میں ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار اور توبہ کرتا ہوں "(تلخیص الصحاح جلد دوئم صفحہ ۳۱۸ بخاری جلد سوئم صفحہ ۱۶۵، مترجمہ مرزا حیرت لیکن جناب مسیح کی زندگی میں گناہوں کا اقرار یا گناہوں کی مغفرت کے لئے شکر گزاری کا نشان تک نہیں ملتا۔ آپ جانتے ہی نہ تھے کہ گناہ کی وجہ سے خدا اور انسان کے باہمی تعلقات کا ٹوٹنا کس شئے کو کہتے ہیں۔ ہم کو آپ کی روحانی زندگی میں کسی قسم کے طوفان دکھائی نہیں دیتے۔ شیطان کے ساتھ جنگ کرنے میں آپ نے کبھی زخم نہ کھایا اناجیل اربعہ میں ان زخموں کا نشان تک ہم کو نظر نہیں آتا "شقِ صدر" کا سا کوئی واقعہ ہم کو آپ کے سوانح حیات میں نہیں ملتا۔ خدا نے دیگر انبیاء مثلاً رسولِ عربی کو "بھٹکتا پایا پھر راہِ ہدایت دکھائی "(سورہ ضحیٰ ۷) لیکن کلمتہ اللہ کی زندگی میں کبھی ایسا موقعہ پیش نہ آیا جب آپ کے دل کی تبدیلی ہوئی اور آپ کی زندگی میں روحانی انقلاب واقع ہوا ہو اور آپ نے گناہ کو ترک کرکے خدا کی طرف رجوع کیا ہو۔ آپ کو خدا کے ساتھ گناہ کے بعد دوبارہ میل ملاپ کرنے کا شخصی اور ذاتی تجربہ کبھی نہ ہوا۔ دیگر انبیاء کی زندگی کی انتہائی منزل یہ تھی کہ ان کی زندگی میں منشائے الٰہی میں موافقت پیدا ہوجائے لیکن کلمتہ اللہ کی زندگی کی یہ ابتدائی منزل تھی۔ آپ لوگوں کو توبہ کی دعوت دے کر فرماتے تھے "توبہ کرو کیونکہ آسمان کی

بادشاہت نذدیک آگئی ہے (حضرت متی ۴باب ۱۷آیت) لیکن آپ نے کبھی یہ ضرورت محسوس نہ کی کہ خدا کے سامنے گریہ وزاری ۔ بیکسی لاچاری اور توبہ کا اظہار کریں۔ آپ کے جذبات اورافعال سے ظاہر ہے کہ آپ کو یہ احساس تھا کہ آپ کو خود توبہ کی مطلق ضرورت نہیں۔آپ کو رفاقت ِالہٰی اورقربت خداوندی اس درجہ تک نصیب تھی کہ آپ ایسی باتیں فرماتے جو دوسرا انسان کفر کا ارتکاب کئے بغیر زبان پر نہیں لاسکتا (حضرت یوحنا ۸باب ۵۸آیت ، ۵باب ۲۰-۲۵آیت ،۸باب ۱۶آیت ۸باب ۵۸آیت ،۱۰باب ۱۵آیت ،۱۴باب ۹تا ۱۳آیت وغیرہ) دیگر انسان اورنبی جانتےہیں کہ اگر خدا ان کے گناہوں کو معاف نہ کرتا تو وہ کہیں کے نہیں رہتے اوروہ خدا کے رحم اور فضل کے لئے اس کا شکریہ کرتے ہیں (انجیل شریف خطِ اول تمطاؤس ۱باب ۱۶آیت) لیکن جناب مسیح کے منہ سے ہم اس قسم کی شکرگزاری کے الفاظ نہیں سنتے ۔ ابن اللہ ہر وقت گنہگاروں کی تلاش میں سرگردان رہتے تھے۔ گنہگارمرد اوربدل چلن عورتیں ہر قسم کے شیطان خصلت انسان جو خدا سے سرکش ہوکرآوارہ بھٹکتے پھرتے تھے آپ کے پاس آتے تھے اورآپ نے تمام عمرگراں مایہ ان کو خدا کی بادشاہت میں داخل کرنے میں صرف کردی (حضرت لوقا ۱۵باب ۱آیت)آپ نے فرمایا کہ میں گنہگاروں کو بلانے آیاہوں "(حضرت مرقس ۲باب ۱۷آیت) لیکن آپ نے کبھی اپنے آپ کو گنہگاروں کے زمرہ میں شمار نہ کیا ۔ آپ نے ہر قسم کے گناہ اورگناہ کے سرچشمہ کے خلاف اپنی صدائے احتجاج بلند کی (حضرت متی ۵تا ۸ ابواب وغیرہ) لیکن خود گناہ سے نا واقف رہے ۔ آپ نے تمام عمر ان لوگوں کو جو "اپنے پربھروسا رکھتے تھے کہ ہم راستبازہیں " (حضرت لوقا ۱۸باب ۹آیت ،حضرت متی ۹باب ۱۳آیت) ملامت کا نشانہ بنایا لیکن آپ کو خود یہ احساس تھاکہ آپ حقیقی معنوں میں بے گناہ معصوم اورراستبازہیں (حضرت یوحنا ۵باب ۳۰آیت ۸باب ۲۸آیت) اورکوئی شخص انجیل جلیل کا مطالعہ کرکے آپ کے اس احساس کو قابل مذمت خیال نہیں کرتا اورنہ اس کو فریسیانہ بے جا فخر یا لاف وگزاف پر محمول کرتا ہے۔

کلمتہ اللہ میں انسانیت کے کمال نے ظہورپکڑا۔ آپ کی کاملیت کا بھید یہ تھا کہ آپ اپنی مرضی نہیں بلکہ خدا کی مرضی پر چلنا چاہتے تھے۔ آپ میں "ناراستی " نہ تھی کیونکہ

اپنے ہر خیال قول اور فعل میں آپ اپنے باپ (پروردگار) کی عزت وجلال چاہتے تھے (حضرت یوحنا ۷باب ۱۷تا۱۸آیت)۔ دیگر انبیاء کو یہ احساس تھاکہ جس کام کے لئے خدا نے ان کوبھیجا ہے وہ اس کے لائق نہیں (توریت شریف کتابِ خروج ۳باب ۱۱آیت اورصحیفہ حضرت یرمیاہ ۱باب ۶آیت)رسول عربی کو بھی ایسا ہی احساس تھا لیکن ابن اللہ کو اس قسم کا احساس کبھی نہ ہوا۔ اس کے برعکس آپ نے باربار فرمایا "میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں"(حضرت یوحنا ۵باب ۳۰آیت) "جس نے مجھے بھیجا ہے وہ میرے ساتھ ہے اس نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا کیونکہ میں ہمیشہ وہی کام کرتا ہوں جو اس کو پسند آتے ہیں "(حضرت یوحنا ۸باب ۲۹آیت) میں باپ کو جانتا ہوں اوراس کے کلام پر عمل کرتا ہوں "(حضرت یوحنا ۸باب ۵۵آیت) میں باپ سے محبت رکھتا ہوں اورجس طرح باپ نے مجھے حکم دیا میں ویسا ہی کرتا ہوں(حضرت یوحنا ۱۴باب ۳۱آیت ، ۱۲باب ۴۹آیت) کلمتہ اللہ اپنی زندگی کو"ہرا درخت " کہتے ہیں (حضرت لوقا ۲۳باب ۳۱آیت) یعنی راستباز جو اپنے وقت پر میوہ لاتا ہے جس کے پتے مرجھاتے نہیں اوراپنے ہر کام میں پھولتا پھلتا ہے (زبورشریف ۱آیت ۳)آپ نے شاگردوں کو مخاطب کرکے فرمایا "دنیا کا سردار(یعنی شیطان) آتا ہے اورمجھ میں اس کا کچھ حصہ نہیں"(حضرت یوحنا ۱۴باب ۳۰آیت) یعنی گنہگاروں کا سردار ابلیس جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں۔ جنابِ مسیح کو یہ احساس تھا کہ " میں دنیا کا نہیں "(حضرت یوحنا ۱۷باب ۱۶آیت) اور فرماتے تھے کہ "میں اوپر کا ہوں"(حضرت یوحنا ۸باب ۲۳آیت) اور"آسمان سے اترا ہوں "نہ اس لئے کہ اپنی مرضی کے موافق عمل کروں بلکہ اس لئے کہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے موافق عمل کروں "(حضرت یوحنا ۶باب ۳۸آیت)آپ نے فرمایا کہ "میرا کھانا یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے موافق عمل کروں اوراس کا کام پورا کروں "(حضرت یوحنا ۴باب ۳۴آیت) جب آپ کے سامنے موت کھڑی تھی آپ نے تب بھی رضائے الہٰی کا خیال کیا اور دعا میں خدا سے کہا " جیسا میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو"(حضرت متی ۲۶باب ۳۹آیت) اوردم واپسین فرمایا کہ خدا کا مقصد آپ کی تعلیم زندگی اورموت سے "پورا ہوا " (حضرت یوحنا ۱۹باب ۳۰آیت) ۔آپ کو یہ احساس تھاکہ آپ کے اصول زندگی

اورموت غرضیکہ آپ کی زندگی کی ادنیٰ ترین تفصیل اورواقعہ رضائے الہٰی کا ظہورہے پس آپ نے حواریئن سے فرمایا "جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا "(حضرت یوحنا ۱۴باب ۹آیت)۔ جو مجھے دیکھتا ہے وہ میرے بھیجنے والے کو دیکھتا ہے (حضرت یوحنا ۱۲باب ۴۵آیت) "ابن آدم (جناب مسیح)نے جلال پایا اور خدا نے اس میں جلال پایا "(حضرت یوحنا ۱۳باب ۳۱آیت)میرے مخالفوں نے " مجھے اورمیرے باپ دونوں کو دیکھا ہے اوردونوں سے عداوت رکھی ہے "(حضرت یوحنا ۱۵باب ۲۴آیت) "میں اپنے باپ میں ہوں"(حضر ت یوحنا ۱۴باب ۲۰آیت) باپ (پروردگار) مجھے جانتا ہے اورمیں باپ کو جانتا ہوں "(حضرت یوحنا ۱۰باب ۲۴آیت) میں اورباپ ایک ہیں"(حضرت یوحنا ۱۰باب ۳۰آیت) کیا اس قسم کے دعوے اورکلمے کسی ایسے شخص کے منہ سے نکل سکتے ہیں جس کو اپنے گنہگارہونے کا احساس ہو؟

جب جانکنی کا وقت نذدیک آیا توآپ نے اپنی زندگی کی آخری شب میں دعا کے وقت خدا کو اپنی زندگی کا حساب ان الفاظ میں دیا" اے باپ (پروردگار) وہ گھڑی آپہنچی میں تیرے پاس آتاہوں۔ میں نے تیراکلام ان کوپہنچادیا ہے ۔ جو کام تو نے مجھے کرنے کو دیا تھا اس کو پایہ تکمیل تک پہنچاکر میں نے زمین پر تیرا جلال ظاہر کیا ہے (حضرت یوحنا ۱۷باب)اس کے بعد آپ نے اس آخری شب میں دوسرے لوگوں کی نجات ،مغفرت اورحفاظت کے لئے دعا مانگی لیکن اپنی نجات اور مغفرت کے لئے ایک لفظ بھی آپ کے منہ سے نہ نکلا (حضرت یوحنا ۱۷باب)جب آپ مصلوب کردئے گئے آپ نے پکار کر اعلان فرمایا کہ آپ نے سب کچھ پورا کردیا (حضرت یوحنا ۱۹باب ۳۰آیت) اپنے آخری لمحوں میں آپ کو یقین تھا کہ آپ باپ کے پاس جارہے ہیں (حضرت یوحنا ۱۷باب ۱۱آیت) اورآپ کی جگہ فردوس ہے (حضرت لوقا ۲۳باب ۴۳آیت) ۔

بفرض ِ محال اگر ایسے کلمات انسانوں کے سامنے نکل بھی سکیں لیکن خدا کے سامنے جو ہر انسان کے اندرونی جذبات اور دل کے پنہانی رازوں سے واقف ہے (زبور شریف ۴۴آیت ۲۱،زبور ۳۹آیت ۱)اس قسم کے کلمات کسی انسان کے منہ سے نہیں نکل سکتے جس طرح کے کلمتہ اللہ کی زبان مبارک سے نکلے۔ آپ اپنی زندگی کی آخری شب خدائے قدوس کو مخاطب کرکے کہتے ہیں "اے باپ (پروردگار) تومجھ میں

ہے اورمیں تجھ میں ہوں۔ جو کام تو نے مجھے کرنے کو دیا تھا اس کو پورا کرکے میں نے زمین پر تیرا جلال ظاہر کیا اور اب اے پروردگار تو اس جلال سے جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا مجھے اپنے ساتھ جلالی بنالے۔ تو نے بنائے عالم سے پیشتر مجھ سے محبت رکھی (حضرت یوحنا ۱۷باب) کسی انسان ضعیف البنیان کو یہ جرات نہیں کہ خدائے قدوس کے حضور اس قسم کے الفاظ اپنے منہ سے نکالے لیکن جب ہم کلمتہ اللہ کے منہ سے ایسے الفاظ سنتے ہیں تو ایک قدرتی بات معلوم ہوتی ہے اورکوئی صحیح العقل شخص ان کو کفر پر محلول نہیں کرتا۔

پس انجیل شریف کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ نہ صرف کلمتہ اللہ کے اقوال وافعال میں ہم کو گناہ کا شائبہ تک نہیں ملتا بلکہ آپ کو یہ احساس تھا کہ آپ کامل طور پر رضائے الہیٰ کو پورا کرتے ہیں۔ ابن اللہ کے تصورات ،جذبات ،اقوال اورافعال سے ظاہر ہے کہ رضائے الہیٰ ہمیشہ آپ کی مطمح نظر تھی (حضرت یوحنا ۱۴باب ۳۱آیت) آپ نے انسانی قالب میں رہ کر اپنے خیالات ،احساسات اور جذبات کو خدا کی مرضی کا مظہر بنا رکھا تھا (حضرت یوحنا ۴باب ۳۴آیت) آپ نے ایک ایسی زندگی بسر کی جس میں انسانیت اپنے کمال تک پہنچ گئی اورآپ کے معاصرین نے " اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا خدا کے اکلوتے بیٹے کا جلال (حضرت یوحنا ۱باب ۱۴آیت) آپ کے تصورات اورجذبات اقوال اورافعال میں ہم انسانیت کا کمال دیکھتے ہیں جو درحقیقت رضائے الہیٰ پر کامل طور چلنے کا عکس ہے ۔ پس الوہیت کا کمال انسانی جسم میں ظاہر ہوا۔ جب ہم اس کاملیت کو انسانی پہلو سے دیکھتے ہیں تو ہم انسانیت کے کمال کو دیکھتے ہیں اورہم جان سکتے ہیں کہ کامل انسان کس قسم کا انسان ہوسکتا ہے اورہماری انسانیت کمال کے کس درجہ تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتی ہے ۔ انسان کی قوت متخیلہ مسیح کی انجیلی تصویر میں کچھ ایزاد نہیں کرسکتی ۔ دیگر مذاہب کے بانیوں کی زندگیوں پر نظر کرکے ہر ملک اورقوم کے انسان کہتے ہیں کہ اس میں فلاں فلاں بات ہوتی تو اس کی زندگی قابلِ تقلید ہوتی لیکن مسیح کی شخصیت کی کاملیت کا یہ ایک بین ثبوت ہے کہ کسی شخص کے وہم گمان میں بھی نہیں آتا کہ وہ کہے کہ کاش مسیح میں فلاں

خصوصیت بھی موجود ہوتی۔ ابن اللہ میں انسانیت کا کمال موجود ہے آپ نے اپنی انسانیت کے ذریعہ دنیا پر ظاہر کردیاکہ خدا نے انسان کوکس مقصد کی خاطر پیدا کیا تھا اوروہ مقصد کس طرح اعلیٰ ترین پیمانہ پر حاصل ہوسکتا ہے۔

(۷)

منجی عالمین نے دیگر انبیاء کی طرح گنہگاروں کو توبہ کی دعوت دینے پر ہی قناعت نہیں کی۔ آپ نے گنہگاروں کے گناہوں کو معاف بھی کردیا (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۲باب ۵آیت ،حضرت لوقا ۷باب ۴۸آیت وغیرہ) دنیا کے لوگوں کا اور دیگر مذاہب کے انبیاء کا یہی خیال تھاکہ "گناہ کون معاف کرسکتا ہے سوا ایک یعنی خدا کے ؟" (حضرت مرقس ۲باب ۷آیت) گناہ خدا کے خلاف بغاوت کا نام ہے لہذا صرف خدا ہی گناہ کو معاف کرسکتا ہے لیکن منجی عالمین نے فرمایا "ابن ِآدم کو زمین پر گناہوں کے معاف کرنے کا اختیار ہے "(حضرت مرقس ۲باب ۱۰آیت)چونکہ دیگر انبیاء ہماری طرح خاکی اورخاطی انسان تھے وہ اس بات کی جرات ہی نہیں کرسکتے تھے کہ وہ گناہ کو معاف کرنے کا خیال بھی دل میں لائیں لیکن کلمتہ اللہ کی قدوس اورپاک ذات کے دل میں گناہوں کے معاف نہ کرنے کا خیال کبھی نہ آیا۔ جہاں آپ نے گناہ اورتوبہ کے آثار دیکھے آپ نے گنہگاروں کے گناہ معاف کئے اور فرمایا " بیٹا خاطر جمع رکھ تیرے گناہ معاف ہوئے "(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۹باب ۳آیت) اے عورت تیرے گناہ معاف ہوئے۔ (حضرت لوقا ۷باب ۴۸آیت) آج کے دن تومیرے ساتھ فردوس میں ہوگا (حضرت لوقا ۲۳باب ۴۳آیت ،حضرت یوحنا ۵باب ۱۴آیت) جائے غور ہے کہ منجی کونین تمام گنہگاروں کو معاف کرتے ہیں (حضرت مرقس ۲باب ۵آیت ،حضرت متی ۱۱باب ۲۸آیت ،حضرت یوحنا ۸باب ۱۱آیت،۱۱باب ۲۵آیت ،۱۴باب ۲۷آیت وغیرہ) لیکن آپ کو یہ احساس ہے کہ آپ کو خود مغفرت کی مطلق حاجت نہیں ۔آپ کے مخالف ازراہِ طعنہ آپ کو "گنہگاروں کا یار" (حضرت متی ۱۱باب ۱۹آیت ،حضرت لوقا ۷باب ۳۴آیت) کہتے تھے۔ کیونکہ آپ ان کے رفیق مونس اورہمدرد تھے ۔ ان کے ساتھ محبت رکھتے تھے اوراس محبت کے ظہور سے ان کو شیطان کی غلامی سے چھڑا کر ان کا میل میلاپ دوبارہ خدا کے ساتھ کردیتے تھے۔ لیکن اگرچہ آپ کی نشست وبرخاست گنہگاروں کے درمیان تھی آپ گناہ سے مبرا اورخطا سے منزہ رہے ۔ فریسی گنہگاروں سے کنارہ کش رہتے تھے تاکہ وہ

بھی ان کی مانند گنہگار نہ ہوجائیں۔ ان کی راستبازی پائے چوبیں کی طرح بے تمکین تھی۔ ان کو یہ خدشہ دامنگیر رہتا تھا کہ اگر وہ محصول لینے والوں اور گنہگاروں اور بدل چلن آدمیوں اور عورتوں سے راہ ورسم رکھیں گے تو وہ بھی ان کی مانند گناہوں کی زندگی بسر کرینگے لیکن تمام انجیل چھان مارو۔ تم کہیں یہ نہ دیکھو گے کہ اس قسم کا خدشہ ابن اللہ کو کبھی دامنگیر ہوا ہو۔ آپ کی نیکی اور راستبازی کو کسی مصنوعی حفاظت اور چاردیواری کی ضرورت نہ تھی۔ بد ترین گنہگاروں سے ملنے سے آپ کو آلائیش کا اندیشہ تھا۔ آپ کو گنہگاروں کی حالت دیکھ کر" ترس" آتا تھا کیونکہ" وہ ان بھیڑوں کی مانند جن کا چرواہا نہ تھا خستہ حال اور پراگندہ تھے (حضرت متی ۹باب ۳۶آیت) ان کے چرواہے یعنی فریسی اور کاہن "بھیڑئیے (شیطان) کو آتے دیکھ کر بھیڑوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور بھیڑئیے نے ان کو پکڑ کر پراگندہ کردیا تھا "(حضرت یوحنا ۱۰باب ۱۲آیت) لیکن جناب مسیح نے فرمایا "اچھا چرواہا میں ہوں اچھا چرواہا اپنی بھیڑوں کے لئے جان دیتا ہے "(حضرت یوحنا ۱۰باب ۱۱آیت) آپ نے اپنی زندگی اور موت سے گنہگاروں کو ان کے گناہوں سے مغفرت عطا کی۔

(۸)

ابن اللہ نہ صرف گناہوں کے معاف کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ بلکہ گنہگاروں کے عادل منصف ہونے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں (حضرت متی ۱۳باب ۴۱آیت ،حضرت لوقا ۲۱باب ۳۶آیت ، اور حضرت متی ۲۵باب وغیرہ) آپ نے فرمایا "باپ (پروردگار) کسی کی عدالت نہیں کرتا بلکہ اس نے عدالت کا سارا کام بیٹے کے سپرد کیا ہے (حضرت یوحنا ۵باب ۲۲آیت) باپ نے بیٹے کو عدالت کرنے کا اختیار بھی بخشا ہے "(حضرت یوحنا ۵باب ۲۷آیت) "میں دنیا کی عدالت کرنے آیا ہوں۔"(حضرت یوحنا ۹باب ۳۹آیت) "ابن آدم اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئینگے اور وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا اور سب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائینگی اور وہ ایک دوسرے سے جدا کرے گا جیسے چرواہا بھیڑوں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے (حضرت متی ۲۵باب ۳۱آیت ،۱۹باب ۲۸آیت ،حضرت لوقا ۳باب ۱۷آیت ، اعمالرسل ۱۰باب ۴۲آیت ،۱۷باب ۳۱آیت)اس دعویٰ سے ظاہر ہے کہ آپ خود معصوم اور بے گناہ تھے۔ آپ جیسا ضمیر اور کانشنس رکھنے والا انسان گنہگار ہوکر

دوسروں کی عدالت کرنے کا دعویٰ نہیں کرسکتا ۔ آپ نے
فرمایا" میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کرسکتا جیسا سنتا ہوں
عدالت کرتا ہوں اورمیری عدالت راست ہے کیونکہ میں اپنی
مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں
(حضرت یوحنا ۵باب ۳۰آیت) جس شخص کا اپنا دل گناہوں سے
تاریک ہو اس میں روشن ضمیری نہیں آسکتی صرف ایک بے
گناہ شخص بنی نوع انسان کی ابدی زندگی اورابدی موت کا
فیصلہ کرسکتا ہے (حضرت متی ۲۵باب ۴۶آیت ،حضرت یوحنا ۵باب ۲۴تا
۲۹آیت) حقیقت تو یہ ہے کہ کلمتہ اللہ کی زندگی اورموت ہر
ایک شخص کی عدالت کرتی ہے ۔(حضرت یوحنا ۱۶باب ۱۱آیت) جب
آپ دنیا میں تھے توآپ کی بے گناہ اورمعصوم زندگی ایک آئینہ
تھی جس میں بدکاراوربدکرداری کو اس کی عریانی کی حالت
میں دیکھتے تھے (حضرت یوحنا ۸باب ۹آیت ،حضرت لوقا ۵باب ۸آیت وغیرہ)
آپ نے فرمایا تھا" میں نورہوکر دنیا میں آیا ہوں تاکہ جو کوئی
مجھ پر ایمان لائے اندھیرے میں نہ رہے "(حضرت یوحنا ۱۲باب
۴۶آیت)آپ کی زندگی کی روشنی میں ہر شخص اپنے تاریک
خیالات ناپاک جذبات پلید اقوال اورگندے افعال کو دیکھ
سکتا ہے ۔ آپ کی طفولیت اور شباب ہر ایک شخص کو
شرماتا ہے ۔ آپ کا کلام "دنیا کو گناہ اورراستبازی اورعدالت
کے بارے میں قصوروار ٹھہراتا ہے (حضرت یوحنا ۱۶باب ۸آیت)
اس تاریک دنیا میں صرف آپ کی زندگی ہر پہلو سے کامل ہے
اورانسانیت کے تمام روحانی مدارج کو روشن کردیتی ہے ۔
آپ کی قدوسیت کے سامنے ہر شخص کا سرِتسلیم خم ہے۔
آپ کی زندگی انسانی تاریخ میں ایک معجزہ ہے ۔

دنیا ئے اخلاق میں آپ کا کئی ہمسر نہیں۔ ہر دیگر
مذہب کے بانی کی اخلاقی زندگی کو اس زمرہ میں
شمارکرتےہیں جس میں ہماری اخلاقی زندگیاں ہیں۔ ان کی
زندگیاں ہماری زندگیوں کی عدالت نہیں کرسکتیں۔ بلکہ بعض
بانیوں کی زندگیاں ایسی ہیں جن کی عدالت ہماری زندگیاں
کرتی ہیں۔ اوران کو ملزم گردانتی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ گوہ وہ
مذاہب کے بانی اورمصلح تھے تاہم وہ ہماری طرح خاکی اور
خاطی تھے لیکن ابن اللہ کی زندگی ہماری زندگیوں کی عدالت
کرتی ہے اوران کو ملزم قرار دیتی ہے ۔ ابن اللہ کی زندگی ایک
آئینہ کی مانند ہے (انجیل شریف خطِ حضرت یعقوب ۱باب ۲۳آیت) جو

شخص اس میں اپنا منہ دیکھتا ہے شرمسار ہوجاتا ہے۔ آپ کی پاکیزہ زندگی ہماری گناہ آلودہ زندگیوں پر ہمیشہ فتویٰ صادرکرتی ہے اورہم کو یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ سچا ہے ۔ جو شخص بھی ایک دفعہ مسیح کو دیکھ لیتا ہے وہ اپنی اخلاقی اورروحانی زندگی کی طرف سے ایسا بے چین ہوجاتا ہے کہ اس کو پھر اطمینانِ قلب نصیب نہیں ہوتا اوروہ حضرت پطرس کی طرح چلا اٹھتا ہے کہ " اے خداوند میں ناپاک آدمی ہوں "پس آپ کی مقدس زندگی کو ہم دیگر ضعیف البنیان انسانوں کی زندگیوں کے ساتھ ایک ہی صف میں شمار نہیں کرسکتے اورنہ کرتے ہیں کیونکہ دونوں قسم کی زندگیوں میں بعد المشرقین ہے ۔ آپ کی پاک ذات کی روشنی ہر زمانہ ملک اور قوم کے کروڑوں افراد کے لئے اعلیٰ ترین معیار رہی ہے جس سے انہوں نے اپنے گناہوں اورتاریک مقاموں کو دیکھا ہے اورانکی اصلاح کی ہے ۔ پس آپ ابتدا ہی سے عالم روحانیت کے واحد استاد او رحکمران اور دنیا نے اخلاق کے واحد تاجدار رہے ہیں۔

حق تو یہ ہے کہ کلمتہ اللہ کی ذات ایسی ہے جو دنیا کی پیدائش سے تاقیامت ایک ہی بار واقع ہوئی ہے یعنی ایک ایسا شخص جواس دنیا میں آیا جو" خود گناہ سے ناواقف تھا " لیکن اس نے گناہ کی حقیقت کو دنیا پر واضح کردیا۔ (حضرت متی ۵باب ۲۷آیت ،۱۵باب ۱۱آیت وغیرہ) وہ دوسروں کو توبہ کی دعوت دیتے تھے (حضرت متی ۴باب ۱۷آیت)لیکن ان کو خود توبہ کی مطلق حاجت نہ تھی ۔ وہ ریاکاری کے جانی دشمن تھے لیکن خود راستباز ہونے کے مدعی تھے (حضرت یوحنا ۵باب ۳۰آیت) وہ دوسروں کو نجات دینے آئے تھے لیکن خود ان کو نجات کی مطلق ضرورت نہ تھی۔وہ خدا کی طرح گنہگاروں کو معاف کرتے ہیں لیکن وہ گنہگاروں کو خدا کے نام سے معاف نہیں کرتے بلکہ اپنے نام اور اختیار سے معاف کرتے ہیں (حضرت مرقس ۲باب ۱۰آیت ،حضرت لوقا ۲۳باب ۴۳آیت) اورخدا کا ذکر تک درمیان میں نہیں لاتے ۔ دیگر انبیاء مثلاً حضرت سیموئیل وغیرہ کہتے تھے کہ " خدا نے تیرے گناہ معاف کردئیے "(بائبل مقدس ۲سیموئیل ۱۲باب ۱۳آیت)اور ان کی تعلیم یہ تھی کہ صرف خدا ہی گناہوں کو معاف کرسکتا ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۹باب ۳آیت ،بائبل مقدس صحیفہ حضرت یسعیاہ ۴۳باب ۲۵آیت ، صحیفہ حضرت یرمیاہ ۳۱باب ۳۴آیت ، صحیفہ

حضرت حزقی ایل ۳۶باب ۲۵آیت)۔کلمتہ اللہ کامل انسان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں (حضرت متی ۱۱باب ۲۵تا ۲۸آیت)لیکن یہ کمال ان کو پیدائش کے وقت عطیہ کے طورنہیں ملا تھا ۔بلکہ آپ نے خود حاصل کیا تھا۔ دیگر انسانوں کی روحانی ترقی بدی سے نیکی کی جانب ہوتی ہے لیکن ابن اللہ کی روحانی ترقی کاملیت کی ایک منزل سے دوسری منزل کی جانب ہوئی (حضرت لوقا ۱باب ۸۰آیت)پس آپ کی ہستی بے نظیر ہے ۔

عدیم است عدیلش چو خداوند کریم

سیدنا عیسیٰ مسیح کی عالمگیر شخصیت

ابن اللہ کی زندگی کا خاکہ ایک جامع ہستی کا خاکہ ہے ۔ آپ کی پاک اور قدوس ذات میں کوئی بات نہیں پائی جاتی جومقامی ہو اورامتدادِ زمانہ کے باعث منسوخ ہونے کے لائق ہو یا قابل ِتقلید نہ رہی ہو آپ کی شخصیت اورآپ کی ستودہ صفات کا کسی خاص جگہ وقت مکان زمان ،قوم ،پشت وغیرہ کے ساتھ تعلق نہیں۔بلکہ آپ کی تعلیم کے اصول کی طرح آپ کی ذات بھی عالمگیر ہے ۔ آپ اہل یہود میں سے تھے لیکن ہٹلر جیسے دشمن یہود کو بھی آپ کی زندگی میں یہودی خصائل کا شمہ تک نظر نہیں آتا۔ جہاں ہٹلر ہر شئے کو جس سے یہودیت کی بو بھی آتی ہے نیست ونابود کرنے کو تیاررہتا ہے وہاں جناب مسیح کی شخصیت کے سامنے سر تسلیم خم کردیتا ہے کیونکہ آپ کا نصب العین اورآپ کی ذات کسی خاص قوم اورملک سے وابستہ نہیں بلکہ آپ کی ہستی جامع اورعالمگیر ہے ۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مختلف ممالک اوراقوام کا مطمع نظر ایک نہیں ہوتا۔ جو شخص عرب کی نظر میں ہیرو ہے وہ اٹلی کی نظر میں قابل ِقدرنہیں ہوتا۔ جو شخص مثلاً ہٹلر جرمنی کی نظر میں قابل ِہستی ہے وہ امریکہ یا ہندوستان کی نظروں میں وقعت نہیں رکھتا ۔ مثلاً اہل ِمغرب ہندوستان کے گاندھی جی کو ایک عظیم ہستی مانیں گے لیکن اس کو نجات دہندہ مان کو ہرگز اس کی پیروی نہ کریں گے ۔ ہندوستان کے باشندے مغرب کے کسی فلاسفر کو قابل ِقدرہستی مان لیں گے لیکن اس کو اپنا گورواورمکتی داتا ماننے کو ہرگز تیارنہ ہونگے۔ لیکن مشرق ومغرب کے رہنے والے سب کے سب یہ خواہش رکھتے ہیں

کہ ان کی زندگی جناب مسیح کی زندگی کی طرح ہوجائے ۔ وہ آپ کے کامل نمونہ پر چلنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ کیا یہ بات کسی اوردین کے ہادی کو نصیب ہے ؟مثلاًکیا غیر مسلم اصحاب ایسے شخص کو مرحبا کہینگے جو اپنی زندگی کو رسول ِعربی کی مانند بنانے کی کوشش کرتا ہے ؟کیا غیر ہنود (اورہنود بھی) ایسے اشخاص کی دل سے وقعت کریں گے جو اپنی زندگی کو کرشن کی زندگی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مہاتما بدھ دنیا کی عظیم الشان ہستیوں میں سے ہے لیکن کتنے اشخاص ہیں جو اپنی زندگی کو بدھ کے نقش ِقدم پر چلانا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ تہیہ کرلیتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو جناب مسیح کی زندگی کے مطابق کرے گا اور اپنے خیالات وجذبات وافعال کو آنخدواند کے خیالات وجذبات وافعال کے نمونہ پر چلائے گا تو جس قدروہ اپنی مساعی میں کامیاب ہوتا ہے اسی نسبت سے روئے زمین کے تمام ممالك واقوام اس کی دل سے قدروقعت اورتعظیم کرتی ہیں اوراس کے وجود کو دنیا کے لئے باعث ِغنیمت خیال کرتی ہیں رینان جیسا آزاد خیال اورعقل پرست یہ کہنے پر مجبورہوجاتا ہے کہ "مسیح کی ذات نوع انسانی کی حقیقی فلاح کی مضبوط پشت وپناہ ہے ۔ اگراس دنیا سے مسیح کا نام مٹ جائے تو دنیا کی بنیادیں کھوکھلی ہوجائیں گی ۔ وہ ایسی بے نظیر ہستی ہے جس کے ہاتھ میں دنیا کی باگ ڈور ہے اورجس کے ذریعہ انسان خدا کے پاس پہنچ سکتا ہے ۔ نوع انسانی کے لئے اس کی زندگی ایك زبردست نمونہ ہے ۔ جب تك ہمارے سینوں میں مسکن گزیں نہیں ہوتا ہم کو حقیقی راستبازی او رپاکیزگی حاصل نہیں ہوسکتی ۔"

کلمتہ اللہ کی شخصیت ہی ایك ایسی واحد شخصیت ہے جس کی تعلیم اورنمونہ کو ہر زمانہ ملك اورقوم کے کروڑوں افراد اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہیں۔ مشرق اور مغرب شمال اورجنوب سب کا سرآپ کی ذات کے سامنے جھکا ہوا ہے ۔ جناب ِمسیح اکیلے واحد مشرقی شخص ہیں جن کے سامنے اہل ِمغرب اوراہل ِمشرق سب کے سب سر بسجود ہیں۔ ابن اللہ کی ذات کامل ہے۔ آپ کی صفات جامع ہیں اورآپ کا نمونہ کل بنی نوع انسان کے لئے کامل اوراکمل ہے۔

دربشر روپوش کردہ است آفتاب
فہم کن اللہ اعلم بالصواب
صورتش برخاك وجان برلا مکان
لا مکانے فوقِ وہم سالکان

(مولانا روم)

فصل دوم

مسیح عالمگیر ہستی ہے

خصوصیاتِ مسیح

مسیحیت کا ابتدا ہی سے یہ عقیدہ رہا ہے کہ جناب مسیح خدا کے بے عدیل مظہر اورکل دنیا کے منجی ہیں۔مسیحیت نے اپنی تاریخ کے کسی زمانہ میں بھی جناب ِ مسیح کو دیگر انبیاء،اولیا مصلحین یا مرسلین کی قطارمیں شمار نہ کیا ۔ اس کے کبھی وہم وگمان میں بھی نہ آیا کہ کلمتہ اللہ کو محض ایك رسول قرار دے جس کی زندگی دیگر ابنیاء کی زندگیوں سے بہتر تھی اورجو انسانی کمزوریوں میں دیگر انسانوں سے کم مبتلا تھا اور جس کا کام دیگر اقوام کے انبیاء او رمصلحین کی طرح یہودی قوم اور مذہب کی محض اصلاح کرنا تھا۔ چنانچہ مورخ لیکی (Lecky) کہتا ہے "مسیحیت نے عصیبت کے زور سے اپنے نظام کو جس قدر مضبوط اور مستحکم بنالیا تھا یہ بات کسی اور مذہب کو نصیب نہ تھی مسیحیت کے سے

انضباط وعصبیت سے اس کے حریف یکسر معریٰ تھے۔اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ اس کے سوا دنیا کے تمام مذاہب باطل ہیں۔ نجات صرف اس کے پیروؤں کے لئے ہیں اوربد نصیب ہیں وہ جو اس کے حلقہ کے باہر ہیں۔"

انجیل شریف میں کہیں اس بات کا اشارہ تک نہیں پایا جاتا کہ تمام مذاہب یکسا ں ہیں اور کہ مسیحیت دیگر مذاہب میں سے ایک مذہب ہے جس کا بانی دیگر مذاہب کے بانیوں میں سے ایک ہے۔ اس کے برعکس انجیل شریف کا ایک ایک صفحہ اس بات کا گواہ ہے کہ مسیحیت اوردیگر مذاہب کے درمیان بعد المشرقین کا فرق ہے۔

(۲)

انجیل شریف کاپہلا ورق ہی ہم کو بتلاتا ہے کہ جنابِ مسیح کی پیدائش اورمذاہب عالم کے بانیوں کی پیدائش میں فرق ہے ۔ جب سے انسان خلق کیا گیا اس وقت سے لے کر دورِ حاضرہ تک کوئی شخص خواہ کتنا ہی عظیم الشان ہوا ہوجنابِ مسیح کی طرح باکرہ کے بطنِ اطہر سے "خدا تعالیٰ کی قدرت" سے پید ا نہیں ہوا (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱باب ۲۰آیت ،حضرت لوقا ۱باب ۳۴تا ۳۵آیت) اورتاقیامت پیدا نہ ہوگا۔ اس قسم کی پیدائش صرف کلمتہ اللہ کی ذات سے ہی مخصوص ہے ۔ اور یہ خصوصیت ایسی ہے جس کو موالف ومخالف دونوں تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن نہایت شدومد کے ساتھ اس حقیقت کا اقرارکرتا ہے (سورہ آلِ عمران ۴۰تا ۴۲، سورہ مائدہ ۱۰۹،سورہ مریم ۱۶تا ۳۲وغیرہ)۔قرآن خوارق عادت پیدائش کی وجہ سے مسیح کو کلمتہ اللہ اورروح اللہ کہتا ہے ۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جو قرآن کے مطابق جنابِ مسیح کی ذات سے ہی متعلق ہے اورکسی دوسرے شخص پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن قیم جوزی "خدا کی طرف روح کی اضافت" پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اب دو امر باقی رہ گئے۔اول یہ کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر فرشتہ نے مریم میں نفخ کیا تھا جس طرح دیگر انسانوں میں کرتا ہے تو مسیح کو روح اللہ کیوں کہا گیا۔ جب تمام ارواح اسی فرشتہ کے نفخ سے حادث ہوتی ہیں تو مسیح کی اس میں کیا خصوصیت رہی؟دوم ۔ یہ کہ کیا حضرت آدم میں بھی اسی فرشتے نے روح پھونکی تھی یا خود خدا نے جس طرح آدم کو

اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا اسی طرح اس میں روح پھونکی تھی ؟ حقیقت میں یہ دونوں سوال قابلِ غورہیں۔ امر اول کا جواب یہ ہے کہ جس روح کو مریم کی طرف نفخ کیا گیا یہ وہی روح ہے جو خدا کی طرف مضاف ہے اور جس کو خدا نے اپنے نفس کے لئے مخصوص کیا ہے ۔اوریہ تمام ارواح میں ایک خاص روح ہے ۔ یہ روح وہ فرشتہ نہیں ہے جو خدا کی طرف سے ماں کے پیٹ میں مومن اورکافر کے بچوں میں روح پھونکتا ہے بلکہ یہ روح جو مریم میں نفخ کی گئی وہ خاص روح ہے جس کو خدا نے اپنی ذات کے لئے مخصوص کیا ہے "(کتاب الروح مطبوعہ دائرہ المعارف صفحہ ۲۴۷)۔

کلاہِ خسروی وتاج شاہی
بہرکس کے رسد حاشا وکلا

پس کلمتہ اللہ کی بے نظیر پیدائش آپ کی پہلی خصوصیت ہے ۔ اوریہ روئے زمین کے کسی دوسرے انسان کو نصیب نہیں۔

(۳)

جناب مسیح کی زندگی ایک کامل زندگی تھی۔ باقی تمام انبیاء خاطی اورگنہگارتھے۔ اس مضمون پر ہم گذشتہ فصل میں مفصل بحث کرچکے ہیں اوربتلا چکے ہیں کہ جناب مسیح کے ہر خیال قول اورفعل میں خدا کی محبت جلوہ گر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تمام کے تمام معجزات رحم ترس ہمدری اور محبت کو ظاہر کرتے ہیں۔ دیگر انبیاء کے معجزات (اگروہ تورایخی واقعات تسلیم بھی کرلئے جائیں)اس خصوصیت سے یکسر خالی ہیں۔ مثلاً اگر کسی نے چاند کے دوٹکڑے کردئیے یا اگر کسی کے جسم کا سایہ نہ ہوا تو اس سے نوع انسانی پر خدا کی محبت کس طرح ظاہر ہوئی اوربنی آدم کو اس سے کیا فائدہ حاصل ہوا؟ لیکن کلمتہ لل نے دیوانوں ،مفلوجوں،اندھوں ،گونگوں ،بہروں ،غرضیکہ ہر قسم کے بیماروں کو شفا بخشی ۔ مردوں کو زندہ کیا اوراپنے ہراعجازی نشان سے خدا کی محبت کا مکاشفہ ظاہر کیا۔

(۴)

کلمتہ اللہ نے نہ صرف اپنی زندگی سے خدا کی محبت لوگوں پر ظاہر کی بلکہ آپ نے صلیبی موت سے تمام دنیا پرظاہر کردیا

کہ خدا بنی آدم سے ازلی اورابدی محبت رکھتا ہے ۔ مذاہبِ عالم میں سے کسی مذہب کے بانی نے اپنی موت سے خدا کی محبت کا جلال ظاہر نہ کیا۔ بنی آدم میں سے صرف ابن اللہ کی شخصیت ہی ایسی ہے جس نے اپنی موت سے بنی نوع انسان کو خدا کی محبت اور مغفرت کا یقین دلایا۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ محبت کا جو ہر ایثار اورقربانی ہے اور جناب مسیح کے بے عدیل ایثار اور بے نظیر قربانی نے یہ حقیقت اظہر من الشمس کردی ہے کہ خدا محبت ہے ۔

(۵)

ابن اللہ کی ظفریاب قیامت ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے جس سے کسی کو مجال انکارنہیں۔ دنیا کے جتنے مذاہب کے انبیاء ہیں وہ سب کے سب مرگئے اورخاک ہوگئے۔

بس ناموربزیر زمیں دفن کردہ اند
کزہتیش بروئے زمین یک نشاں نماند

لیکن جنابِ مسیح اکیلے واحد شخص ہیں جو مر کے تیسرے روزمردوں میں سے زندہ ہوگئے ۔ انہوں نے قبرپر فتح پائی۔ اورابدالآباد زندہ ہیں۔ پس صرف وہی کہہ سکتے ہیں کہ "قیامت اورزندگی میں ہوں ۔جو مجھ پر ایمان لاتا ہے گوہ وہ مرجائے توبھی زندہ رہے گا اورجو کوئی زندہ ہے اورمجھ پر ایمان لاتا ہے وہ ابد تک کبھی نہ مرے گا (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۱باب ۲۵آیت)چونکہ ابن اللہ فاتح اورزندہ ہیں پس " باپ (پروردگار) کی مرضی یہ ہے کہ جو کوئی بیٹے کو دیکھے اور اس پر ایمان لائے وہ ہمیشہ کی زندگی پائے "(حضرت یوحنا ۶باب ۳۹آیت)کیونکہ "اس نے موت کو نیست کردیا ہے اورانجیل کے وسیلے زندگی اور بقا کو روشن کردیا ہے "(انجیل شریف خطِ دوم تمطاؤس ۱باب ۱۰آیت)۔

(۶)

ابن اللہ نے نہ صرف موت اور قبر پرفتح حاصل کی بلکہ اس کی زندہ شخصیت نوع انسانی کی "ابد تک" رفیق اور مونس ہے (حضرت یوحنا ۱۴باب ۱۶تا۱۹آیت)وہ ہم میں ہمیشہ قائم رہتا ہے (انجیل شریف خطِ اول حضرت یوحنا ۲باب ۲۷آیت ،انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۷باب ۲۱آیت)۔جس طرح انگور کی ڈالیاں انگور کے درخت میں قائم رہتی ہیں (حضرت یوحنا ۱۵باب) اوربدن کے اعضا بدن میں قائم رہتے ہیں اورتقویت حاصل کرتے ہیں (خطِ اہل رومیوں ۱۲باب ۵آیت ،خطِ دوئم اہلِ کرنتھیوں ۱۲باب ۱۲آیت ،خطِ اہلِ افسیوں

۵باب ۳۰آیت)مسیح کے ساتھ مومنین کا تعلق ا س قسم کا ہو جاتا ہے کہ ایماندار کہہ سکتا ہے کہ "میں جو جسم میں زندگی گذارتا ہوں تو خدا کے بیٹے پر ایمان لانے سے گذارتا ہوں جس نے مجھ سے محبت رکھی پس اب میں زندہ نہ رہا بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے "(انجیل شریف خطِ اہل گلتیوں ۲باب ۲۰آیت ،خط اول حضرت یوحنا ۳باب ۶آیت ، ۴باب ۱۳آیت ،۵باب ۱۲آیت وغیرہ)۔

من تو شدم تو من شدی

من جاں شدم تو تن شدی

تاکہ کس نگوید بعد ازیں

من دیگر تو دیگری

اس قسم کا رشتہ اور تعلق کسی دوسرے مذہب کا ہادی یانبی اپنے پیروؤں کے ساتھ نہیں رکھ سکتا کیونکہ وہ خود مرگیا ہے اور روزِ حشر دیگر انسانوں کی طرح اپنے اعمال کا حساب دے گا۔

(۷)

ابن اللہ کی ایک اور خصوصیت آپ کی آمد ثانی ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا "تم ابن آدم کو قادر مطلق کی دہنی طرف بیٹھے اورآسمان کے بادلوں کے ساتھ آتے دیکھو گے "(انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۱۴باب ۶۲آیت) "ابن آدم اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئینگے (حضرت متی ۲۵باب ۳۱آیت) مسیحیت کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کے ہادی کی دنیا میں اس شدومد سے منتظر نہیں جتنی جنابِ مسیح کی آمد ثانی کی منتظر ہے ۔ انجیل وقرآن کے ماننے والے سب کے سب بڑی بے صبری کے ساتھ چشم براہ بیٹھے ہیں۔ پس مذکورہ بالا وجوہ کے سبب مسیحیت اپنے بانی کو خدا کا بے عدیل مظہر مانتی ہے اوردنیا کے کسی نبی کو بھی آپ کا ہمسر نہیں گرادنتی ۔ ابن اللہ کی خصوصیات ایسی ہیں جو روئے زمین کے کسی دوسرے مذہب کے بانی ہادی یا مصلح میں موجود نہیں ۔ پس مسیحیت کا یہ ایمان ہے کہ جس طرح خدا کا کوئی ہمسر نہیں اسی طرح خدا کے بیٹے کا بھی کوئی ہمسر نہیں۔

آں کس است اہل بشارت کہ اشارت داند

نکتہ ہا ہست بسے ۔ محرم اسرارکجا ست

سیدنا عیسیٰ مسیح کے دعوے

جب ہم انجیل شریف کا مطالعہ کرتے ہیں کہ تو ہم پر یہ حقیقت عیاں ہوجاتی ہے کہ جناب مسیح خود اس عقیدے کے منبع اورسرچشمہ تھے کہ آپ انبیاء کی قطارمیں شمار نہیں ہوسکتے ۔آپ کی روحانی نشوونما عہدِعتیق کی کتب کے ذریعہ ہوئی اوریہودی انبیاء کی کتب مقدسہ آپ کو زبانی یاد تھیں۔ لیکن آپ کو یہ علم تھاکہ آپ کے اختیارمیں اور دیگر انبیاء عظام کے اختیار میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔دیگر انبیاء کہتے تھے "خداوند یوں فرماتا ہے "(بائبل مقدس صحیفہ حضرت یسعیاہ ۴۲باب ۵آیت ،بائبل مقدس ۲تواریخ ۱۸باب ۱۳آیت) لیکن آپ کہتے تھے "میں "تم سے یہ کہتا ہوں "(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۵باب وغیرہ) آپ رسول کی طرح نہیں بلکہ بھیجنے والے کی طرح کلام کرتے تھے کیونکہ آپ کو یہ احساس تھا کہ آپ خدا کی باتیں کہتے ہیں (حضرت یوحنا ۳باب۳۴آیت)دیگر انبیاء کہتے تھے کہ "خدا کا کلام ابد تک رہتا ہے (صحیفہ حضرت یسعیاہ ۴باب ۶تا ۸آیت)لیکن آپ نے فرمایا "آسمان اورزمین ٹل جائینگے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلینگی (حضرت لوقا ۲۱باب ۳۳آیت ،حضرت متی ۵باب ۱۸آیت وغیرہ) آپ کے زمانہ میں انبیائے یہود کتب چٹان کی مانند مضبوط اوراستوارخیال کی جاتی تھیں لیکن آپ نے اپنے منہ سے ایک لفظ سے ان کو تبدیل کردیا (حضرت لوقا ۹باب ۵۹آیت ،حضرت متی ۷باب ۱۲آیت ،۹باب ۱۰آیت)۔آپ کو یہ احساس تھا کہ موسوی شریعت کے بدلنے میں مثلاً سبت کے احکام،حرام حلال،انتقام،ازدواجی تعلقات ،طلاق وغیرہ کے بدلنے میں آپ منشائے الٰہی کے مطابق احکام صادرکررہے ہیں۔ لیکن جائے حیرت یہ ہے کہ جب آپ اس قسم کی تبدیلیاں کرتے اوراپنے اصول کی تلقین کرتے ہیں توآپ یہ نہیں فرماتے کہ خدا کی مرضی یہ ہے ۔ ان معاملات میں آپ خدا کے نام کاذکر تک نہیں فرماتے بلکہ شریعت کے اختیار کے مقابلہ میں آپ فرماتے ہیں "میں تم سے کہتا ہوں "(حضرت متی ۵باب آیت نمبر ۲۲،۲۸،۳۲،۳۴،۳۹،۴۴) ادیانِ عالم کے انبیاء میں سے کسی کے وہم وگمان میں بھی کبھی نہ آیا کہ وہ ابن اللہ کی مانند کہے "تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا ۔۔۔لیکن "میں "تم سے کہتا ہوں "۔ تمام جہان کے مذاہب کی کتب چھان مارو تم کہیں اس قسم کا اختیار نہ پاؤگے لیکن کلمتہا للہان احکام کو اس طرح

صادر فرماتے ہیں جس طرح وہ آپ کے ذہن کی اپنی باتیں ہوتی ہیں۔ حضرت موسیٰ کے خواب وخیال میں بھی یہ بات کبھی نہ آئی (توریت شریف کتابِ خروج ۲۰باب ۱آیت) لیکن ابنااللہ کو یہ احساس تھا کہ آپ بنی نوع انسان کے سامنے ایک الہٰی مقنن کے طورپر خدا باپ کی طرح حکم دے سکتے ہیں (حضرت یوحنا ۱۳باب ۳۴آیت ،۱۴باب ۱۵آیت ،۱۵باب ۱۰آیت)آپ نے اپنے پیغام کو انبیائے سابقین کے پیغام سے اعلیٰ اور ارفع او راپنی زندہ شخصیت کو کتب مقدسہ کے الفاظ سے بلند وبالا قراردے دیا ۔آپ کو یہ احساس تھا کہ انبیائے سابقین نے خدا کا پیغام غیر مکمل طورپر ادا کیا ہے پس آپ نے فرمایا "میں شریعت اور صحفِ انبیاء کو کامل کرنے آیا ہوں "(حضرت یوحنا ۵باب ۱۷آیت)آپ نے ان کتب مقدسہ اورانبیاء کے کلام کی تنقیح اور تنقید بھی کی (حضرت لوقا ۹باب ۵۴آیت ،حضرت متی ۱۸باب ۲۲آیت ،حضرت مرقس ۹باب ۱۳آیت)آپ کو یہ احساس تھاکہ آپ کی ذات بابرکات خود کتبِ عہد عتیق کا حقیقی مطمح نظر اورنصب العین ہے (صحیفہ حضرت یسعیاہ ۴۲باب ۲تا۳آیت ،۴۱باب ۱تا ۲آیت ،انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۳باب ۱۴آیت ،حضرت متی ۱۲باب ۴۰آیت ،۲۲باب ۴۲تا آخر آیت) اوراپنی زندہ شخصیت کو ان کتب کے الفاظ سے بلند وبالا قراردیتے تھے (حضرت یوحنا ۹باب ۳۵آیت ،۷باب ۳۸آیت ، ۶باب ۵۸آیت)

کہاں آپ کی تعلیم اور کہاں یہودی ربی حلیل ،اورربی شمعون اورربی نقودیمس اورربی گملی ایل کی تعلیم !یہی وجہ ہے کہ سامعین بے اختیار بول اٹھتے تھے کہ آپ " صاحبِ اختیار کی طرح "تعلیم دیتے تھے (حضرت مرقس ۱باب ۲۲آیت ،حضرت متی ۷باب ۲۸آیت وغیرہ)۔

به بیں تفاوتِ راہ ازکجا ست تا بہ کجا

کلمتہ اللہ کی تعلیم میں ایسے عناصر تھے جن کو اہل یہود نے کبھی نہ سنا تھا اورجو مروجہ یہودیت کے بنیادی اصولوں کے خلاف تھے ۔چنانچہ یہودی عالم ڈاکٹر مانٹی فیوری کہتا ہے "اسرائیل کی مذہبی تاریخ ایک نئی ناصرت کے نبی نے سکھائی محبت سے لوگوں کو خدا کی طرف لایا" خدا کے مسیحی تصور کی نسبت یہ یہودی نقاد لکھتا ہے کہ "عبرانی کتب مقدسہ میں کسی نبی کی زبان سے خدا کی نسبت یہ الفاظ نہ نکلے "باپ" ،"میرا باپ " ،"تمہارا باپ " ،"ہمارا باپ " جس طرح حضرت متی کی انجیل میں جنابِ مسیح کی زبان سے نکلے "(The Old Testament and After .p.205)یہودی عالم ڈاکٹر کلاسنر (Klausner) کہتا ہے کہ "اخلاقیات اورالہیات کے

معاملہ میں جناب ِمسیح کے خیالات ایسے عجیب اورنرالے تھے کہ اہل یہود کے لئے ان کو تسلیم کرنا غیر ممکن تھا۔ ان معاملات میں یہود اورمسیح کا کسی بات پر اتفاق کرنا ممکن نہ تھا۔ جناب ِمسیح کی تعلیم نہ صرف فریسیوں کی تعلیم کے خلاف تھی بلکہ یہودی کتب مقدسہ کے بھی خلاف تھی (Jesus of Nazareth .p.95)"

(۲)

انجیل شریف سے ظاہر ہے کہ ابن اللہ لوگوں کے دلوں کے بھیدوں تک سے واقف تھے ۔ دیگر انبیاء اپنے ہم جنسوں کی طرح لوگوں کے خیال کا اپنے فہم اورذکاوت کی وجہ سے قیاس کرسکتے تھے لیکن ابن اللہ انسانوں کے دلوں کے پوشیدہ رازوں تک سے واقف تھے ۔ مثلاً ایسے لوگ آپ کے پاس آئے جن کو آپ نے پہلے نہ دیکھا تھا لیکن آپ ان کے خفیہ خیالوں سے واقف تھے (حضرت یوحنا ۱باب ۴۸تا۴۹آیت ،حضرت مرقس ۱۰باب ۲۱آیت ،۹باب ۲۵آیت)۔ آپ نے فریسیوں کو ان کے خیالات بتلادئیے (حضرت لوقا ۷باب ۳۹آیت ،حضرت مرقس ۲باب ۸آیت ،حضرت یوحنا ۸باب ۸آیت ،۱۲باب ۲۵آیت وغیرہ) آپ گنہگارلوگوں کے دلوں کے خفیہ رازوں سے واقف تھے لہذاآپ گناہوں کو معاف کرتے وقت ان کو جتلا دیتے تھے کہ وہ توبہ کریں اوراپنے گناہوں سے آئندہ پرہیز کریں(حضرت متی ۹باب ۲آیت ،حضرت یوحنا ۵باب ۱۴آیت ،۸باب ۸تا۱۱آیت)۔

آپ اپنے حواریوں کے اندرونی خیالات کو جانتے تھے (حضرت مرقس ۹باب ۳۳آیت ،حضرت یوحنا ۱۱باب ۶تا ۱۱اور۱۴آیت)آپ کو اپنے مخالفوں کی پہنانی سازشوں اور ارادوں کی واقفیت تھی (حضرت مرقس ۲باب ۸آیت ،حضرت متی ۶باب ۶۴آیت ،۱۲باب ۲۵آیت ،حضرت یوحنا ۱۳باب ۲۱آیت وغیرہ) آپ کے حوارئین تابعین اورمخالفین تک حیران تھے کہ آ پ کو یہ علم کہاں سے آیا (حضرت یوحنا ۱باب ۴۸آیت ،۵باب ۴۲آیت ،۱۶باب ۳۰آیت وغیرہ) لیکن یہ سب جانتے تھے کہ "وہ آپ جانتا تھا کہ انسان کے دل میں کیا ہے " (حضرت یوحنا ۲باب ۲۵آیت)۔

لیکن سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ گو آپ سب کچھ جانتے تھے اوراس کی حاجت نہ رکھتے تھے " کہ کوئی آپ کو کچھ بتلائے (حضرت یوحنا ۲باب ۲۴آیت)تاہم آپ نے اس غیبی علم کو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر کبھی استعمال نہ فرمایا۔ دیگر انبیاء اور ہادیانِ دین لوگوں سے صورت حالات معلوم کرکے اس علم کو اپنے اقتدار اور حشمت او رجاہ بڑھانے کے لئے استعمال کیا

لیکن ابن اللہ نے غیب کا علم رکھتے ہوئے بھی اپنے علم کو اس قسم کے استعمال سے پرہیز فرمایا بلکہ اس کے برعکس آپ نے اس علم کو صرف خدا کی بادشاہت کی اشاعت اور استواری کی خاطر اور بنی نوع انسان کے اخلاق سدھارنے کی خاطر استعمال فرمایا (حضرت یوحنا ۴باب ۳۹آیت ،حضرت لوقا ۵باب ۱۰آیت وغیرہ)۔

(۳)

جب ہم دیگر مذاہب عالم کے انبیاء کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے لوگوں کے اخلاق سدھارنے اور اپنی اصلاح کے مشن کی ناکامی کو محسوس کرکے اپنی قوم کی طرف سے اکثر مایوس ہوجاتے تھے مثلاً حضرت موسیٰ بار بار بنی اسرائیل کی جانب سے مایوس ہوئے۔ حضرت ایلیاہ بھی مایوس ہوئے (بائبل مقدس ۱سلاطین ۱۹باب ۴آیت) یرمیاہ نبی کا بھی یہی حال تھا (۱سلاطین ۱۵باب ۱۰آیت ،۲۰باب ۱۴آیت وغیرہ) حضرت یوحنا بپتسمہ دینے والا بھی مایوس ہوا (حضرت متی ۱۱باب ۲آیت)لیکن ابن اللہ کبھی اپنی قوم کی طرف سے مایوس نہ ہوئے اور نہ آپ کے دل میں کبھی اپنے مشن کے متعلق شکوک پیدا ہوئے ۔مہاتما بدھ کو اپنے مشن کے متعلق شک تھا۔ رسول عربی کے شکوک مسیحی عالم ورقہ بن نوفل نے دور کئے لیکن ابن اللہ کے اپنے مشن اور اس کی کامیابی کا پورا یقین تھا۔ جب حالات ناموافق تھے آپ نے صلیب پر سے پکار کر فرمایا کہ "آپ نے سب باتوں کو پائیہ تکمیل تک پہنچادیا (حضرت یوحنا ۱۹باب ۳۰آیت) آپ کو اول سے لے کر آخر تک اپنی رسالت اور ابنیت کا احساس اور کامل یقین رہا (حضرت یوحنا ۶باب آیت ۶۲،۴۶،۳۸باب ۸آیت ۴۲،۲۳،باب ۱۴آیت ۲۸،۲۱اور باب ۱۶آیت ۱تا ۱۰)۔

بال بلبل وگرو بازوئے شاہیں دگر است

(۴)

جناب مسیح کے معجزات اور دیگر انبیاء کے معجزات میں زمین آسمان کا فرق ہے دیگر انبیاء اپنی اعجازی طاقت کو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر استعمال کرنے سے کبھی ہچکچاتے نہیں تھے۔ مثلاً ایلیاہ نے صارفت کی بیوہ سے کہا کہ پہلے میرے لئے روٹی بنا او رپھر اپنے بیٹے کے لئے (۱سلاطین ۱۷باب ۱۳آیت) لیکن جیسا گذشتہ فصل میں ہم ذکر چکے ہیں کلمتہا للہاپنے ذاتی مفاد کی خاطر قوتِ اعجازی کا کبھی استعمال نہ کیا (حضرت متی ۴باب) آپ نے طاقت کو عامتہ

الناس کو مرعوب کرکے اپنا تسلط قائم کرنے کی غرض سے استعمال نہ فرمایا حالانکہ یہ بات آپ کے قبضہ قدرت میں تھی (حضرت متی ۲۶باب ۵۳آیت)آپ نے اپنی معجزانہ طاقت سے دیگر انبیا ء کی طرح (۲سلاطین ۱باب ۹آیت) لوگوں کو سزا نہ دی (حضرت لوقا ۹باب ۵۵آیت وغیرہ) بلکہ آپ نے قوت اورطاقت رکھنے کے باوجود کسی پر جبر وتشدد روانہ رکھا۔ کلمتہ اللہ کی اعجازی طاقت کا سب سے بڑا معجرہ یہ ہے کہ آپ نے اس طاقت کا صحیح اورجائزا ستعمال کیا اوراپنے ذاتی مفاد حتی کہ اپنی جان کی حفاظت کی خاطر بھی استعمال نہ فرمایا (حضرت متی ۲۶باب ۵۳آیت ،حضرت یوحنا ۷باب .۱آیت ،۸باب ۵۹آیت ،.۱باب ۱۸آیت ،۱۲باب ۳۷آیت)اگر ہم اس حقیقت کا دیگر انبیاء (۲سلاطین ۱باب ۹آیت) اوردیگر مذاہب مثلاًاسلام کے بانی کی زندگی کے ساتھ مقابلہ کریں تو ہم پر فرق عیاں جاتا ہے ۔آپ نے اپنی اعجازی طاقت کو صرف محبت کی راہ میں خرچ کیا۔ آپ بے شمارلوگوں کو شفا بخشی اورساتھ ہی تاکید بھی فرمائی کہ کسی کو نہ بتانا (حضرت مرقس ۱باب .۴آیت،۵باب ۴۳آیت ،۷باب ۳۶آیت ،۸باب ۲۶آیت ،حضرت متی ۹باب .۳آیت ،۱۷باب ۹آیت وغیرہ) جس سے ظاہر ہے کہ آپ اپنی شہرت کو بڑھانے کی خاطر اس اعجازی قوت کو استعمال نہیں کرتے تھے۔ آپ یہاں تک محبت مجسم واقع ہوئے تھے کہ اپنی جان کے دشمن اورخون کے پیاسے تک کو آپ نے اعجازی قوت سے شفا عطا کی (انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۲۲باب ۵۱آیت)حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی معجزانہ طاقت کے استعمال کی شان خدا کے جلال کا عکس ہے (حضرت یوحنا ۱باب ۱۸آیت ،حضرت متی ۵باب ۴۸آیت وغیرہ)۔

اگر چہ کلمتہ اللہ کے معجزات اس امر کے گواہ تھے کہ آپ خدا کی طرف سے بھیجے گئے ہیں تاہم ان معجزات سے آپ کا یہ مقصد نہ تھا کہ آپ اپنی رسالت کو ثابت کریں (حضرت متی ۱۶باب ۳آیت ،۱۱باب ۴آیت ،۱۱باب.۲آیت ،۹باب ۳۳آیت ،حضرت یوحنا ۳باب ۲آیت ،۹باب ۳۲آیت ،۱۵باب ۲۴آیت ،.۱باب ۳۷آیت ،۱۴باب ۱۱آیت وغیرہ) معجزات کی گواہی وہی شخص رد کرسکتا تھا جس نے حق کے خلاف اپنے دل کو سخت کرلیا ہو (متی ۲۳باب ۳۷آیت ،حضرت یوحنا ۵باب .۴آیت)لیکن کلمتہ اللہ کی نظر میں ایسا ایمان جس کی بنامحض معجزات پر ہونہایت کمزورقسم کا ایمان تھا (حضرت یوحنا ۲باب ۲۳آیت ،۴باب ۴۸آیت ،.۲باب ۲۹آیت ،وغیرہ) اسی واسطے آپ نے نشان مانگنے والوں کو یقین دلانے کے لئے کبھی معجزانہ طاقت کا استعمال نہ کیا(حضرت متی ۱۲باب ۳۸آیت ،۱۶باب ۱آیت

،حضرت لوقا ۲۳باب ۸آیت ،حضرت مرقس ۱۵باب ۳۰آیت) دیگر مذاہب کے ہادیوں اورانبیائے سابقین اپنے دشمنوں کی مخالفت پر غالب آنے کی خاطر معجزانہ طاقت استعمال کرتے تھے لیکن آپ نے یہ وطیرہ کبھی استعمال نہ کیا (حضرت یوحنا ۶باب ۳۰آیت) آپ کا دلی منشا یہ تھاکہ لوگ آپ کی قوتِ اعجازی پر نہیں بلکہ آپ کی شخصیت پر ایمان لائیں(حضرت یوحنا ۶باب ۶۸آیت)۔

انبیائے سابقین دیگر انسانوں کی طرح گنہگاراورخاطی انسان تھے لہذا ان کو یہ ضرورت تھی کہ وہ اپنی رسالت کے ثبوت میں خارجی معجزات کو پیش کریں ۔لیکن جناب مسیح ایک کامل انسان تھے لہذا یہ اعجازی طاقت آپ کے اندر سے خود بخود نکلتی تھی (حضرت مرقس ۵باب ۳۰آیت ،حضرت لوقا ۲۲باب ۵۱آیت) کلمتہ اللہ کی کامل شخصیت ایسی قائل کرنے والی شے تھی کہ اس کے مقابل میں خارجی معجزات کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتے تھے۔

انبیائے سابقین معجزانہ طاقت کے ذریعہ خدا کا جلال ظاہر کرنا چاہتے تھے (توریت شریف کتابِ خروج ۷باب ۳تا ۵آیت ،۱۶باب ۷آیت ،۲سلاطین ۵باب ۱۵تا۱۷آیت) لیکن کلمتہ اللہ کے معجزات سے آپ کا اپنا جلال ظاہر ہوتا تھا (حضرت یوحنا ۱۱باب ۴آیت ،۲باب ۱۱آیت)آپ کے معجزات سے یہاں تھا کہ آپ خدا میں ہیں اورخدا آپ میں ہے (حضرت یوحنا ۱۰باب ۳۸آیت ،۱۴باب ۱۱آیت) دیگر انبیا سے معجزات کبھی کبھی ظہور پذیر ہوتے تھے لیکن کلمتہ اللہ کی شخصیت معجزات کا ایک سمندر تھی جو آپ کی زندگی کے بحرِ ذخار روبے کنار کی طرح ہمیشہ رواں رہتا تھا (حضرت لوقا ۸باب ۴۶آیت)آپ کی شخصیت کااندرونی جلال اورآپ کے معجزات کا بیرونی جلال دونوں ایک ہی قسم کے تھے اورلاثانی تھے (حضرت یوحنا ۲باب ۱۱آیت ،۹باب ۵آیت ،۱۱باب ۴آیت ،۱۱باب ۴۰آیت)۔

انبیائے سابقین اعجازی قوت کو استعمال کرنے سے پہلے خدا سے دعا مانگا کرتے تھے (۱سلاطین ۱۷باب ۲۰آیت ،۲سلاطین ۴باب ۳۳آیت)لیکن حیرت کی یہ بات ہے کہ کلمتہ اللہ کے معجزات میں یہ خصوصیت ہے کہ آپ ایسا نہیں کرتے تھے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ حق حاصل تھا (حضرت یوحنا ۱۱باب ۴تا۴۲آیت)کہ اپنی شخصیت کے اختیار سے معجزات کریں (حضرت متی ۱۴باب ۱۵تا آخر ۔حضرت یوحنا ۶باب ۵تا آخر آیت ،حضرت متی ۱۵باب ۲۸آیت ،حضرت مرقس ۹باب ۱۹آیت ،حضرت لوقا ۷باب ۱۳آیت ،وغیرہ) آپ کے معجزات کن فیکون کا اثر رکھتے (حضرت مرقس ۶باب ۴۱آیت

انبیائے سابقین کو اپنے معجزات کرتے وقت مشکلوں پر غالب آنا پڑتا تھا (۱سلاطین ۱۷باب ۲۱تا آخر آیت ،۲سلاطین ۴باب ۳۳تا آخر آیت ،۱سلاطین ۱۸باب ۴۲تا آخر آیت تک) لیکن کلمتہ اللہ کے سامنے کبھی کسی قسم کی دقت پیش نہ آئی (حضرت متی ۱۷باب ۱۸تا ۲۱آیت وغیرہ) آپ محض اپنے کلام سے اپنے معجزات کیا کرتے تھے (حضرت متی ۸باب ۳آیت ،حضرت مرقس ۱باب ۲۵آیت ،حضرت یوحنا ۷باب ۱۴آیت ،۸باب ۵۴آیت ،۱۷باب ۱۴آیت ،۱۸باب ۴۴آیت ،) آپ جو فرماتے وہ پورا ہوجاتا تھا۔

انبیائے سابقین لوگوں کو کہتے تھے کہ معجزات کے لئے خدا کا شکر کریں لیکن کلمتہا للہکا یہ رویہ نہ تھا۔ اس کے برعکس آپ کا یہ رویہ تھاکہ لوگ درخواست اورعرض کریں تو آپ سے عرض کریں ۔ایمان رکھیں تو آپ پر ایمان رکھیں (حضرت متی ۹باب ۲۸آیت ،حضرت یوحنا ۴باب ۵۰آیت)اور شکر کریں تو آپ کا شکر ادا کریں (حضرت لوقا ۱۷باب ۱۶آیت)آپ کو اس بات کا احساس تھا کہ آپ کا دستِ قدرت خدا ہا تھ ہے (حضرت یوحنا ۱۰باب ۲۸تاآخرتک)اوراس کا سبب بھی بتلادیا (حضرت یوحنا ۵باب ۳۰آیت)آپ کے قبضہ قدرت میں اعجازی طاقت کا یہ حال تھاکہ آپ نے یہ طاقت رسولوں کو بھی عطا کردی (حضرت ،حضرت یوحنا ۶باب ۱۱آیت) آپ نے رسولوں کو ہدایت کی کہ اعجازی قوت استعمال کرنے سے پہلے دعا کیا کریں (حضرت مرقس ۱۱باب ۲۲آیت ،۹باب ۲۸آیت) لیکن آپ نے خود اس بات کی ضرورت محسوس نہ کی۔

انبیائے سابقین اپنے معجزات کو خدا کانام لے کر کیا کرتے تھے (۱سلاطین ۱۳باب ۲۱آیت ،۱۷باب ۱۴آیت ،۲سلاطین ۱باب ۱۶آیت ،۴باب ۴۳آیت مقابلہ صحیفہ حضرت یسعیاہ ۷باب ۱۱آیت) لیکن کلمتہ ا للہ نے کبھی ایسا نہ کیا۔ اورآپ کے بعد آپ کے رسول خدا کا نام لینے کی بجائے "یسوع کے نام" سے معجزات کیا کرتے تھے (انجیل شریف اعمالرسل ۳باب۶آیت) وہ خدا کی بجائے ابنا للہکو پیش کرتے تھے (اعمالرسل ۳باب ۱۲آیت) کیونکہ ان کو یاد تھاکہ کلمتہا للہلوگوں کے سامنے خدا کی بجائے اپنی شخصیت کو پیش کیا کرتے تھے (حضرت متی ۸باب ۳آیت ،حضرت لوقا ۵باب ۲۴آیت ،۷باب ۱۴آیت ،حضرت مرقس ۹باب ۲۵آیت ،۱۰باب ۵۱آیت ،حضرت لوقا ۵باب ۲۴آیت وغیرہ) جس طرح خدا تعالیٰ نے بحیرہ قلزم کو جھڑکا تھا (زبور شریف ۱۰۶آیت ۹،بائبل مقدس صحیفہ حضرت ناحوم ۱باب ۴آیت) اسی طرح ابن اللہ نے بحیرہ گلیل کو جھڑکا (حضرت متی ۸باب ۲۶آیت)۔

مرقس ۱۶باب ۲۰آیت ،حضرت لوقا ۹باب ۵۴آیت ،۱۰باب ۱۷آیت ،اعمالرسل ۳باب ۶آیت ۹باب ۳۴آیت)یہاں تک کہ بدروحوں اورشیاطین پر بھی ان کو اختیار بخش دیا (حضرت مرقس ۶باب ۷آیت ،حضرت متی ۱۰باب ۸آیت ،حضرت لوقا ۱۰باب ۱۸تا آخر تک) لیکن کلمتہ اللہ نے ان کو یہ حکم نہ دیا کہ اعجازی طاقت کو استعمال کرتے وقت خدا سے دعا کریں یا خدا کا نام لیں بلکہ حکم یہ دیاکہ وہ آپ کے تابع رہیں (حضرت لوقا ۷باب ۱۷آیت ،حضرت یوحنا ۱۴باب ۱۲تا آخر) اور فرمایا کہ جب آپ سے دنیا سے رخصت ہوجائیں تو ایسا ہی کریں (حضرت یوحنا ۱۴باب ۱۲تا آخر تک)کیونکہ آپ نے فرمایا "میرے پروردگار کی طرف سے سب کچھ مجھے سونپا ہے "(حضرت متی ۱۱باب ۲۷آیت)"آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے (حضرت متی ۲۸باب ۱۸آیت ،۹باب ۵آیت ،حضرت یوحنا ۱۷باب ۱۰آیت ،۱۶باب ۱۵آیت ،۱۷باب ۲آیت ،۱۰باب ۳۰آیت ،۱باب ۵۱آیت ،۳باب ۲۵آیت وغیرہ)۔

نازم بقدرت توکہ حیراں نمودہ است
عقل وقیاس ووہم وخیال ودلیل را

(۵)

اگر کوئی شخص ابنا للہکے اقوال کا سطحی مطالعہ بھی کرے تو اس کو معلوم ہوجائے گا کہ جہاں دیگر انبیا لوگوں کو خدا کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیتے ہیں وہاں ابن اللہ لوگوں کو اپنی جانب رجوع کرنے کی دعوت دیتا ہے (حضرت متی ۱۱باب ۲۸آیت ،۲۳باب ۳۷آیت ،۵باب ۱۲آیت وغیرہ) آپ نے علانیہ لوگوں کو فرمایا کہ وہ آپ کی باتوں پر کان لگائیں (حضرت متی ۷باب ۲۴آیت ،حضرت یوحنا ۱۸باب ۳۷آیت وغیرہ) جہاں دیگر انبیا نے اپنے پیروؤں کو کہا کہ تم خدا پر ایمان لاؤ آپ نے حکم دیاکہ لوگ آپ کی شخصیت پر ایمان لائیں (حضرت یوحنا ۱۴باب ۱آیت ،۹باب ۳۵آیت ،۱۴باب ۱۲وغیرہ)آپ یہ نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپ کی رسالت پر یا معجزات پر یا تعلیم پر ایمان لائیں بلکہ آپ لوگوں کو اپنی ذات پر ایمان لانے کا حکم دیتے تھے۔ اس قسم کا ایمان کبھی کسی دوسرے نبی نے طلب نہ کیا۔ آپ نے صاف صاف کہا کہ روزمحشر انسان کی قسمت کا فیصلہ اس پر ہوگا کہ آیا وہ آپ کی ذات پر ایمان رکھتے ہیں یاکہ نہیں (حضرت متی ۱۰باب ۳۲آیت ،حضرت مرقس ۸باب ۳۸آیت وغیرہ) یہ ایمان بعینہ اس قسم کا ہے جو خدا ہم سے طلب کرتا ہے۔

توبدیں جمال وخوبی برطورگرخرامی
ارنی بگوید آنکس کہ بگفت لن ترانی

ابن اللہ کی عین یہ خواہش ہے کہ بنی نوع انسان آپ کی زیرِ حفاظت آجائیں (حضرت متی ۲۳باب ۲۷آیت) کیونکہ صرف آپ ہی ان کےدلوں کی بے قراری اور بے چینی کو دور کرکے اطمینان عطا کرتے ہیں (حضرت متی ۱۱باب ۲۸آیت ،حضرت یوحنا ۱۴باب ۲۷آیت ،۲۰باب ۱۹آیت حضرت لوقا ۲۲باب ۳۲آیت وغیرہ)اگر ہم رفاقت ِالہٰی چاہتے ہیں توآپ کی بے چون وچرا خدمت کریں (حضرت مرقس ۱۰باب ۴۵آیت ،حضرت یوحنا ۱۳باب ۴تاآخر تک)ابن اللہ انسان کا دل طلب کرتے ہیں جس طرح خدا طلب کرتا ہے اورحکم دیتے ہیں کل بنی نوع انسان آپ کی تابعداری کریں اورآپ کی رہنمائی میں زندگی بسر کریں اور اپنے آپ کو ابنا للہکے سپرد کردیں (حضرت متی ۱۱باب ۲۹آیت ،۱۰باب ۳۸آیت ،۱۶باب ۲۴آیت ،حضرت یوحنا ۸باب ۱۲آیت ،۱۲باب ۲۶آیت)کیونکہ صرف آپ ہی نوع انسانی کے اکیلے واحد ہادی اوراستاد ہیں (حضرت متی ۲۳باب ۸تاآخرتک)ابن اللہ نے حکم دیا کہ تمام قوموں کوآپ کے نام سے بپتسمہ دیا جائے جس کا یہ مطلب ہے کہ اقوامِ عالم آپ کی مقبوضہ ملکیت ہوجائینگی اورآئیندہ آپ اور صرف آپ ہی ان پر حکمران ہونگے جن پر" مخلصی کے دن آپ کی مہر لگی ہے ۔"ابن اللہ ہر شخص سے یہ طلب کرتے ہیں کہ آپ کی ذات کے ساتھ اسی قسم کی محبت کرے (حضرت یوحنا ۲۱باب ۱۵تا۱۷آیت ،۱۵باب ۹آیت)جو عہدِ عتیق کی کتب میں خدا کے ساتھ کی جاتی تھی ۔(توریف شریف کتاب ِ استشنا ۳۳باب ۹آیت ،انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱۰باب ۲۷تاآخر ،حضرت لوقا ۱۴باب ۲۶آیت وغیرہ)۔

غرضیکہ منجی عالمین کے اپنے اقوال کی بنا پر مسیحیت میں آپ کو مرکزی جگہ دی گئی ہے۔ ابنا للہہمارے ساتھ ابد تک ہے (حضرت متی ۱۸باب ۲۰آیت ،حضرت یوحنا ۱۴باب ۲۷آیت)آپ کی حشمت وجلال تاابد ہے (حضرت مرقس ۱۲باب ۳۶آیت ،۱۴باب ۶۲آیت)آپ خود " راہ حق اورزندگی ہیں "(حضرت یوحنا ۱۴باب ۱۶آیت ،حضرت متی ۱۱باب ۲۷آیت)آپ زندگی کا وسیلہ ہیں (حضرت یوحنا ۱۴باب ۶آیت) آپ نجات کا دروازہ ہیں (۱۰باب ۹آیت)آپ وہ حقیقی روٹی ہیں جوآسمان پر سے اتری جو روح کی بھوک کو دورکرسکتی ہے (حضرت یوحنا ۶باب ۵۱آیت)آپ زندگی کا پانی ہیں (حضرت یوحنا باب ۷باب ۳۷آیت)آپ دنیا کے نورہیں (حضرت یوحنا ۸باب ۱۲آیت)کل نوع انسانی آپ میں پیوند ہے ۔آپ کا دیگر انسانوں کے ساتھ درخت اورشاخوں کا سا تعلق ہے (حضرت یوحنا ۱۵باب ۴آیت)اوراپنی طاقت اورقوت سے بنی نوع انسان کونئی مخلوق بناتے ہیں (حضرت لوقا ۱۹باب ۵تاآخرآیت تک)۔

ہست بہ تخت گاہ دل جلوہ قرب روزوشب
لیک بجلوہ چناں چشم خیال کے رسدہ

"ابن آدم کوزمین پرگناہوں کےمعاف کرنے کااختیار ہے "(حضرت متی ۹باب ۶آیت)آپ نے فرمایا کہ "آسمان اورزمین کاکل اختیارمجھے دیا گیا ہے "(حضرت متی ۲۸باب ۱۸آیت)اب سے ابن آدم قادرمطلق خدا کی دہنی طرف بیٹھا رہے گا (حضرت لوقا ۲۲باب ۶۹آیت)"ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا "(حضرت متی ۱۹باب ۲۸آیت)یہاں وہ ہے جو ہیکل سے بھی بڑا ہے "(حضرت متی ۱۲باب ۶آیت)ابن آدم اپنے فرشتوں کو بھیجے گا (حضرت متی ۱۳باب ۴۱آیت)"جب ابن آدم اپنے جلال میں آئے گا اورسب فرشتے اس کے ساتھ آئینگے تو وہ اس وقت اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا اورعدالت کرے گا (حضرت متی ۲۵باب ۳۱آیت)"میرے باپ کی طرف سے سب کچھ مجھے سونپا گیا ہے اورکوئی بیٹے کو نہیں جانتا سوائے باپ (پروردگار)کے اورکوئی باپ کو نہیں جانتا سوائے بیٹے (جنابِ مسیح)کے اوراس کے جس پر بیٹا ظاہرکرنا چاہے"(حضرت متی ۱۱باب ۲۷آیت)"جیسے میرے باپ نے میرے لئے ایک بادشاہت مقررکی ہے میں بھی تمہارے لئے مقررکرتاہوں "(حضرت لوقا ۲۲باب ۲۹آیت)"جہاں دویا تین میرے نام پراکھٹے ہیں وہاں میں ان کے بیچ میں ہوں "(حضرت متی ۱۸باب ۲۰آیت)"یہ میرا (خداکا) پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہو (حضرت متی ۱۷باب ۵آیت) "میں خدا کا بیٹا ہوں "(حضرت متی ۲۷باب ۴۳آیت) "انہوں نے جنابِ مسیح کو سجدہ کرکے کہا یقیناً تو خدا کا بیٹا ہے "(حضرت متی ۱۴باب ۳۳آیت)آپ نے ایک تمثیل میں اپنے آپ کو "ابن ایسے معنوں میں قراردیا جن معنوں میں دیگرانسان خدا کے بیٹے نہیں ہوسکتے جس کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے خیال میں آپ کی ابنیت بے نظیراورلاثانی ہے اورآپ کا پیغام دیگر انبیاء سے جدا ہے جن کو آپ نے "خادموں"کا درجہ دیا (حضرت مرقس ۱۲باب ۶تا۷آیت)۔

مذکورہ بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ کلمتہ اللہ کا یہ مطلب تھاکہ اس رشتہ میں صرف خدااورمسیح واحد طور پر منسلک ہیں اور دیگر انسان اس خاص الخاص رشتہ سے باہر ہیں۔ کلمتہ اللہ کی ہستی کل بنی نوع انسان سے جداگانہ اور الگ ہے کیونکہ وہ اور خدا دونوں ایک ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو کامل طور پر جانتے ہیں اور ان کی زندگی ایک

دوسرے سے چھپی نہیں۔ابن اللہ کے حواری آپ کو "خداوند
" کہتے ہیں اورجب آپ کے رسول اپنی تقریرات وتحریرات
میں عہدِ عتیق کی کتب کے اقتباسات پیش کرتے ہیں تو وہ
"خداوند یہوواہ"(خدا کا خاص نام)کی بجائے آپ کے مبارک
وجود کی طرف اشارہ کرتے ہیں اورآپ کا نام لیتے ہیں۔ ابن اللہ
نے یہود کو مخاطب کرکے فرمایا "میرے باپ (پروردگار) کی
طرف سے سب کچھ مجھے سونپا گیا ہے اورکوئی بیٹے کو نہیں
جانتا سوائے باپ کے اورکوئی باپ کو نہیں جانتا سوائے بیٹے
کے اوراس کے جس پر بیٹا اس کو ظاہر کرنا چاہے۔(حضرت متی
۱۱باب ۲۷آیت)خدا کے متعلق آپ کا علم اس درجہ تک یقینی علم
تھا کہ آپ نے یہود کو فرمایا "میں خدا کو جانتا ہوں اوراگر
کہوں کہ اس کو نہیں جانتا تو تمہاری طرح جھوٹا ہونگا مگر
میں اسے جانتا ہوں اوراس کے کلام پر عمل کرتا ہوں (حضرت
یوحنا ۸باب ۵۵آیت)ابن اللہ کا خدا باپ کے ساتھ ایسا لاثانی رشتہ
ہے کہ آپ نے دیگر انسانوں کو اس رشتہ میں شامل کرکے یہ
کبھی نہ فرمایا کہ "ہمارا باپ بلکہ اس رشتہ میں تمیز کرکے
ہمیشہ فرمایا"میرا باپ" "تمہارا باپ"۔

پدرنوروپسر نوریست مشہور
ازیں جافہم کن نورعلیٰ نور

"میرا باپ اب تک کام کرتا ہے اورمیں بھی کام کرتا ہوں۔ اس
سبب سے یہودی اس کے قتل کی کوشش کرنے لگے کیونکہ وہ
(یعنی سیدنا مسیح) خدا کو خاص اپنا باپ کہہ کراپنے آپ کو
خدا کے برابر بناتا تھا "(حضرت یوحنا ۵باب ۱۷آیت)"میں اورباپ
ایک ہیں "(حضرت یوحنا ۱۰باب ۳۰آیت)جو مجھے دیکھتا ہے وہ میرے
بھیجنے والے کو دیکھتا ہے ۔ میں نورہو کر دنیا میں آیا ہوں
تاکہ جو کوئی مجھ پر ایمان لائے اندھیرے میں نہ رہے
"(حضرت یوحنا ۱۲باب ۴۵آیت)پیشتر اس سے کہ ابراہیم پیدا ہوا میں
ہوں"(حضرت یوحنا ۸باب ۵۸آیت)"اب اے باپ تو اس جلال سے
جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا ہوں
مجھے اپنے ساتھ جلالی بنا۔۔۔ تو نے بنائے عالم سے پیشتر
مجھ سے محبت رکھی "(حضرت یوحنا ۱۷باب ۵اور۲۴آیت)"راہ حق اور
زندگی میں ہوں کوئی میرے وسیلے کے بغیر باپ کے پاس نہیں
آتا (حضرت یوحنا ۱۴باب ۶آیت)پس اس رفاقت کی بنا پر آپ نے
فرمایا "زندگی کی روٹی میں ہوں اگر کوئی اس روٹی میں کھائے تو

ابد تک زندہ رہے گا بلکہ جو روٹی میں جہان کی زندگی کے لئے دونگا و ہ میرا گوشت ہے "(حضرت یوحنا ۶باب ۵۱آیت)"اگر کوئی پیاسا ہو تو میرے پاس آکر پیئے جو مجھ پر ایمان لائے گا اس کے اندر سے زندگی کے پانی کی ندیاں جاری ہونگی۔ (حضرت یوحنا ۷باب ۳۸آیت)"دروازہ میں ہوں اگر کوئی مجھ سے داخل ہوتو نجات پائے گا (حضرت یوحنا ۱۰باب ۹آیت)"جس طرح باپ مردوں کو اٹھاتا اورزندہ کرتا ہے اسی طرح بیٹا بھی جن کو چاہتا ہے زندہ کرتا ہے ۔وہ وقت اب ہے کہ مردے خدا کے بیٹے کی آواز سنیں گے جس طرح باپ اپنے آپ میں زندگی رکھتا ہے اسی طرح اس نے بیٹے کو بھی یہ بخشا کہ اپنے آپ میں زندگی رکھے بلکہ اسے عدالت کرنے کا اختیاربھی بخشا ہے (حضرت یوحنا ۵باب)۔پس آدمیوں اورقوموں کی باگ ڈورآپ کے ہاتھ میں ہے "دنیا کا نورمیں ہوں جو میری پیروی کرے گا وہ اندھیرے میں نہ چلے گا بلکہ زندگی کا نورپائے گا (حضرت یوحنا ۸باب ۱۲آیت)"قیامت اورزندگی میں ہوں جو مجھ پر ایمان لاتا ہے گووہ مرجائے تو بھی زندہ رہے گا اورجو کوئی زندہ ہے وہ ابد تک کبھی نہ مرے گا "(حضرت یوحنا ۱۱باب ۲۵آیت)۔

جناب مسیح کے کلمات طیبات میں سے مذکورہ بالا اقتباسات جو کسی ایک انجیل میں سے نہیں بلکہ ہر چہار اناجیل میں سے لئے گئے ہیں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ آنخدواند کے خیال مبارک میں آپ کی ذات آپ کے دین کی اساس ہے اورآپ کی شخصیت بے نظیراورآپ کا پیغام عالمگیر ہے (حضرت یوحنا ۱۳باب ۳آیت)کسی اورمذہب کے بانی کے وہم وگمان میں بھی نہ آیا کہ اس قسم کے الفاظ اپنی ذات اورپیغام کی نسبت اپنے منہ سے نکالے ۔

جب ہم ان اہم ترین دعووں کو دیکھتے ہیں اوران کے اندرونی معانی پر غور کرتے ہیں تو ہم ورطہ حیرت میں پڑجاتے ہیں ۔ قدرتی طورپریہ سوال ہمارے دلوں میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا کوئی محض انسان اس قسم کے دعوے کرسکتا ہے اوراگر وہ محض انسان ہے تو کیا اس کے دماغ میں کوئی خلل واقع ہوگیا ہے ؟اس قسم کے دعوے کوئی محض انسان نہیں کرسکتا اوراگر وہ کرتا ہے تو وہ صحیح الدماغ شخص نہیں ہے ۔ پس اس قسم کے دعوے کرنے والا انسان یا تو صحیح العقل شخص نہیں یا وہ محض انسان نہیں ہے۔ کوئی شخص

جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ کلمتہ اللہ نعوذ باللہ پاگل تھے۔ پس نتیجہ ظاہر ہے کہ کلمتہ اللہ محض انسان نہ تھے بلکہ آپ کی ہستی انسانیت کی حدود میں رہ کربھی انسانیت سے اعلیٰ ارفع اوربلند وبالا تھی۔

سیدنا عیسیٰ مسیح کے دعوے اور حوارئین کی تحریرات

جناب مسیح کے دعوں کی بنا پر حضرت یوحنافرماتے ہیں کہ "ابتدا میں کلمتہ اللہ تھااوریہی کلمہ خدا کے ساتھ تھا اورکلمہ خدا تھا ۔ یہی کلمہ ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ ساری چیزیں اس کے وسیلے سے پیدا ہوئیں۔ اس میں زندگی تھی اوروہ زندگی آدمیوں کا نورتھا۔ جنہوں نے اس کو قبول کیا اس نے ان کو خدا کے فرزند بننے کا حق بخشا۔۔کلمہ مجسم ہوا اورفضل اورسچائی سے معمورہوکر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جو صرف باپ کے اکلوتے کو ہی شایاں ہوسکتا ہے۔۔۔اس معموری میں سے ہم سب نے فضل پر فضل پایا۔ شریعت تو موسیٰ کی معرفت دی گئی لیکن فضل اور سچائی مسیح کی معرفت پہنچی ۔ خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا ۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اسی نے ظاہر کیا"(حضرت یوحنا ۱باب ۱تا۱۸آیت)اس زندگی کے کلمہ کی بابت جو ابتدا سے تھا اورجس کو ہم نے سنا اوراپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ غور سے دیکھا اور اپنے ہاتھوں سے چھوا۔ اسی ہمیشہ کی زندگی کی نسبت تم کو خبر دیتے ہیں جوباپ کے ساتھ تھی تاکہ تم بھی ہمارے شریك ہو اورہماری شراکت باپ کے ساتھ اوراس کے بیٹے مسیح کے ساتھ ہے (خطِ اول حضرت یوحنا ۱باب ۱آیت)" خداوند خدا جو ہے اورجو تھا اورجو آنے والا ہے یعنی قادرمطلق فرماتا ہے کہ میں ہی ہوں"(انجیل شریف کتاب۔ مکاشفہ ۱باب ۸آیت)"ذبح کیا ہوا برہ ہی قدرت اوردولت اورحکمت اورطاقت اورعزت اورتمجید کے لائق ہے ۔ جو تخت پربیٹھا ہے اس کی اوربرے کی حمد اور عزت اور تمجید اور سلطنت ابدالآباد رہے "(کتابِ مکاشفات ۵باب ۱۳آیت)برہ خداوندوں کا خداوند اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے "(کتابِ مکاشفہ ۱۷باب۱۴آیت)"خدا کے روح کو تم اس طرح پہچان سکتے ہوکہ جو روح اقرارکرے کہ یسوع مسیح مجسم ہوکر آیا ہے وہ روح خدا کی طرف سے ہے اور

جوکوئی روح یسوع کا اقرار نہ کرے وہ خدا کی طرف سے نہیں
اوریہی دجال کی روح ہے (خطِ اول حضرت یوحنا ۴باب ۲آیت)اگر کوئی
گناہ کرے تو باپ کے پاس ہمارا ایک شفیع موجود ہے یعنی
یسوع مسیح جو نہ صرف ہمارے ہی گناہوں کاکفارہ ہے
بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی کفارہ ہے (خط اول حضرت یوحنا
۲باب۲آیت)"مسیح اس لئے ظاہر ہوا کہ گناہوں کو اٹھالے
جائے اوراس کی ذات میں کوئی گناہ نہیں۔ جو کوئی اس میں
قائم رہتا ہے وہ کوئی گناہ نہیں کرتا (خطِ اول حضرت یوحنا ۳باب ۵آیت
)"خدا نے ہم کو ہمیشہ کی زندگی بخشی ہے اوریہ زندگی اس
کے بیٹے میں ہے۔ جس کے پاس بیٹا ہے اس کے پاس زندگی
ہے اورجس کے پاس بیٹا نہیں اس کے پاس زندگی بھی نہیں
(خطِ اول حضرت یوحنا ۵باب ۱۲آیت)۔

(۲)

یہی خیالات ہم کو باقی دوازدہ رسل کی تقریرات اور
تحریرات میں ملتے ہیں۔ مثلاً خدا کے اورجنابِ مسیح کے
عبدیعقوب کی طرف سے ۔۔۔ہمارے خداوند ذوالجلال
یسوع مسیح کا دین "(انجیل شریف خطِ حضرت یعقوب ۱باب ۱آیت ،۲باب
۱آیت)"ہمارے خدا اورمنجی یسوع مسیح کی ابدی بادشاہت

"روح القدس میں دعا مانگ کے ۔۔۔خدا کی محبت میں قائم
اورہمیشہ کی زندگی کے لئے جناب مسیح کی رحمت کے منتظر
رہو۔(انجیل شریف خطِ حضرت یہوداہ) اسی طرح جنابِ مسیح کو
خدا نے مالک اورمنجی ٹھہرا کر اپنے دہنے ہاتھ سے سربلند کیا
تاکہ اسرائیل کو توبہ کی توفیق اور گناہوں کی معافی بخشے
"(اعمالرسل ۵باب ۳۱آیت)اس نے خدا کا جلال اورمسیح کو خدا کی
دہنی طرف کھڑا دیکھا (اعمالرسل ۷باب ۵۵آیت) 'ہمارے خدا اور
منجی سیدنا مسیح کی راستبازی "(انجیل شریف خطِ اول حضرت پطرس
۱باب ۱آیت)"بیٹا خدا کے جلال کا پرتو اوراس کی ذات کا نقش
ہوکر سب چیزوں کو اپنی قدرت کے کلام سے سنبھالتا ہے وہ
گناہوں کو دھوکر عالم بالا پر کبریا کی دہنی طرف جا
بیٹھا۔۔۔بیٹے کی بابت کہتا ہے کہ اے خدا تیرا تخت ابد
الآباد رہے گا اور تیری بادشاہت کا عصا راستی کا عصا
ہے۔اے خداوند تونے ابتدا میں زمین کی نیو ڈالی اورآسمان
تیرے ہاتھ کی کاریگری ہیں۔ وہ نیست ہوجائیں گے پرتو باقی
رہے گا (خطِ عبرانیوں ۱باب)بیٹے نے موت کے وسیلے سے اس کو
جسے موت پر قدرت حاصل تھی یعنی ابلیس کو تباہ کردیا اور

جو عمر بھر موت کے ڈر سے غلامی میں گرفتار رہے ان کو چھڑالیا۔۔۔اس نے آزمائیش کی حالت میں دکھ اٹھایا۔ پس وہ ان کی بھی مدد کرسکتا ہے جن کی آزمائیش ہوتی ہے (خطِ عبرانیوں ۲باب۱۴آیت)ہر ایک اپنے گناہوں کی معافی کے لئے سیدنا مسیح کے نام پر بپتسمہ لے "(خط عبرانیوں ۲باب۲۸آیت)اس "زندگی کے مالک" کے نام سے معجزات وقوع میں آتے تھے "مسیح کے سوا کسی دوسرے کے وسیلے سے نجات نہیں کیونکہ آسمان کے نیچے آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس کے وسیلے سے ہم نجات پاسکیں۔(اعمالرسل ۴باب ۱۲آیت)"یسوع کامل بن کر اپنے سب فرمانبرداروں کے لئے ابدی نجات کا باعث ہوا"(خطِ عبرانیوں ۵باب ۹آیت)جو اس کے وسیلے سے نجات پاتے ہیں وہ ان کوپوری اورکامل نجات دے سکتا ہے کیونکہ وہ ان کی شفاعت کے لئے ہمیشہ زندہ ہے "(خطِ عبرانیوں ۷باب ۲۵آیت)۔

(۳)

حضرت پولوس کی تقریریں اورتحریریں انہی خیالات کا عکس ہیں جو ہم کو منجی عالمین کے کلمات طیبات اورآپ کے دوازدہ رسولوں کے کلام میں ملتے ہیں جن کا ذکر بطور مشتے نمونہ ازخروارے سطوربالا میں کیا گیا ہے ۔ چنانچہ رسول مقبول فرماتا ہے "ہمارے نزدیک تو ایک ہی خدا ہے یعنی باپ اورایک ہی خداوند ہے یعنی یسوع مسیح جس کے وسیلے سے ساری چیزیں موجود ہوئیں اورہم بھی اسی کے وسیلے سے ہیں "(انجیل شریف خط۔ اول کرنتھیوں ۸باب ۶آیت) "مسیح یسوع وہ ہے جو مرگیا بلکہ مردوں میں سے جھی اٹھا اورخدا کی دہنی طرف ہے اور ہماری شفاعت بھی کرتا ہے "(خط اہل۔ رومیوں ۸باب ۳۴آیت)"مسیح یسوع اگر چہ خدا کی صورت پر تھا تاہم اس نے خدا کے برابر ہونے کو غنیمت نہ سمجھا بلکہ اپنے آپ کو خالی کردیا اورخادم کی صورت اختیار کی اورانسانی شکل میں ظاہر ہوا۔ خدا نے بھی اسے بہت سر بلند کیا اور اسے وہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے تاکہ یسوع کے نام پر ہر ایک گھنٹاٹکے خواہ آسمانیوں کا ہو خواہ زمینیوں کا خواہ ان کا جو زمین کے نیچے ہیں اورخدا باپ کے جلال کے لئے ہر ایک زبان اقرارکرے کہ یسوع مسیح خداوند ہے "(خطِ اہل۔ فلپیوں ۲باب ۶آیت)"بیٹے میں ہم کو گناہوں کی معافی حاصل ہے

۔وہ اندیکھے خدا کی صورت اور تمام مخلوقات سے پہلے موجود ہے کیونکہ اسی میں ساری چیزیں پیدا کی گئیں آسمان کی ہوں یا زمین کی۔ دیکھی ہوں یا اندیکھی۔تخت ہوں یا ریاستیں ۔حکومتیں یا اختیارات ساری چیزیں اسی کے وسیلے اوراسی کے واسطے پیدا ہوئی ہیں۔ وہ سب چیزوں سے پہلے ہے اوراسی میں سب چیزیں قائم رہتی ہیں۔ وہی مبدا ہے ۔ اور باپ کو پسند آیا کہ ساری معموری اسی میں سکونت کرے "(خطِ اہلِ کلیسوں ۱باب ۱۴آیت)"سیدنا مسیح کے وسیلے سے ایمان کے سبب اس فضل تک ہماری رسائی بھی ہوئی جس پر قائم ہیں۔اورخدا کے جلال کی امید پر فخر کریں"(خط۔اہل۔ رومیوں ۵باب ۲آیت) گناہ کی مزدوری موت ہے مگر خدا کی نعمت ہمارے خداوند مسیح میں ہمیشہ کی زندگی ہے "(خطِ اہلِ رومیوں ۶باب ۲۳آیت)تم سیدنا مسیح کے نام سے ہمارے خدا کی روح سے ڈھل گئے اور پاک ہوئے اور راستبازی بھی ٹھیرے"(خطِ اول اہلِ کرنتھیوں ۶باب ۱۱آیت)خدا کاشکر ہے جو ہمارے خداوند مسیح کے وسیلے سے ہم کو گناہ اورموت پر فتح بخششتا ہے ۔(خطِ اول اہلِ کرنتھیوں ۱۵باب ۵۷آیت) "مسیح میں

سب چیزوں کا مجموعہ ہوجائے خواہ وہ آسمان کی ہوں۔خواہ زمین کی ۔تمہارے دل کی آنکھیں روشن ہوجائیں تاکہ تم کو معلوم ہوکہ ایمان لانے والوں کے لئے اس کی قدرت کیا ہی بے حد ہے ۔اس کی بڑی قوت کی تاثیر کے موافق جو اس نے مسیح میں کی ۔خدا نے اپنے رحم کی دولت سے اس بڑی محبت کے سبب جو اس نے ہم سے کی جب ہم قصور کے سبب مردہ ہی تھے تو ہم مسیح کے ساتھ زندہ کیا۔ تم کو فضل ہی سے نجات ملی ہے مسیح نے تم کو جو دور تھے اوران کو جو نزدیک تھے دونوں کو صلح کی خوشخبری دی کیونکہ اس ہی کے وسیلے سے ہم دونوں کی ایک ہی روح میں باپ کے پاس رسائی ہوتی ہے۔ پس اب تم پردیسی اورمسافر نہیں رہے بلکہ مقدسوں کے ہم وطن اور خدا کے گھرانے کے ہوگئے "(خطِ اہلِ افسیوں)"یہ بات حق اور قبول کرنے کے لائق ہے کہ مسیح گنہگاروں کے بچانے کے لئے اس دنیا میں آیا۔(خطِ اول تمطاؤس ۱باب ۱۵آیت)"اس نیو کے سوا جو پڑی ہوئی ہے اور وہ سیدنا مسیح ہے کوئی شخص دوسری نیو نہیں رکھ سکتا "(خط۔ اول اہلِ کرنتھیوں ۳باب ۱۱آیت)اگر کوئی مسیح میں ہے تو وہ نیا

مخلوق ہے پرانی چیزیں جاتی رہیں دیکھو وہ نئی ہوگئیں اور خدا نے مسیح کے وسیلے اپنے ساتھ دنیا کا میل میلاپ کرلیا اوران کی تقصیروں کو ان کے ذمہ نہ لگایا (خطِ دوئم اہلِ کرنتھیوں ۵باب۱۸آیت)"میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہوا ہوں اوراب میں زندہ نہ رہا بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے اورمیں جواب جسم کی زندگی گزارتاہوں تو خدا کے بیٹے پر ایمان لانے سے گذارتا ہوں" (خطِ اہلِ گلتیوں ۲باب ۲۰آیت)"مسیح جو جلال کی امید ہے تم میں رہتا ہے" (خطِ اہلِ کلیسوں ۱باب ۲۷آیت) "الوہیت کی ساری معموری مسیح میں مجسم ہوکر سکونت کرتی ہے اور تم اسی میں معمورہوگئے ہو جو ساری حکومت اوراختیارکا سر ہے" (خطِ اہل کلیسوں ۲باب ۹آیت) تمہاری زندگی مسیح کے ساتھ چھپی ہوئی ہے جب مسیح جو ہماری زندگی ہے ظاہر کیا جائے گا تو تم بھی اس کے ساتھ جلال میں ظاہر کئے جاؤگے۔۔۔مسیح سب کچھ اورسب میں ہے (خطِ اہلِ کلیسوں ۳باب۳آیت)جس پر میں نے بھروسہ رکھا ہے میں اس کو جانتا ہو ں اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری امانت کی اس دن تک حفاظت کرسکتا ہے (خطِ دوئم تمطاؤس ۱باب۱۲آیت)۔

مندرجہ بالا اقتباسات کے علاوہ بیسیوں آیات ایسی ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ پولوس رسول کے خیال میں جناب مسیح کی شخصیت لاثانی ،بے عدیل ،عالمگیر اور جامع شخصیت ہے ۔ جناب مسیح کائنات کا مرکز،ابن اللہ اور خدا ہے جو ہماری خاطر انسان بنا تاکہ ہمارا ملاپ خدا کے ساتھ ہوجائے ۔آپ کی ذات پاک آپ کی پیدائس نرالی ،آپ کا پیغام سب سے اعلیٰ ہے ۔ روحانیت کے مدارج ومنازل میں آپ کو وہ درجہ حاصل ہے جو کسی دوسرے انسان ضعیف البنیان کو حاصل نہ ہوسکا اورنہ ہوسکتا ہے ۔ آپ آدم ثانی اورنئی انسانیت کے بانی ہیں۔آپ کی موت اورظفریاب قیامت نے بنی نوع انسان کو زندہ کردیا۔ آپ کا جلال انسانیت کا کمال اور آپ کی معموری ہر طرح سے سب کو معمور کردینے والی ہے۔اورالہٰی ارادہ کے مطابق اس کائنات کا "انتظام ایسا ہوا کہ مسیح میں سب چیزوں کا مجموعہ ہوجائے ۔خواہ وہ آسمان کی ہوں خواہ زمین کی " اورآپ کو "وہ نام بخشا گیا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے تاکہ آپ کے نام پر ہر گھٹنا ٹکے اورہر ایک زبان اقرار کرے کہ یسوع مسیح خداوند ہے ۔"

سطور بالا سے ناظرین پر ظاہر ہوگیا ہوگا کہ انجیل جلیل کی تمام کتب کی یہ متفقہ شہادت ہے (جس کے خلاف تمام انجیل میں کوئی صدا نہیں اٹھتی)کہ جناب ِ مسیح کی شخصیت ایک جامع ،بے نظیر اورعالمگیر ہستی ہے۔ آپ کے دوازدہ رسولوں کی شہادت نہایت اہم ہے کیونکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے مولا کی بابت لکھتے ہیں "زندگی کلام تھا ۔ جس کو ہم نے سنا اوراپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ غور سے دیکھا اوراپنے ہاتھوں سے چھوآ۔ جو کچھ ہم نے دیکھا اورسنا ہے تم کو بھی اس کی خبردیتے ہیں تاکہ تم بھی ہمارے شریک ہو "(خطِ اول۔ حضرت یوحنا ۱باب ۱آ یت)یہ ان لوگوں کی گواہی ہے جنہوں نے "شروع ہی سے " (انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۱باب ۲آیت) آپ اقوال وافعال ،رفتار وگفتار ،نشست وبرخاست ،مذاق طبعیت ،طرز زندگی ،اندازگفتگو ،طریق معاشرت ،کھانا پینا ، سونا جاگنا،ہنسنا بولنا وغیرہ دیکھا تھا جو آپ کی آزمائیش میں برابرآپ کے ساتھ رہے "(حضرت لوقا ۲۲باب ۲۸آیت) جب ایسے لوگ آپ کی نسبت ہم آوازہوکر کہیں کہ جس نے آپ کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا۔ کہ آپ کی شخصیت کو انسانوں کے درمیان وہ درجہ حاصل ہے جو لاثانی ہے اورایسا اعلیٰ اورارفع ہے کہ کوئی خاکی انسان وہاں تک نہیں پہنچ سکتا تو ہم کو سر ِتسلیم خم کئے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

سیدنا عیسیٰ مسیح نو ع انسانی کےدرمیانی ہیں

مسیحیت کا یہ عقیدہ ہے کہ ابن اللہ خدا اور نوع انسانی کے بیچ میں ایک درمیانی ہے۔ چنانچہ مقدس پولوس فرماتے ہیں کہ " خدا ایک ہے اور خدا اوربنی نوع انسان کے بیچ میں درمیانی بھی ایک ہی ہے یعنی سیدنا مسیح جو انسان ہے "(انجیل شریف خطِ اول تمطاؤس ۲باب ۵آیت ، خط اہل رومیوں ۱باب ۸آیت ، ۶باب ۲۳آیت ، ۸باب ۳۴آیت ، خط اول اہل کرنتھیوں ۶باب ۱۱آیت ،۱۵باب ۵۷آیت ،خطِ اہل افسیوں ۲باب ۱۳تا۱۸آیت ۳باب ۱۲آیت ، ۵باب ۲۰آیت، خطِ اہل کلیسوں ۳باب ۱۷آیت وغیرہ)۔

لفظ "درمیانی "ایک ذومعنی لفظ ہے اورمختلف مذاہب کے اشخاص اس کا مطلب مختلف طورپر سمجھتے ہیں۔

اگراس لفظ کا مفہوم یہ ہے کہ خدا ایک ایسی بلندوبالا اوربرترہستی ہے جس تک انسان کی رسائی نا ممکن ہے پس خدا اورانسان کے درمیان ایک " درمیانی " کے وجود کاہونا لازم ہے تو مسیحیت اس معنی میں "درمیانی "کی ہرگز قائل نہیں۔ کیونکہ اس مفہوم کے مطابق خدا اورانسان کے درمیان ایک ایسی وسیع خلیج حائل ہے جس کو عبورکرنا ایک ناممکن امر ہے ۔مسیحیت نے ابتدا ہی سے اس قسم کے خیالات کو بدعت قراردے کرمردود ٹھہرایا۔

جو لوگ مثلاًمسلمان اس قسم کے خیالات کے پابند ہیں وہ اپنے اپنے خیال کے مطابق خدا کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ خدا ایک مطلق العنان بادشاہوں کا بادشاہ اور شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے اور جس طرح ایک دنیاوی شہنشاہ کے دربارمیں کسی غریب کی رسائی بجزکسی درمیانی کے نہیں ہوسکتی اسی طرح خدائے بلند وبرتر کا مقام ایسا رفیع اورعالی ہے کہ اس کے حضورتک کسی محض انسان کی رسائی بغیرکسی درمیانی کے نہیں ہوسکتی لیکن مسیحیت خدا کے ایسے تصور کے کلتیہً خلاف ہے ۔ اس کا مقولہ بالفاظِ حافظ شیرازی یہ ہے ۔

ہرکہ خواہد گوبیاوہرکہ خواہد گوبرو

گیردواروحاجب ودرباں دریں درگا ونیست

مسیحیت کا بنیادی اصول جس پر اس کے تمام معتقدات کاانحصارہے یہ ہے کہ خدا ہمارا باپ ہے ۔(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۵باب ۴۸وغیرہ) جس کی ذات محبت ہے (خط۔اول حضرت یوحنا ۴باب ۸آیت)پس خدا کی ذات میں اورانسان کی ذات میں کوئی خلیج حائل نہیں ہوسکتی اورنہ ان میں کسی قسم کی معائرت ہے ۔ کتاب مقدس کا ابتدائی سبق یہ ہے کہ "خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ۔"(توریت شریف کتابِ پیدائش ۱باب ۲۷آیت)اوراس کا انتہائی سبق یہ ہے کہ" خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی "(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۳باب ۱۶آیت)کہ قوت متخیلہ اس الہٰی محبت کی لمبائی اورچوڑائی اونچائی اور گہرائی کاتصورباندھنے سے عاجز ہے (خطِ اہل افسیوں ۳باب

۱۸آیت)ایسی تعلیم کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ خدا اور انسان کے درمیان اجنبیت اورمغائرت کی بجائے محبت کا رشتہ تعلق اور رفاقت ہے (خطِ اول حضرت یوحنا ۴باب وغیرہ)اس اصول کی روشنی میں یہ ظاہر ہے کہ مسیحیت کسی ایسے درمیانی کی قائل نہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ دو کلیتہً مختلف اورمتضاد ہستیوں کو یکجا کرے (انجیل شریف خطِ اہل گلتیوں ۳باب ۱۹آیت ،خط۔ اہل رومیوں ۳باب ۲۴آیت ،۵باب ۸آیت)۔

(۲)

لیکن اگر لفظ "درمیانی " کا مطلب "وسیلہ " ہو تو مسیحیت صرف مکاشفہ کے مطلب میں قائل ہے ۔ میں اپنے مطلب کو ایک عام فہم مثال سے سمجھاتا ہوں۔ناظرین کتاب کو میرے خیالات کا جو میرے ذہن میں ہیں کس طرح پتہ چل سکتا ہے ؟یہ ظاہر ہے کہ میں خاموش رہوں تو وہ میرے خیالات سے واقف نہیں ہوسکتے ۔چنانچہ شیخ سعدی کہہ گئے ہیں۔

چومرد سخن نگفتہ باشد
عیب وہنرش نہفتہ باشد

پس الفاظ ہی ایک واحد وسیلہ ہے جن کے ذریعہ میرے خیالات کا اظہار ہوسکتا ہے ۔ اسی طرح ہمارے پوشیدہ جذبات کا اظہار صرف ہمارے افعال کے وسیلے سے ہوسکتا ہے ۔ اگر ہم حرکات پر کامل طورپر ضبط رکھ سکیں اوراپنے چہرے کی جنبش لبوں کی حرکت اوراپنے جسم کو اپنے قابو میں رکھ سکیں تو کوئی شخص ہمارے دل کے اندرونی جذبات سے واقف نہیں ہوسکتا ۔ پس ہماری نشست وبرخاست حرکات وسکنات ہماری رفتار وگفتار ہمارے الفاظ وکلمات ہی ایک اکیلا وسیلہ ہیں جن کے ذریعہ ہمارے خیالات احساسات اورجذبات کا غرضیکہ ہمارے اندرونی دنیا کا اظہار بیرونی دنیا کے چلنے پھرنے والوں پر ہوسکتا ہے ۔ ہمارے الفاظ اورافعال ایک "درمیانی " کا فرض انجام دیتے ہیں۔ جو ہمارے اندرونی خیالات جذبات کی دنیا کو بیرونی دنیا پر ظاہر کردیتے ہیں۔

بعینہ ان معنوں میں مسیحیت یہ مانتی ہے کہ جناب مسیح ایک واحد وسیلہ ہیں جن کے ذریعہ ہم خدا کے خیالات جذبات اور اس کی ذات سے واقف ہوسکتے

ہیں۔جس طرح کلام کے ذریعہ ہم کسی شخص کے دل کے خیالات سے واقف ہوسکتے ہیں اسی طرح ہم جناب مسیح کے وسیلے خدا کے دل کے خیالات سے واقف ہوسکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو کلمتہ اللہ کہا گیا ہے (حضرت یوحنا ۱باب ۱آیت ،کتاب ِمکاشفہ ۱۹باب ۱۳آیت) جس طرح ہمارے افعال ہماری ذات کو ظاہر کرتے ہیں اسی طرح جناب ِمسیح کے افعال خدا کی ذات کو ظاہر کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آپ کو خدا کا مظہر کہا گیا ہے (خطِ عبرانیوں ۱باب ۳آیت)جس طرح الفاظ اورکلام کے بغیر ہم کسی انسان کے خیالات سے واقف نہیں ہوسکتے اسی طرح مسیح کلمتہ اللہ کے بغیر ہم خدا کے خیالات سے بھی واقف نہیں ہوسکتے ۔ جس طرح انسان کے افعال کے بغیر ہم اس کی مرضی کو نہیں جان سکتے اسی طرح مسیح مظہر اللہ کے بغیر ہم خدا کی مرضی کو بھی نہیں جان سکتے مسیحیت کہتی ہے کہ اے لوگوکیا تم خدا کی ذات وصفات اوراس کی محبت سے واقف ہونا چاہتے ہو؟ جناب ِمسیح کے اقوال وافعال آپ کے احساسات وجذبات آپ کی نشست وبرخاست آپ کی رفتاروگفتار غرضیکہ آپ کی ایک ایک ادا کو دیکھ لوتو تم نے خدا کی ذات وصفات کو دیکھ لیا ۔ جناب ِمسیح کی ذات ایک آئینہ ہے جس میں ہم کو خدا کی ذات کا عکس دکھائی دیتا ہے ۔ وہ" خدا کے جلال کا پر تو اوراس کی ذات کا نقش ہے "(خطِ اہل عبرانیوں ۱باب ۳آیت)"خدا کو کسی نہ نہیں دیکھا ۔"

لا یا ہے مرا شوق مجھے پردہ سے باہر میں
ورنہ وہی خلوتی رازنہاں ہوں (میر)

لیکن اگر کوئی انسان خدا کو دیکھنے کا خواہشمند ہے تووہ مسیح کلمتہ اللہ کو دیکھ سکتا ہے ۔ (حضرت یوحنا ۱باب ۱۸آیت ، ۱۴باب ۹آیت) کیونکہ جناب ِمسیح میں انسانیت کا کمال ظہور پذیر ہوا اورالوہیت کی ساری معموری اس انسان کامل میں ہم کو نظر آتی ہے (خطِ اہل کلیسوں ۲باب ۹آیت) الوہیت کی صفات کو ہم کامل انسانیت اورصرف کامل انسانیت کے ذریعہ ہی جان سکتے ہیں (خطِ اول تمطاؤس ۲باب ۵آیت) اگر یہ کامل انسان نہ ہوتا تو ہم خدا کو بھی نہ جان سکتے ۔ پس مسیحیت ایک اور صرف ایک وسیلہ یعنی جناب ِمسیح کی قائل ہے جس کے وسیلہ بنی نوع انسان خدا کو جان سکتے ہیں (انجیل شریف کتاب اعمالرسل ۴باب ۱۲آیت)۔

اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جنابِ مسیح نے خدا کو کس طرح ظاہر کیا ہے ؟تو مسیحیت اس کا یہ جواب دیتی ہے کہ جنابِ مسیح نے اپنی تعلیم ،زندگی اور موت اور قیامت کے ذریعہ خدا کی ذات اورابوت کو اس کی محبت اوراس محبت کے ایثار کو بنی نوع انسان پر ظاہر کیا ہے ۔

اول۔جناب مسیح کی تعلیم نے لاثانی طورپر ہم کو خدا کا عرفان اورعلم بخشا ہے۔یہ تعلیم صرف چند ہزارالفاظ پر مشتمل ہے جو معمولی پڑھا لکھا شخص دوتین گھنٹوں کے اندربخوبی پڑھ سکتا ہے ۔لیکن ان چند ہزارالفاظ نے دنیا کی کایا پلٹ دی ہے اور دو ہزار سال سے مشرق ومغرب کے صدہا ممالک کی ہزارہا اقوام کے لاکھوں کروڑوں انسان خدا کی محبت کو جان گئے ہیں۔

دوم۔جنابِ مسیح نے نہ صرف اپنی تعلیم سے خدا کو ہم ہر ظاہر کیا ہے بلکہ آپ نے اپنی بے عدیل زندگی اورایثار سے خدا کی محبت کو بنی نوع انسان پر ظاہر کیا ہے ۔آپ نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس بات کے لئے وقف کردیا تھاکہ گنہگاروں کو نہ صرف پندو نصیحت کی جائے بلکہ ان کی تلاش کی جائے (حضرت لوقا ۹باب ۱۰آیت) جس طرح خدا گنہگاروں کی تلاش کرتا ہے (حضرت لوقا ۱۵باب ۴آیت) ان کے مذہبی پیشوا ان کو ان کے پیشہ اورافعال کے وجہ سے اچھوت گرادنتے تھے (حضرت لوقا ۱۵باب ۲آیت) اور جنابِ مسیح کو ازروئے طعنہ کہتے تھے کہ وہ "گنہگاروں کا یار" ہے (حضرت متی ۱۱باب ۱۹آیت)لیکن دشمنوں کا یہ طعنہ درحقیقت جنابِ مسیح کا بہترین خطاب ہے کیونکہ خدا گنہگاروں سے محبت رکھتا ہے (حضرت یوحنا ۳باب ۱۶آیت) اور آپ کی زندگی خدا کے دل کے جذبات کی بہترین ترجمان تھی۔ پس آپ نے اپنی زندگی کو گنہگاروں پر خدا کی ازلی محبت کے ظاہر کرنے کی خاطر وقف کردیا۔

ہے خدا نورِ محبت مظہر اس کا ہے مسیح
ہم کو حق نے اپنی صورت اوردکھلائی نہیں

جنابِ مسیح کی زندگی کے واقعات پر غورکرو تو تم کو معلوم ہوجائے گاکہ آپ کی زندگی کے تمام کے تمام واقعات خدا کی محبت اوراس کے رحم اور ترس کا اظہار ہیں۔ اگر جنابِ مسیح کو راہ میں کوڑھی مل گئے تو اہل یہود کے مذہبی

پیشواؤں کی طرح ان اچھوت قرار دے کر آپ نے ان سے کنارہ کشی نہ کی بلکہ ان کو چھوکر شفا بخشی (حضرت مرقس ۱باب ۴۰آیت)اگر کوئی مفلوج ،اندھے ،گونگے ،بہرے ،اپاہج ، دیوانے بیمار لاچار گنہگار مل گئے تو آپ نے خدا کی محبت کو ان پر ظاہر کیا اوران کو شفا بخشی (حضرت مرقس ۱باب ۳۴آیت) آپ کمزوروں کے حامی ، بیکسوں کے ہمدرد لاچاروں کے مدد گار گنہگاروں کے یار غمزدوں کے غمخوار مصیبت ذدوں کے غگمسار تھے۔ غرضیکہ آپ محبت کا مجسمہ تھے اور ہر درجے اور ہر حالت کے انسانوں پر ہر وقت خدا کی لازوال محبت کو ظاہر کرنے کا وسیلہ تھے (حضرت مرقس ۱باب ۲۸آیت)۔

سوم۔ جنابِ مسیح نے نہ صرف اپنی لاثانی تعلیم اور بےعدیل زندگی کے ذریعہ خدا کی محبت کو ظاہر کرنے کا وسیلہ بنے بلکہ آپ نے اپنی بے نظیر موت سے خدا کی محبت کو بنی نوع انسان پر ظاہر کردیا۔ آپ کی زندگی خدمت ، ایثار اور قربانی کی زندگی تھی ۔ آپ نے اپنی زندگی سے ظاہر کردیاکہ دوسروں کی خاطر دکھ اٹھانا درحقیقت محبت کا بہترین اظہار ہے (حضرت متی ۲۰باب ۲۸آیت) آپ نے دنیا کو اس حقیقت سے آگاہ کردیاکہ قربانی اور محبت ایک ہی شئے کہ دو مختلف پہلو ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کی خاطر ہر طرح کی اذیت اوردکھ جھیلنے کو تیا رہوتا ہے (حضرت یوحنا ۱۵باب ۱۳آیت) جس طرح ماں اپنے بچے کی خاطر یا ایک صادق محبِ وطن اپنے وطن کی خاطر محبت کی وجہ سے دکھ اٹھاتا ہے ۔ابن اللہ کی صلیبی موت خدا کی محبت کا بہترین مکاشفہ ہے کیونکہ اس موت نے دنیا پر اس حقیقت کو اعلیٰ ترین طریقہ پر ظاہر کردیا ہے کہ محبت کا تاج قربانی اور ایثار ہے (خطِ اہل افسیوں ۵باب ۲آیت ،۵باب ۲۵آیت) پس کوہ کلوری پر جنابِ مسیح کی صلیبی موت کے وسیلے ہم انسانی محبت کے کمال اورالٰہی محبت کی تڑپ اورایثار کی جھلک کا نظارہ دیکھ سکتے ہیں۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ قربانی اورایثارکا ایک مقصد ضرور ہوتا ہے ۔ قربانی اورایثار کے ذریعہ ہم اس مقصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں جو محبت کی علت غائی ہوتی ہے ۔مثلاً ایک صادق محب وطن بے عزتی ،اذیت ،تشدد ،قید وغیرہ کی برداشت کرتا ہے اوراس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی قربانی

کے وسیلے اس کا وطن غیروں کی غلامی سے نجات اورمخلصی پائے اورآزادی حاصل کرکے ایک نئی زندگی کا دور شروع کرے۔اسی طرح جنابِ مسیح کی قربانی اورایثار اورصلیبی موت کی اذیت کا مقصد یہ ہے کہ اس قربانی کے وسیلے نوع انسانی شیطان اورگناہ کی غلامی سے نجات اورمخلصی پائے اورآزادی حاصل کرکے ایک نئی زندگی کا دورشروع کرے ۔ میں اس نکتہ کو ایک مثال سے واضح کرتا ہوں (حضرت لوقا ۱۵باب)۔اگرکسی نیک ماں یا صالح باپ کا بیٹا بری مصیبتوں میں پڑجائے اوراپنی زندگی اوردولت شرابخواری ،بد چلنی اور عیاشی میں ضائع کردے تو جتنی زیادہ محبت ماں باپ اپنے بیٹے سے کرتے ہیں اتنا ہی زیادہ دکھ اورصدمہ ان کے دلوں کو ہوگا۔ اسی طرح خداباپ ہم سے محبت رکھتا ہے اورہمارے گناہوں کی وجہ سے اس کو بے حد دکھ اورصدمہ ہوتا ہے ۔ جس طرح ماں کی مامتا چاہتی ہے اس کا بد چلن بیٹا تائب ہوکر نئی زندگی بسرکرے اسی طرح خدا کی محبت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ گنہگار انسان تائب ہوکر نئی زندگی بسر کرے۔ جس طرح بیٹا یہ محسوس کرکے کہ اس کی بد چلنی کی وجہ سے باپ کے محبت بھرے دل کو صدمہ پہنچا ہے ۔اپنی بدی سے پشیمان ہوکرباپ کے واپس آتا ہے اسی طرح گنہگار یہ محسوس کرتا ہے کہ انسان کے تکبر خود غرضی دشمنی عناد اورگناہ نے مسیح کو مصلوب کیا تھا اوروہ خود اپنے اندر بعینہ وہی گناہ دیکھتا ہے جن کی وجہ سے مسیح مصلوب کیا گیا ۔ پس وہ جناب مسیح کی قربانی اوراذیت کو دیکھ کر اپنی بدی سے پشیمان ہوکر کہتا ہے کہ " میں اٹھ کر اپنے باپ کے پاس جاؤنگا اوراس کو کہونگا کہ اے باپ میں نے تیری نظر میں گناہ کیا ہے اور اب اس لائق نہیں رہا کہ تیرا بیٹا کہلاؤں"(حضرت لوقا ۱۵باب ۱۸آیت) جس طرح باپ اپنی محبت کی وجہ سے اپنے تائب بیٹے کو قبول کرکے شادمان ہوتا ہے اسی طرح "ایک توبہ کرنے والے گنہگارکی بابت آسمان پر خوشی ہوتی "(حضرت لوقا ۱۵باب ۷آیت) جس طرح باپ کے تعلقات اپنے تائب بیٹے سے ازسر نو ایسے ہوجاتے ہیں کہ وہ اس کی گذشتہ بد چلنی کو دل سے مٹا دیتا ہے اوراپنے سرمایہ کی دولت سے اس کو پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد دیتا ہے اسی طرح خدا باپ کے تعلقات تائب انسان سے ازسرنوایسے ہوجاتے ہیں کہ خدا

اس کی گنہگاری کو مٹا دیتا ہے (خطِ اہل رومیوں ۳باب ۲۵آیت) اور اپنے بے قیاس فضل کی دولت سے اس کو قابل کردیتا ہے کہ وہ روحانی طورپر اپنے پاؤں پر کھڑا ہوسکے اورنئی زندگی بسر کرسکے (خطِ اہل رومیوں ۵باب ۲۰تا ۲۱آیت) غرضیکہ جس طرح ماں یاباپ کے دل کا دکھ بیٹے کی بحالی کا وسیلہ ہوتا ہے اسی طرح جنابِ مسیح کی ایثار بھری زندگی اور صلیبی موت گنہگار انسان کی بحالی کا وسیلہ ہوجاتی ہے (خطِ دوم اہل کرنتھیوں ۵باب ۱۸آیت ،خطِ عبرانیوں ۹باب ۱۴آیت)۔

چہارم۔ نہ صرف جنابِ مسیح کی بے نظیر تعلیم ، لاثانی زندگی اور صلیبی موت خدا کی محبت کے اظہار کا وسیلہ ہیں بلکہ آپ کی ظفریاب قیامت بھی خدا کی ذات کو ہم پر ظاہر کرتی ہے ۔ انسانی تکبر،خود غرضی عناد اورگناہ نے جنابِ مسیح کو مصلوب کروایا تھا لیکن آپ کی ظفر مند قیامت اس بات کا بین ثبوت ہے کہ بدی کی طاقتیں نیکی کو کبھی مغلوب نہیں کرسکتیں ۔ کہ نیکی بالا آخر تمام رکاوٹوں اور شیطانی قوتوں پر غالب ہوکر رہے گی۔ کہ گناہ کا غلبہ اوربدی کا تسلط عارضی اورچند روزہ ہے۔ خواہ یہ تسلط ہمارے دل پر ہو، خواہ بیرونی دنیا پر ہو، اورکہ خدا کی محبت اس بات قادر ہے کہ وہ بدی اورگناہ کو زائل کردے ۔(بائبل مقدس صحیفہ حضرت یسعیاہ ۴۶باب ۱۱آیت ،خطِ اہل رومیوں ۶باب وغیرہ)۔

(۴)

پس مسیحیت کے مطابق جنابِ مسیح صرف اس معنی میں درمیانی ہیں۔ آپ کے ذریعے نوع انسان کو خدا کا حقیقی عرفان اوراس کی ذات کا صحیح علم حاصل ہوا ہے ۔ کلمتہ اللہ کی تعلیم آپ کی لاثانی زندگی ۔آپ کی بے نظیر قربانی اور موت اورآپ کی ظفر یاب قیامت آپ کی لازوال محبت اوراس کے ازلی مقصد کو بعینہ اسی طرح ظاہر کردیتی ہیں جس طرح اقوال وافعال ہمارے دلوں کے خیالات وجذبات کوظاہر کردیتے ہیں۔ یہاں تک کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک تواریخی حقیقت ہے کہ جنابِ مسیح کی تعلیم ، زندگی موت اورقیامت کے بغیر خدا کی ذات اوراس کی محبت کو جس طورپر ہم اب جانتے ہیں ہرگز نہ جان سکتے کہ تائب ہوکر اپنے گناہوں سے اس طور پر پشیمان ہوسکتے کیونکہ جنابِ مسیح کی ایثار محبت اور صلیبی موت توبہ کی بہترین محرک ہیں۔ آپ کی موت کے بغیر نہ تو ہم کو اپنے گناہوں کا یقین ہوتا اورنہ آپ کی ظفریاب قیامت کے بغیر اس بات کا یقینی علم ہوتا کہ نیکی

بدی کی پر ضر وربالضرورغالب ہوکر رہتی ہے اورانسان اس ابدی زندگی کوحاصل کرسکتا ہے مکان کی قیود سے بالا ہے ۔

سیدنا عیسیٰ مسیح خدا کا مظہر ہیں

ابن اللہ کی قدوس ذات خدا کا مظہر ہے "خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اسی نے ظاہر کیا "(حضرت یوحنا ۱باب ۱۸آیت) ۔جناب مسیح نے خدا کو ایسے اوراکمل طورپر ظاہر کیاکہ آپ نے سامعین کو فرمایا "اگر تم مجھے جانتے تو میرے باپ کو بھی جان سکتے "(حضرت یوحنا ۸باب ۱۹)جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا "(حضرت یوحنا ۱۲باب ۴۵)کیونکہ "میں اورباپ (پروردگار) ایک ہیں "(حضرت یوحنا ۱۰باب ۳۰آیت)اگرہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ خدا کس قسم کا خدا ہے تو ہم جناب مسیح کو دیکھ کر یہ جان سکتے ہیں کہ خدا کس قسم کا خدا ہے ۔الہٰی زندگی اسی طرح کی زمان ومکان کی قیود میں بسر ہوئی جن میں دیگر انسانوں کی زندگیا ں بسر ہوتی ہیں اورایسے حالات کے بسر ہوئی جن سے نوع انسانی مانوس ہے (انجیل شریف خطِ اول تمطاؤس ۳باب ۱۶) کلمتہ اللہ کے خیالات کو دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ خدا کے کیا خیالات ہیں (حضرت متی ۱۶باب ۲۳آیت) آپ کے جذبات کو ہم دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ خدا کے جذبات کس قسم کے ہیں (حضرت یوحنا ۵باب ۲۲آیت) ۔آپ کا نقطہ نگاہ خدا کا نقطہ نگاہ ہے۔ جو نجات کی تدبیر آپ نے پیش کی وہ الہٰی تدبیر ہے (حضرت متی ۱۶باب) اورجب ہم دیکھتے ہیں کہ کلمتہ اللہ نوع انسانی سے کس قسم کی محبت کرتا ہے (حضرت یوحنا ۳باب ۱۶آیت) اگر اس دنیا میں کلمتہ اللہ کی سیرت خدا کا عکس نہیں اوروہ خدا کی ذات کی نسبت ہم کوکچھ نہیں بتلاسکتی تو دنیا کی کوئی اورشئے یا ہستی اس کام کو سر انجام نہیں دے سکتی لیکن کلمتہ اللہ کے ذریعہ خدا کی اصلی صورت ہم پر ظاہر ہوجاتی ہے اورہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا ایک ایسی ہستی ہے جس کو ہم جان سکتے ہیں اورجس سے ہم محبت کرسکتے ہیں۔

(۲)

ہم یہ کہہ سکتے ہیں جناب مسیح کی مانند ہے لیکن ہمارے وہ وہم وگمان میں بھی نہیں آتا کہ ہم کہیں کہ خدا عرب کے رسول یا بدھ یا کرشن کی مانند ہے۔ یہ کیوں؟اس واسطے کہ ہم کو خدا اورمسیح کے درمیان کوئی خلیج نظرنہیں

آتی لیکن خدا اور دیگر مذہبی رہنماؤں اور نبیوں کے درمیان ایک وسیع خلیج حائل ہے جوناقابلِ عبور ہے۔ جن مذہبی پیشواؤں کو دیوتا بنایا گیا مثلاً گوتم بدھ یا کرشن وغیرہ ان کی دیوتاؤں کا درجہ دینے والے وہ لوگ تھے جو شرک اور دیوتا پرستی میں مبتلا تھے لیکن ابن اللہ کی الوہیت کو ماننے والے مشرک نہیں تھے بلکہ ایسے موحد یہودی تھے جنہوں نے کل دنیا کو وحدت الہٰی کا سبق پڑھایا تھا وہ خود شرک اور بت پرستی سے کوسوں دوربھاگتے تھے اوران باتوں کے خلاف اپنی تقریروں اورتحریروں میں لوگوں کو ہوشیار اور خبردار کرتے تھے (اعمالرسل ۱۷باب ۲۲آیت ،خطِ اہل رومیوں ۱باب ۲۳تا ۲۵آیت ،خطِ اول اہل کرنتھیوں ۶باب ۹تا ۱۰آیت خط حضرت ایوب ۵باب ۲۱آیت ،مکاشفہ ۲۱باب ۸آیت وغیرہ)۔یہود کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ قوم یہود نہایت متعصب موحد تھی یہود اپنے دین اورعقاید کی خاطر ہر وقت لڑنے مرنے کو تیار رہتے تھے ۔ کتاب اعمالرسل سے ظاہر ہے کہ ابتدائی کلیسیا صرف ان موحد یہودیوں پر ہی مشتمل تھی۔ کیا یہ بات کسی صحیح العقل شخص کے خیال میں آسکتی ہے کہ کلیسیا کے چند غیر معروف اشخاص کلمتہ اللہ کے موحد یہودی حواریئن اورتابعین کے ہوتے ہوئے ایک شخص کو جو محض نبی اورانسان تھا الوہیت کا درجہ دیتے اوریہ کٹر موحدیوں مسیحی کلیسیا صم "بکم" خاموش بیٹھی دیکھا کرتی اور بقول شخصے ٹک ٹک ویدم دم نہ کشید کی مصادق بنتی ؟اعماالرسل سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ خاموش بیٹھنے والے نہیں انہوں نے ختنہ جیسی معمولی رسم کے ادانہ ہونے پر ہنگامہ مچادیا تھا (کتاب اعماالرسل ۱۵باب)کیا اس قماش کے اشخاص سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ اگر مسیح کی الوہیت جیسا بنیادی اصول متنازعہ امر ہوتا تو وہ حرف شکایت تک زبان پر نہ لاتے اورصدائے احتجاج تک بلندنہ کرتے لیکن ابتدائی کلیسیا اپنے روحانی تجربہ سے جانتی تھی کہ گو ابن اللہ جسم میں مومنین کے ساتھ نہ تھے تاہم آپ کی روح ان کے اندر بستی ہے (اعمالرسل ۲باب ۲تا آخر آیت تک ،۴باب ۸و۳۱آیت ،۵باب ۳۲آیت ،خط اہل رومیوں ۹باب ۱آیت ،خط اول اہل کرنتھیوں ۲باب ۱۰آیت ،۲باب ۱۶آیت ،خط دوم اہل کرنتھیوں ۱باب ۲۲آیت ،خط اہل افسیوں ۱باب۱۳آیت ،خط عبرانیوں ۱۰باب ۱۵آیت) اورسب کا معیار ایک ہی تھا کہ روح کو تم اس طرح پہچان سکتے ہو کہ جو کوئی روح اقرار کرے کہ جنابِ مسیح مجسم ہوکر آیا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے "(خط اول حضرت یوحنا ۴باب۲آیت ،خط اول اہل کرنتھیوں ۱۲باب ۳آیت)

مسیح کی زندہ روح مسیحی کلیسیا کے شرکا کے ساتھ زندہ رفاقت رکھتی تھی اور ابن اللہ میں اور ایمانداروں میں باہمی تعلقات اس قسم کا تھا (حضرت یوحنا ۱۵باب ۱تا ۲آیت) کہ ایماندار کی روح کا اس کے بغیر زندہ رہنا نا ممکن تھا (حضرت یوحنا ۱۵باب ۴آیت)۔

معشوق وعشق وعاشق ہر سہ یکے ست ایں جا

دیگر مذاہب ِعالم کے ہادی اپنے پیروؤں کے ساتھ اس قسم کا تعلق نہیں رکھتے اور نہ رکھ سکتے ہیں۔ مثلاً کیا گوتم بدھ یا محمد عربی یا کرشن انسانی روح کے ساتھ ایسا تعلق رکھ سکتے ہیں کہ ایماندار کہے " گوتم بدھ یا محمد یا کرشن مجھ میں زندہ ہے اور میں جو زندگی اب جسم میں گزارتا ہوں گوتم یا محمد یا کرشن پر ایمان لانے سے گذارتا ہوں جس نے مجھ سے محبت رکھی اور اپنے آپ کو میرے لئے موت کے حوالے کردیا پس اب میں زندہ نہ رہا بلکہ گوتم یا محمد یا کرشن مجھ میں زندہ ہے " یا " میں گوتم بدھ یا محمد یا کرشن کے ذریعہ جو مجھ کو طاقت بخشتا ہے سب کرسکتا ہوں ۔"لیکن یہ الفاظ اور اس قسم کے ہزاروں فقرات انجیل جلیل کی کتب میں ایمانداروں کے وردِ زبان ہیں (خط ِاہل فلپیوں ۴باب ۱۳آیت) دورہ حاضرہ میں بھی غیر مسیحی مذاہب کے پیروؤں میں سے کوئی شخص اس قسم کے الفاظ اپنے دینی پیشوا یا ہادی کے منہ سے نہیں نکالتا مثلاً اے افلاطوں تو میری جان کو پیار کرتا ہے "لیکن ابن اللہ اور ایماندار کا باہمی تعلق ایسا ہے کہ دورِحاضرہ میں تمام جہان کے کلیسیائے جامع اس دنیا کے گوشہ گوشہ میں اس قسم کے گیت اور الفاظ روزانہ حرزجان بنائے رکھتی ہے ۔

اتصال ِبے تخیل بے قیاس

ہست رب الناس را با جان ِناس

(۳)

یہ ایک تواریخی حقیقت ہے کہ ابتدا سے لے کر دورِ حاضرہ تک دو ہزار سال سے ہر زمانہ اور ملک اور قوم کے سامنے کلیسیائے جامع نے منجی عالمین کی یہی تصویر پیش کی۔اس انجیلی تصویر کے علاوہ جناب ِمسیح کی اور کوئی تصویر موجود نہیں اور اگر ہے تو ایسی تصویر کا انجیل جلیل کی تصویر کے ساتھ دور کا واسطہ بھی نہیں۔ اور چونکہ ایسی تصویر ابن اللہ کی تواریخی تصویر کے عین نقیض ہوگی اور لہذا وہ مستند اور قابل ِاعتبار نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کی بنا

تواریخی حقیقت نہیں بلکہ محض انسانی تخیل ہوگا۔ اجتماع الضدین عقلی طورپر محال ہے ۔ضدین میں سے اگرایک غلط ہوتو دوسرا ضرورصحیح ہوتا ہے اورچونکہ جناب مسیح کی وہ تصویر جوانجیل جلیل کی کتب میں ہے صحیح ہے لہذا ہر دوسری تصویر جواس کی ضد ہے غلط اورناقابل قبول ہے ۔ پس جناب مسیح دیگرانبیاء کی طرح ایک نبی نہیں تھے اورنہ وہ خدا کا ایک مکاشفہ اورمظہر تھے بلکہ آپ کا مکاشفہ آخری اور قطعی ہے اورآپ خدا کے کامل اوراکمل مظہر ہیں۔ دیگر تمام مکاشفے غیر مکمل ناقص اورزمان ومکان کی قیود میں جکڑے ہوئے ہیں۔

اسلام نے اوردیگر ممالک کے مذہبی لیڈروں نے یہ کوشش کی ہے کہ وہ جناب مسیح کی عظمت کو بر قراررکھیں لیکن آپ کی الوہیت ،بادشاہت، واحد حکمرانی ،جامعیت ،قطعیت اورعالمگیریت کا انکارکریں۔ اسلام نے آپ کو "روح اللہ " کلمتہ اللہ ، وجیھاً فی الدنیا والا آخر"مس ِ شیطان سے منزہ"اورمریم بتول کی جائزاولاد مانا ہے ۔آپ کی آمد ثانی اور دجال مردود پر فتحیابی کو بر قراررکھا ہے ۔آپ کی تعلیم کو "ہدایت " ،"امام"،"نور"وغیرہ قراردیا ہے غرضیکہ اسلام نے اور دیگر مذاہب کے مصلحین نے اسلام کے ہم نوا ہوکر آپ کو عظمت دی ہے لیکن آ پ کو وہ درجہ نہیں دیا جو انجیل شریف کی تواریخی تصویر میں دیا گیا ہے ۔ انہوں نے آپ کی شخصیت اورنبوت کو دیگر انبیاء کی شخصیت اورنبوت کی مانند قراردے کرآپ کو نبیوں میں سے ایک گردانا ہے۔ لیکن آپ کے مکاشفہ کو قطعی اورآخری نہیں مانا۔ آپ کی تعلیم ، زندگی ،موت اورظفریاب قیامت کو بنی نوع انسان کی نجات کا باعث نہیں جانا۔لیکن یہ تصویر وہ نہیں جو ہم کو انجیل جلیل کی کتب میں نظرآتی ہے وہ تصویر واقعات پر مبنی ہے لیکن یہ تصویر محض انسانی نظریوں اورخیالوں پر مبنی ہے ۔لہذا یہ تصویر غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں کلمتہ اللہ کی اور انجیل کی وہ قدراوروقعت نہیں کی جاتی جو قرآن کی روسے بھی ان کا حق ہے۔ گو اسلام انجیل کو من ِجانب اللہ مانتا ہے لیکن چونکہ اس کو بے عدیل پیغام قرارنہیں دیتا لہذا اس کا اقرار محض زبانی جمع خرچ ہے ۔ مسلمان انجیل جلیل کے جانفزا پیغام کو پس پشت پھینک دیتے ہیں اورمسیحی کتب

مقدسہ کا مطالعہ تک روا نہیں رکھتے۔ جس مذہبی مصلح نے جنابِ مسیح اورآپ کے پیغام کی اسی حد تک عظمت کی جس حد تک اسلام کرتا ہے تو چونکہ یہ عظمت تواریخی حقیقت پر مبنی نہیں ہوتی اس مصلح کے مقلدین نے کلمتہ اللہ کو اپنے دل میں وہ جگہ نہ دی جو انہوں نے حضرت محمد کو یا مہاتما بدھ کو یا کرشن مہاراج کو دی ۔کیونکہ ایسا غلط نظریہ اورخیال اپنے اندرزندگی رکھتا لہذا زبانی جمع خرچ کے اقرار کے علاوہ انہوں نے عملی پیرایہ میں یہ نہ دکھایا کہ خداوند ان کے دلوں پر حکمران ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اصلاح چند روزہی رہی اورپھر حرفِ غلط کی طرح مٹ گئی ۔ مثلاً ہندوستان میں راجہ رام موہن رائے نے اسی بنیاد پرہندومت کی اصلاح کی لیکن آج ہندوستان میں برہمو سماج کے پیرو معدودے چند ہیں جن کی آواز کا کوئی شنوا نہیں۔ اس اصلاح میں زندگی نہ تھی انہوں نے " زندگی کے ما لک " (اعماالرسل ۳باب۱۵آیت) کو اپنے دلوں پر حکمران نہ کیا اور صرف آپ کے اصول کی روشنی میں اپنے فرسودہ مذہب کی اصلاح کرنی چاہی۔ انہوں نے " نئی مے " کو پرانی مشکوں میں بھرا" (حضرت متی ۹باب ۱۷آیت)جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشکیں پھٹ گئیں اورمذہب کی اصلاح کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ ان مذاہب کے مصلحین کا یہ خیال تھا کہ مسیحی اصول دیگر مذاہب کے اصول ساتھ ایک جگہ جمع ہوسکتے ہیں لیکن یہ امر محال ہے۔ جنابِ مسیح کے اصول دیگرمذاہب کے اصول کے ساتھ ایک قطار میں کھڑے نہیں ہوسکتے اورنہ منجی عالمین دیگر مذاہب کے بانیوں کا ہم پلہ قراردیئے جاسکتے ہیں۔ آپ کی تعلیم آپ کی شخصیت سے جدا نہیں کی جاسکتی لہذاآپ لاثانی تعلیم دیگر مذاہب کی تعلیم کے ساتھ یکجا نہیں ہوسکتی۔ اگر وہ کسی ملک یا جماعت میں داخل ہوگی تو واحد حکمران ہوکر رہے گی۔

اہلِ اسلام نے دیکھاکہ منجی عالمین کی انجیلی تصویر میں اورحضرت عیسیٰ کی قرآنی تصویر میں فرق عظیم ہے اورتصویر کے یہ دونو رخ مساوی طورپر درست اورصحیح نہیں ہوسکتے تو ان کو بجز اس کے اورکوئی چارنہ سوجھا کہ آنخدواند کی انجیلی تصویر کی صحت کا انکارکردیں ۔چونکہ

قرآن شریف کلمتہ اللہ کو نبیوں میں سے محض ایک نبی گرادنتا ہے لیکن انجیل جلیل آپ کی شخصیت کو جامع ، بے نظیر، بے عدیل ، اورعالمگیر ہستی قراردیتی ہے جس میں الوہیت کی ساری معموری سکونت کرتی ہے اور چونکہ یہ دونوں دعوے ایک ہی ہستی کی طرف مساوی طور پر منسوب نہیں کئے جاسکتے لہذا اہل اسلام نے بمصداق من نیز حاضر مے شوم تفسیر قرآں دربغل ۔انجیل جلیل کی کتب محرف قراردے دیا۔ اورابن اللہ کی انجیلی تصویر کو مصنوعی اور غلط قرار دے دیا چنانچہ مولانا ثنا ءاللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں کہ "انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے اورمسیح کو کارخانہ قدرت میں مالک ومختاربنایا گیا ہے اوریہ بھی لکھا ہے کہ مسیح انسانوں کے لئے کفارہ ہوا ہے ---۔عیسائی مذہب کی بنیادی باتیں یہی ہیں (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا .۱باب ۲۸آیت ،۸باب ۵۸آیت ،۵باب ۱۷آیت ،۶باب ۳۵تا ۵۱آیت ۱۴باب ۱۳آیت) پس انجیل الہامی نوشتہ اورمذہبی کتاب پڑھنے کے قابل نہیں "(اہلحدیث ۱۴ستمبر۱۹۳۶،صفحہ ۳تا ۴)۔

مولانا موصوف کا مطلب یہ ہے کہ ازبسکہ کلمتہ اللہ کے وہ دعوے جو ہم نے اس فصل میں لکھے ہیں انجیل میں پائے جاتے ہیں لہذا انجیل محرف ہے اورالہامی نہیں ہے ۔ ہم نے اپنے رسالہ "صحت کتب مقدسہ "میں یہ ثابت کردیا ہے کہ اسلام کا یہ دعویٰ باطل اورتاریخ کے سراسر خلاف ہے۔ اور کتب مقدسہ میں تحریف نہیں ہوئی جو مدعی کے ذہن میں ہے بلکہ اس کے برعکس روئے زمین کی تمام کتب مقدسہ میں صرف انجیل جلیل ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی صحت کا پایہ لاجواب ہے ۔

پس ثابت ہوگیا کہ ابن اللہ کی وہ تصویر جو انجیل جلیل پیش کرتی ہے صحیح چونکہ ازروئے اصول منطق اجتماع الضدین محال ہے لہذا وہ تمام بیانات اورخیالات جو اس تصویر کے نقیض ہیں سراسر غلط اور بے بنیاد ہیں۔ ابن اللہ کے کام اورپیغام زندگی اورشخصیت کے لاثانی بے نظیرہونے سے انکارنہیں ہوسکتا۔

مقابلہ مذاہب میں جنابِ مسیح اکیلا فاتح ہیں۔ جب سے منجی عالمین اس دنیا میں آئے دنیا کی قسمت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی "قبل ازمسیح اور"بعد ازمسیح " ۔ آپ کی ہستی نے دنیا کی کایا ایسی پلٹ دی کہ دونو حصص میں امتیازکرنا امرنا گزیر ہوگیا۔ ذرا ایک لمحہ کے لئے توسن خیال کو دوڑا ؤ اورعالمِ خیال میں یہ تصورباندھ کہ آنخدواند اس دنیا میں کبھی پید ا نہ ہوئے تھے ۔ ذرا اندازہ کروکہ دنیا کے خیالات اور جذبات کیا ہوتے ؟ممالکِ عالم کی تاریخ کے صفحات کس سیاہی سے لکھے جاتے ؟انسانی زندگی کے اخلاق معیار کیا ہوتے؟

اقوامِ عالم کا کیا حال ہوتا ؟معاشرت اورتمدن پر اس کا کیا اثر پڑتا ؟بنی نوع انسان کا کیا حشر ہوتا ؟اس کے خیال سے ہی ہر صحیح العقل شخص کے بدن میں کپکپی اور رعشہ پڑجاتا ہے ۔ اگرہندومذہب دنیا سے مٹ جائے اگر اسلام کے خصوصی عقائد (جویہودیت اورمسیحیت سے اخذ نہیں کئے گئے)دنیا سے رخصت ہوجائیں۔ اگر بدھ مت کے اصول ناپید ہوجائیں تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ دنیا کی حالت ابتر ہوجائیگی لیکن اگر منجی عالمین کی شخصیت او رکلمتہ اللہ کے اصول دنیا سے رخصت ہوجائیں تو دنیا دوزخ کا نمونہ جائے گی اورجہان ایک ایسا ظلمت کدہ بن جائے گا جس میں تاریکی اورگھپ اندھیرے کے سوا اورکچھ نہیں ہوگا۔ اس حقیقت کوموالف ومخالف سب مانتے ہیں۔ چنانچہ فرانس کا مشہور عقل پرست عالم رینان (Renan) کہتا ہے "اگرمسیح کی ہستی کو نظر اندازکردیا جائے توتاریخ جہان لا یعنی اورمہمل ہوجاتی ہے ۔"برنارڈشا (G.B.Shaw) کہتا ہے "دنیا کے اونچ نیچ اور فطرت انسانی کو دیکھ کرمیں بے تاامل کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کے دکھ اوردرد کا اعلیٰ ترین علاج صرف مسیح ہے ۔" جناب مسیح کی پاک ذات اورمقدس اصولوں کی طفیل دنیا شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔آپ کی شخصیت نے دنیا کی رذیل ترین اقوام کو چاہ ِضلالت سے نکال کر اَوجِ بریں پر کھڑا کردیا۔ آپ کی ذات نے اس دنیا کی اندھیر نگری میں اجالا کردیا اوراس کو بقعہ نوربنادیا۔ جس طرح سیارے ستارے آفتاب کی روشنی سے درخشاں ہیں اسی طرح دنیا جہان کا نظام اسی ایک نیر کے کا شرمندہ احسان ہیں اوریہ بات کسی ایک قوم یاملک یا زمانہ

سے مختص نہیں بلکہ ہر ملک قوم زمانہ اورجماعت کا یہی تجربہ رہا ہے۔ منجی عالمین روحانیت کی بلندیوں کے واحد تاجدار رہے ہیں۔ اگرکسی قوم نے خداکی حقیقی پہچان حاصل تو صرف آپ کی طفیل حاصل کی "خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا ۔اکلوتا بیٹا جو باپ (پروردگار) کی گود میں ہے اسی نے اس کو ظاہر کیا"(حضرت یوحنا ۱باب ۱۸آیت)۔

پس جب جنابِ مسیح اس دنیا میں تشریف لائے تو آپ ایک قائد اعظم کی حیثیت سے نہ آئے اورنہ آپ محض نبی کی حیثیت میں اس دنیا پر ظاہر ہوئے بلکہ آپ کے وجود میں الوہیت کی صفات نے ظہورپکڑا۔ زمان ومکان کی قیود کے اندربنی نوع انسان پر یہ عقدہ کھل گیا کہ خدا کی ذات درحقیقت کیا ہے ۔"الوہیت کی ساری معموری اسی میں مجسم ہوکر سکونت کرتی ہے "(انجیل شریف خطِ اہل کلیسوں ۲باب ۹آیت)مشہور فلاسفر اور علم اخلاق کا استاد ٹی ۔ایچ ۔گرین (T.H.Green) کہتا ہے "جنابِ مسیح نے محدود دائرہ کے اندر زمان ومکان کی قیود میں ایک ایسی زندگی بسر کی جس کے اصول ان قیود کے پابند نہ تھے اورخاص حالات کے اندرایسے اصول کا اعلان کیا جو تمام حالات پر عائد ہوسکتے ہیں لہذا ہم اس کو ایک حقیقت قراردے سکتے ہیں کہ اس کی زندگی اور اس کے اصول آخری ،قطعی ،اورعالمگیرہیں دنیا یہ محسوس کرتی ہے کہ گذشتہ زمانہ اور صدیوں کے تمام تواریخی اشخاص میں سے صرف ابن اللہ ہی ایک ایسی شخصیت ہے جو درحقیقت زندہ ہے ۔ دیگر مذاہب کے بانی اورمصلحین پیدا ہوئے اور مٹ گئے۔ ان کے خیالات اور جذبات اور اعتقادات حرفِ غلط کی طرح محو ہوگئے یا اوراق پارینہ کی طرح کسی کام کے نہ رہے ۔

لیکن ان گذشتہ زمانہ کی یادگاروں میں صرف جنابِ مسیح کی شخصیت ایسی ہے جن کی نسبت دنیا یہ محسوس کرتی ہے کہ آپ کا ایجاب وانکار زندگی اور موت کا سوال ہے۔آپ کی شخصیت محض ایک تواریخی حقیقت ہی نہیں بلکہ اس کا تعلق بنی نوع انسان کی ضمیر کا اورکانشنس کے ساتھ ہے جو ہماری اخلاقی زندگی کی نسبت ہم کو چیلنج کرتی ہے کیونکہ آپ کی شخصیت جامع ہے ۔ مشرق ومغرب آپ کے آگے خم ہے ۔ صرف جناب مسیح ہی اکیلے واحد مشرق

شخص ہیں جن کے نام کا پرچار مغربی ممالک نے مشرق کے کونہ کونہ میں کردیا ہے ۔ مغرب اس کو سجدہ کرتا ہے ۔ مشرق اس کو ہر پہلو سے قابلِ تحسین وستائیش وتمجید قرار دیتا ہے ۔ منجی عالمین کی شخصیت ہی ایک واحد شخصیت ہے جو ایسی کامل اور جامع ہے کہ ہر زمانہ ملک قوم اور ملت کا انسان بلا تفریق وامتیاز اس کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے ۔ اس شخصیت کے بغیر کائنات ایسا دھڑ ہے جس کا سر نہ ہو کیونکہ صرف وہی کائنات کا مرکز اس کی زندگی اور اس کا نور ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱باب ۳آیت) ابن اللہ زمان ومکان کی قیود میں ظاہر ہوئے لیکن ان قیود سے بالا رہے ۔ آپ نے زمان ومکان کی قیود میں ظاہر ہوکر دنیا اور مافیہا کو خاک سے اٹھا کر عرش بریں پر پہنچا دیا تاکہ انسانیت خدا کے "بیٹے کی ہم شکل" ہوجائے (خطِ اہل رومیوں ۸باب ۲۹آیت) ابن اللہ کائنات کی زندگی کا اصول ہیں کیونکہ "اس میں ساری چیزیں پیدا کی گئیں۔آسمان کی ہوں یا زمین کی ۔ مرئی ہوں یا غیر مرئی ۔تخت ہوں یا ریاستیں یاحکومتیں یا اختیارات ۔ ساری چیزیں اسی کے وسیلے سے اور اسی کے واسطے پیدا ہوئیں اور وہ سب چیزوں سے پہلے ہے اور اسی میں ساری چیزیں قیام رکھتی ہیں۔ وہی مبدا ہے۔ وہی انتہا ہے ۔ سب باتوں کا وہی اول ہے اور وہی آخر ہے ۔ وہ ابدالآباد زندہ ہے ۔ خدا باپ کو یہ پسند آیا کہ ساری معموری اس میں سکونت کرے اور سب چیزوں کا اس کے وسیلے سے اپنے ساتھ میل کرے خواہ وہ زمین کی ہوں خواہ آسمان کی ہوں (انجیل شریف خطِ اہلِ کلیسوں ۱باب ۱۵آیت ، خطِ اول کرنتھیوں ۸باب ۹آیت)۔

باب ِ چہارم

مسیح منجی جہان

اس رسالہ کے بابِ اول میں عالمگیر مذہب کی خصوصیات پر بحث کرتے وقت ہم نے یہ ذکر کیا تھا کہ عالمگیر مذہب کے لئے یہ لازم ہے کہ نہ صرف اس کے اصول اعلیٰ اورارفع ہوں اوروہ ایک کامل نمونہ بنی نوع انسان کے سامنے پیش کرسکے بلکہ یہ ضروری امر ہے کہ عالمگیر مذہب نوع انسانی کو یہ توفیق عطا کرے کہ وہ اس کے اصول نمونہ پر گامزن ہوسکے ۔ اگر کوئی مذہب صرف اعلیٰ ترین اصولوں کا مجموعہ ہی ہے اورنوع انسانی کے لئے نمونہ بھی پیش کرسکتا ہے لیکن وہ یہ توفیق دینے کی صلاحیت رکھتا کہ بنی نوع انسان کو اپنے اصولوں پر اورکامل نمونہ پر چلا سکے تو وہ مذہب عالمگیر کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا ۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ گناہ ایک عالمگیر مرض ہے جو کسی خاص قوم یا ملک زمانہ سے مخصوص نہیں بلکہ ہر زمانہ ملک قوم وملت کے افراد "سب کے سب گناہ کے ماتحت ہیں (انجیل شریف خطِ اہلِ رومیوں ۳باب ۱۰آیت) پس عالمگیر مذہب کا یہ کام ہے کہ وہ نہ صرف ارفع اصول اوراعلیٰ نمونہ پیش کرے بلکہ اس عالمگیر مرض کا ایک ایسا عالمگیر علاج پیش کرے جس سے کل دنیا کے فرد بشر اپنے گناہوں پر غالب آسکیں ۔

اصول اور احکام نجات نہیں دے سکتے

روئے زمین کے تمام مذاہب اس بات پر اکتفا کرتے ہیں کہ لوگوں کو شرعی احکام بتلادیں اورساتھ ہی نصیحت کردیں کہ اگر ان پر تم عمل کروگے تو نجات حاصل کروگے۔ مثلاً یہودیت اوراسلام شریعت پر اورشرعی احکام پر زور دیتے ہیں اوریہ تلقین کرتے ہیں کہ بنی نوع انسان ان الہٰی احکام کو اپنا نصب العین بنا کران پر عمل کریں (توریت شریف کتاب استشنا ۲۴باب ۱۳آیت ،بائبل مقدس صحیفہ حضرت حزقی ایل ۱۴باب ۱۴آیت ،سورہ توبہ ۱۰۶،سورہ کہف ۱۱۰وغیرہ)اگر کوئی انسان صالح اعمال کرے گا تو اس کا اجر پائے گا (صحیفہ حضرت حزقی ایل ۱۸باب ۵آیت ،سورہ بقر۲۷،سورہ نسا ۱۷۲،وغیرہ) اگر وہ اعمال بد کا مرتکب ہوگا تو اس کو سزا ملے گی (صحیفہ حضرت ایوب ۱۱باب ۲۰آیت ،سورہ طہ ۷۶،سورہ قمر ۴۷)لیکن یہ مذاہب اور دیگر مذاہب عالم گنہگار شخص کو کوئی موثر

طریقہ نہیں بتلاتے جس سے وہ اپنے گناہوں پر فتح حاصل کرسکے۔ یہ مذاہب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس دنیا میں اورروحانیت کی دنیا میں مغائرت ہے لیکن کوئی ایسی راہ نہیں تبلاتے جس سے یہ مغائرت دورہوسکے۔ وہ روحانی دنیا کے قوانین اوراحکام کی تلقین کرتے ہیں لیکن کوئی وسیلہ نہیں بتلاتے جس سے انسان گناہ اوربدی کو ترک کرکے نیکی کی راہ کو اختیار کرنے کے قابل ہوجائے۔ وہ صرف یہ تاکید کرتے ہیں کہ ایک کو ترک کرو اوردوسرے کو اختیارکرو۔لیکن ان میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ گنہگارانسان کو قوت عطا کریں اورانسان ضعیف البنیان کو طاقت عطا کرکے اس قابل بنادیں کہ وہ اپنی اعلیٰ ترین آرزوؤں اورامنگوں پر عمل کرسکے۔ وہ نجات کے راستہ کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہیں لیکن تھکے ماندے کمزورنڈھال راہرو کو یہ طاقت اورتوفیق عطا نہیں کرتے کہ وہ اس شاہراہ پر چل سکے۔

باہیچ کس نشانے زاں دلستاں ندیدم

یامن خبرندارم یا اونشاں ندارد

سطور بالا سے ظاہر ہوگیا ہوگا کہ مجرد اصول اس قابل نہیں ہوتے کہ کسی گنہگارانسان کی قوتِ ارادی کو ازسر نو بحال کرسکیں۔ اصول بظاہر خوبصورت نظرآتے ہیں لیکن وہ اپنے اندر یہ طاقت نہیں رکھتے کہ جس شخص کی قوتِ ارادی سلب ہوچکی ہے میں نئی جان ڈال دیں مثال کے طور پر اگرکسی شخص کی حادثہ کی وجہ سے ٹانگ ٹوٹ گئی ہو اور وہ نیم جان ہوکر سڑک کے درمیان مجبوری اور لاچاری کی حالت میں پڑا سڑک پر ایک موٹر بے تحاشہ اس کی جانب چلی آتی ہو تو اگر تماشائی برلب سڑک کھڑی ہوکر اس کو چلا چلا کر آنے والے خطرہ سے آگاہ کرنے پرہی اکتفا کریں تو اس غریب کا کیا فائدہ ہوگا؟اس کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے وہ چل پھر تو درکنار ہل نہیں سکتا۔ اس کی آنکھیں تیز رفتار موٹر کو دیکھ رہی ہے لیکن وہ لاچارپڑا ہے۔موت اس کو سامنے نظرآرہی ہے اس کو تماشائیوں کی آگاہی کی ضرورت نہیں۔ وہ آنے والے خطرہ سے خود آگاہ ہے اس کو کسی نذیر کی ضرورت نہیں بلکہ اس کو بات کی ضرورت ہے کہ تماشائیوں میں کوئی شخص اس سے ایسی محبت رکھے کہ وہ اس کی خاطر اپنی جان کر پروانہ کرے

اورموٹر کے پہنچنے سے پہلے اس کو سڑک پر سے اٹھا کر سلامتی کی جگہ پر لے جائے ۔اسی طرح ہر گنہگار جو گناہ کی غلامی میں لاچار اورگرفتار ہے جانتا ہے کہ اس کا حشر کیا ہوگا۔ بقول غالب ۔

مفت کی پیتے تھے ے لیکن سمجھتے کہ ہاں
رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایک دن

اس کو آگاہی کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کو یہ علم ہوتا ہے کہ جو افعال میں کررہا ہوں جن بدعا دات میں گرفتارہوں ان کا انجام کیا ہوگا۔ وہ زبان حال سے پکارکر کہتا ہے ۔

شب تاریک بیم موج وگرداب چنیں حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا

اس کو کسی ناصح یا نذیر کی ضرورت نہیں بلکہ اس کو اس بات کی ضرورت ہے کہ کوئی اس کی مدد کرے اوراس کی قوتِ ارادی کو جو سلب ہوگئی ہے ازسر نو تقویت دے دیگر ادیان عالم اسی بات پر اکتفا کرتے ہیں کہ گنہگاروں کو تنبیہ کی جائے اوران کو ان کے انجام سے واقف کرایا جائے ۔ چنانچہ قرآن خود کہتا ہے کہ وہ ایک نصیحت کی کتاب ہے جس میں پندو نصائح واضح طو رپر موجود ہیں (سورہ حجر۱،سورہ نمل ۱،سورہ یٰس۶۹، سورہ ص ۱،سورہ زمر ۲۸وغیرہ)۔جو لوگوں کو ڈرانے کے لئے نازل ہوا ہے (سورہ انعام ۱۹،سورہ شوریٰ۵وغیرہ) حضرت محمد عرب کے لوگوں کو ڈرانے کی خاطر بھیجے گئے ۔(سورہ احزاب ۴۴وغیرہ) لیکن ہمارا تجربہ ہم کو بتلاسکتا ہے کہ جزا اورسزا کے وعدے کسی انسان کو اس بات پر آمادہ نہیں کرسکتے کہ وہ نیک عمل کرے ۔دیگر مذاہب میں یہ اہلیت ہی نہیں ہوتی کہ گنہگار انسان کو اعمال ِصالح کی تحریک وترغیب دے سکیں۔ اس سے پیشتر کہ وہ اعلیٰ اصول پر عمل کرسکے یہ لازم ہے کہ اس میں اس قسم کی تحریک پیدا ہوجائے جو ان اصول پر چلنے کی خواہشمند ہو۔ عالمگیر مذہب کے لئے ضروری امر ہے کہ وہ گنگار انسان کی مردہ قوت ارادی میں ازسر نو زندگی کی روح پھونک دے اور اپنی قدرت سے اس کو قوت عطا کرے ۔ گنہگارانسان اپنی عادت سے مجبورہوتا ہے اورعادت کا غلام ہوکر مقابلہ کرکے چوراورلاچارہوجاتا ہے اورایسا تھک جاتا ہے کہ اس کی کمرہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے ۔

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح

کوئی چارہ سازہوتا کوئی غم گسار ہوتا

ایسے اشخاص کے سامنے جنابِ مسیح نہ صرف اعلیٰ اور ارفع اصول اور اپنا کامل اور اکمل نمونہ پیش کرتا ہے بلکہ علیٰ الاعلان دعوت دیتا ہے ۔"اے زحمت کشو اور گناہ کے بوجھ سے دبے ہوئے لوگو تم سب میرے پاس آؤ۔میں تم کو آرام دونگا۔"(حضرت متی ۱۱باب ۲۸آیت ،حضرت یوحنا ۷باب ۳۷آیت وغیرہ)کل مذاہبِ عالم کے ہادیوں اور پیشواؤں میں صرف جنابِ مسیح اکیلے واحدہادی ہیں جو تھکے ماندے کمزور نڈھال گنہگاروں کی روحوں کو "آرام" دیتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے پیغام کا نام ہی "انجیل" یعنی خوشی کی خبر ہے "(حضرت متی ۱باب ۲۱آیت ،حضرت لوقا ۲باب ۱۰آیت ،۴باب ۱۸آیت) کیونکہ وہ تمام گنہگاروں کے لئے جو گناہ کا مقابلہ کرکے بار بار ہزیمت اور شکست کھا کھا کر اپنی بدعادتوں سے لاچار ہوکر اپنی زندگی سے تنگ آگئے ہیں یہ خوشی کی خبر دیتا ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی مغلوب کرکے ازسرِنو ایسی زندگی بسر کرسکتے ہیں جو منشائے الٰہی کے مطابق ہو۔

خدا کی محبت اور گناہوں کی مغفرت

منجی عالمین کی تعلیم کے مطابق گناہ اس رفاقت کے قطع ہونے کا نام ہے جو انسان خدا کے ساتھ رکھتا ہے ۔خدا انسان سے اپنی محبت کی وجہ سے رفاقت رکھتا ہے (بائبل مقدس صحیفہ حضرت یرمیاہ ۳۱باب ۳آیت ،صحیفہ حضرت ملاکی ۱باب ۲آیت ،انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۳باب ۱۶آیت)لیکن انسان فاعل خود مختار ہونے کی وجہ سے گناہ کرکے اس رفاقت کے تعلق کو آپ توڑدیتا ہے ۔ چنانچہ کتابِ مقدس میں پروردگار فرماتے ہیں کہ "دیکھو خدا کا ہاتھ چھوٹا نہیں کہ وہ بچانہ سکے اور اس کا کان بھاری نہیں کہ وہ سن نہ سکے ۔ بلکہ تمہاری بدکاریاں تمہارے اور تمہارے خدا کے درمیان جدائی پیدا کرتی ہیں اور تمہارے گناہوں نے اس کو تم سے روپوش کیا ہے ۔"(صحیفہ حضرت یسعیاہ ۵۹باب ۱آیت) پس گناہ کا وجود انسان کی محبت کی عدم موجودگی کی وجہ سے ہے ۔ چنانچہ انجیل میں ارشاد ہوا ہے " اگر کوئی کہے کہ میں خدا سے محبت رکھتا ہوں اور اپنے بھائی سے عداوت رکھے تو وہ جھوٹا ہے جو کوئی خدا میں قائم رہتا ہے وہ گناہ نہیں کرتا۔ ۔۔جب ہم خدا سے محبت رکھتے

ہیں تو اس کے حکموں پر عمل کرتے ہیں (خط اول حضرت یوحنا)پس گناہ کا وجود یہ ظاہر کرتا ہے کہ گنہگار خدا کی ابدی محبت کو ٹھکرادیتا ہے۔

منجی عالمین نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ اگرچہ گنہگار انسان خدا کی محبت سے اپنی بغاوت کی وجہ سے منہ موڑلیتا ہے تاہم خدا کی محبت اٹل ہے (صحیفہ حضرت یسعیاہ ۵۴باب ۱۰آیت ،۱۵باب ۶آیت وغیرہ) خدا کی محبت یہ نہیں چاہتی کہ اس کا گنہگار فرزند ہلاک ہو (۱۸باب ۱۴آیت) بلکہ اس بات کی خواہاں ہے کہ بد ترین گنہگار ہمیشہ کی زندگی پائے (حضرت یوحنا ۳باب ۱۶آیت) خداکی محبت ہمیشہ اس انتظارمیں رہتی ہے کہ گنہگاراس کی طرف رجوع کرے (حضرت لوقا ۱۵باب) اوراگر وہ رجوع نہیں کرتا تو وہ گنہگار کی تلاش میں نکلتی ہے (حضرت لوقا ۱۹باب ۱۰آیت ،۱۵باب ۴تا ۸آیت ،حضرت متی ۱۰باب ۶آیت ،۱۸باب ۱۲آیت وغیرہ) جس طرح ایک باپ اپنے گم گشتہ فرزند کو تلاش کرتا ہے خدا کی محبت گنہگار کو تلاش کرتی ہے (صحیفہ حضرت حزقی ایل ۳۴باب ۱۱آیت ،انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۱۵باب ۲۰آیت ،حضرت متی ۹باب ۱۳آیت ،حضرت یوحنا ۱۰باب ۲۸آیت ، خطِ اول حضرت پطرس ۲باب ۲۵آیت وغیرہ) جس طرح ماں کی مامتا اپنے ناخلف بیٹے کے لئے بے چین رہتی ہے اوراسکا دل اپنے بچے کے لئے تڑپتا رہتا ہے جب تک وہ بچہ اپنے گناہوں کا اقرار کرکے اس کی طرف رجوع نہیں کرتا اسی طرح خدا کی محبت بے قراراور بے چین رہتی ہے (حضرت یسعیاہ ۴۹باب ۱۵آیت) جب تک اس کا گنہگار بیٹا اس کی لازوال محبت کو دیکھ کر توبہ کرکے یہ نہیں کہتا "اے باپ میں تیری نظرمیں گنہگار ہوا اب اس لائق نہیں رہا کہ پھر تیرا بیٹا کہلاؤں (حضرت لوقا ۱۵باب ۲۲آیت) جب گنہگار تائب ہوکر رجوع کرتا ہے تو منجی عالمین فرماتے ہیں کہ "ایک توبہ کرنے والے گنہگار کی بابت آسمان کے فرشتوں کے سامنے خوشی ہوتی ہے (حضرت لوقا ۱۵باب ۱۰آیت)۔

(۲)

پس خدا کی محبت گناہوں کی مغفرت کا باعث ہے

"خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے (حضرت یوحنا ۳باب ۱۶آیت)۔چونکہ خدا محبت ہے اس کی محبت اس پر قادر ہے کہ دنیا کے بدترین شیطان خصلت انسان کو بھی فرشتہ خصلت اور خدا کی

صورت پر بنادے ۔ یہ ایک تواریخی حقیقت ہے کہ اس دنیا میں ابن اللہ اکیلا شخص ہے جس نے گنہگار دنیا پر خدا کی لازوال اور ابدی محبت کی حقیقت کو منکشف کیا۔ انجیل جلیل کا سطحی مطالعہ بھی اس بات کو ظاہر کردیتا ہے کہ آنخدواند نے نہ صرف اپنی تعلیم اوراصول کی تلقین سے خدا کی اٹل محبت کو ظاہر کی(حضرت یوحنا ۱باب ۱۸آیت) بلکہ اس سے کہیں زیادہ موثر طریقہ پر آپ نے اپنی زندگی سے خدا کی محبت کو ظاہر کیا۔ آپ محبت مجسم تھے۔ الٰہی محبت آپ کے ایک ایک کام ایک ایک لفظ اورایک ایک ادسے ٹپکتی تھی۔ بالخصوص گنہگاروں کو تلاش کرنے کی تڑپ آپ کے دل میں ہر وقت موجود تھی۔ آپ نے فرمایا "ابن آدم اس مقصد کے لئے دنیا میں آیا ہے کہ کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈے اورنجات دے "(حضرت لوقا ۹باب ۱۰آیت ۔)"خدا نے بیٹے کو دنیا میں اس لئے نہیں بھیجا کہ دنیا پر سزا کا حکم کرے بلکہ اس لئے کہ دنیا اس کے وسیلے سے نجات پائے ۔(حضرت یوحنا ۳باب ۱۷آیت) چونکہ صرف منجی عالمین ہی الٰہی محبت کا کامل اکمل مظہر ہیں لہذا الٰہی محبت آپ کے وسیلے سے گنہگاروں کو از سر نو صراط مستقیم پر لا کر ان کو نجات بخشتی ہے۔بالفاظ ِدیگر آپ کے سوا" کسی دوسرے کے وسیلے نجات نہیں کیونکہ آسمان کے تلے بنی آدم کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس کے وسیلے سے نجات پاسکیں"(اعماالرسل ۴باب ۱۲آیت)۔

اس الٰہی محبت کا عظیم الشان مظاہرہ منجی جہان کی صلیب پر ہوا۔ جس طرح کسی کھوئے ہوئے بیٹے کی ماں کی محبت کا مظاہرہ ماں کے دکھ رنج وغم میں ہوتا ہے ۔جس طرح یہ دکھ الم اوررنج کھوئے ہوئے بیٹے کے گناہوں کا نتیجہ ہوتا ہے اسی طرح منجی کونین کی صلیب دنیا کے گنہگاروں کے گناہوں کا نتیجہ ہے ۔ جس طرح گنہگاربیٹا اپنی ماں کا غم اورالم دیکھ کر اپنے گناہوں سے تائب ہوتا ہے اسی طرح گنہگار انسان منجی عالمین کی صلیب پر دھیان کرکے اپنے گناہوں سے تائب ہوتا ہے ۔ کامل محبت ہر طرح کا دکھ اٹھا نے کو تیار ہوتی ہے ۔ محبت کرنا اورمحبوب کی خاطر دکھ اٹھانا دونوں باتیں درحقیقت ایک ہی شئے کے دورخ اورتصویریں ہیں۔ پس الٰہی محبت جو کا مل ہے محبوب گنہگار انسان کے لئے ہر طرح کا دکھ اٹھانے کو تیار ہے لہذا منجی عالمین گنہگارانسان

کی خاطر اپنی جان دریغ نہ کی (حضرت یوحنا ۱۵باب ۱۳آیت) اورموت بلکہ صلیبی موت بھی گوارا کی "(خطِ اہل فلپیوں ۲باب ۹آیت) "جب ہم کمزورہی تھے تو عین وقت پر مسیح بے دنیوں کی خاطر موا کسی راستباز کی خاطر بھی کوئی مشکل سے اپنی جان دے گا۔ مگر شاید کسی نیک آدمی کے لئے اپنی جان تک دینے کی جرات کی۔ لیکن خدا نے اپنی محبت کی خوبی ہم پریوں ظاہر کی کہ جب ہم گنہگار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر موا۔ جب باوجود دشمن ہونے کے خدا سے اس کے بیٹے کی موت کے وسیلے سے ہمارا میل ہوگیا تو میل ہونے کے بعد تو ہم اس کی زندگی کے سبب ضرور ہی بچیں گے ۔ جہاں گناہ زیادہ ہوا وہاں الہٰی فضل اس سے بھی نہایت زیادہ ہوا تاکہ جس طرح گناہ نے ہمارے اوپر بادشاہی کی اسی طرح فضل بھی ہمارے سیدنا مسیح کے وسیلے ہمیشہ کی زندگی کے لئے راستبازی کے ذریعہ بادشاہی کرے تم بھی اپنے آپ کو گناہ کے اعتبار سے مردہ مگر خدا کے اعتبار سے مسیح میں زندہ سمجھو (خطِ اہل۔رومیوں ۵باب) پس الہٰی محبت نے " مسیح میں ہوکر اپنے ساتھ دنیا کا میل ملاپ کرلیا۔ اس نے میل ملاپ کا

پیغام ہمارے سپرد کیا ہے پس ہم مسیح کے ایلچی ہیں گویا ہمارے وسیلے سے خدا التماس کرتا ہے ۔ ہم مسیح کی طرف سے منت کرتے ہیں کہ خدا سے میل ملاپ کرلو"(خطِ دوم اہل کرنتھیوں ۵باب ۱۶آیت)"پس محبت میں چلو جیسے میح نے تم سے محبت کی اوراپنے آپ کو قربان کردیا "(خط۔اہل افسیوں ۵باب ۲آیت) خدا نے ہم کو غضب کے لئے مقررنہیں کیا بلکہ اس لئے کیا کہ ہم اپنے سیدنا مسیح کے وسیلے سے نجات حاصل کریں"(خطِ اول تھسلنکیوں ۵باب ۹آیت)"پس یہ بات حق اور ہر طرح سے قبول کرنے کے لائق ہے کہ مسیح گنہگاروں کو نجات دینے کے لئے دنیا میں آیا جن میں سے سب سے بڑا گنہگار میں ہوں ۔ مجھ پر رحم اس لئے ہواکہ مسیح نے مجھ بڑے گنہگار میں اپنی نجات کا کمال تحمل ظاہر کرے "(خطِ اول تمطاؤس ۱باب ۱۵آیت)خدا محبت ہے ۔ جومحبت خدا کو ہم سے ہے وہ اس لئے ظاہر ہوئی کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا ہے تاکہ ہم اس کے سبب سے زندہ رہیں۔ "(خطِ اول حضرت یوحنا ۴باب ۹آیت ۔)

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

(۳)

منجی عالمین کے ذریعہ دنیا کے ہر ملک قوم اورزمانہ کے ہر فرد بشر کو نجات ملتی ہے ۔ یہ نجات ہمارے اعمال پر منحصر نہیں۔ ہم گنہگاروں کے "گناہ کی مزدوری موت مگر خدا کی بخشش ہمارے سیدنا مسیح میں ہمیشہ کی زندگی "(خطِ اہل ِرومیوں ٦باب ٢٣آیت) جس طرح ماں کا گم گشتہ بیٹا اپنے اعمال کے باعث ما ں کی معافی حاصل نہیں کرسکتا بلکہ ماں کی محبت اس معافی کی محرک ہوتی ہے اسی طرح خدا کی محبت ہمارے گناہوں کی معافی کی محرک ہے ۔"محبت اس میں نہیں کہ ہم نے خدا سے محبت کی بلکہ اس میں ہے کہ اس نے ہم سے محبت کی اورہمارے گناہوں کے کفارے کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجا " (خطِ اول حضرت یوحنا ٤باب ١٠آیت) تم کو ایمان کے وسیلے فضل ہی سے نجات ملی ہے اوریہ تمہاری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی بخشش ہے ۔ اورنہ اعمال کے سبب (خطِ اہل افسیوں ٢باب ٨آیت)"اس کے فضل کے سبب اس مخلصی کے وسیلے سے جو مسیح میں ہے مفت راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں۔"(خطِ اہل ِرومیوں ٣باب ١٦آیت)۔

(۴)

ہم نے دنیا وی ماں کی محبت کی مثال سے منجی کونین کی عالمگیر نجات کو واضح کیا ہے کیونکہ ہم کو انسانی تعلقات میں الہٰی محبت کی جھلک دکھائی دیتی ہے اورہم اس طورپر خدا کی محبت کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ ہم ان تعلقات کے ذریعہ یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ خدا کس طرح گنہگار انسان کی انتظاراورتلاش میں رہتا ہے اوراس کے ساتھ ازسرنومیل ملاپ کرنے کے لئے ہر طرح کا رنج اوردکھ درد اور تڑپ محسوس کرتا ہے (حضرت لوقا ١٥باب اور خطِ دوم اہل کرنتھیوں ٥باب ١٩آیت)۔اس بے بہا اور لازوال محبت کے کمال کو دیکھ کر گنہگار کے دل میں توبہ کا خیال پیدا ہوتا ہے ۔ (خطِ اہل رومیوں ٢باب ٤آیت) اوروہ مصمم ارادہ کرلیتا ہے کہ خدا سے فضل اور توفیق حاصل کرکے وہ آئندہ "نئی زندگی کی راہ " پر چلے گا ۔ (خطِ اہل رومیوں ٦باب ٤آیت)۔چونکہ سیدنا مسیح خدا کی محبت کا کامل اوراکمل مظہر ہے لہذا آپ کی زندگی اورموت خدا کی

محبت کے اعلیٰ ترین مظہر ہیں۔ اگر کوئی شخص ہم سے اس قدر محبت رکھے کہ وہ اپنی جان ہماری خاطر دیدے تو اس کی زندگی اور موت کی شکر گزاری کا جذبہ (حضرت یوحنا ۱۵باب ۱۳آیت،خطِ اول اہل کرنتھیوں ۱۱باب ۲۶آیت)۔ ہمارے دلوں میں ایک ایسی قوت پیدا کردیتا ہے اور ہماری قوتِ ارادی کو ایسی تقویت عطا کردیتا ہے جس کا مقابلہ دنیا اور شیطان کی کوئی طاقت نہیں کرسکتی (خطِ اہل۔رومیوں ۸باب ۳۷آیت)یہ جذبہ ازسر نو خدا کے ساتھ ہماری رفاقت قائم کردیتا ہے اوریوں گناہ کا قلع قمع ہوجاتا ہے کیونکہ گناہ جیسا ہم کہہ چکے ہیں اس رفاقت کے ٹوٹنے کا نام ہے جو شیطانی افعال کرنے کا نتیجہ تھا لیکن "خدا کا بیٹا اسی لئے ظاہر ہوا تھا کہ ابلیس کے کاموں کو مٹا دے "(خطِ اول حضرت یوحنا ۳باب ۸آیت)۔اس نئی قوت کی طاقت اتنی ہی زیادہ زبردست ہوگی جتنا زیادہ محبت کا مظاہرہ ہوگا (حضرت لوقا ۷باب ۲۶تا ۵۰آیت)پس جب منجی کونین کی زندگی اورموت الہٰی محبت کا کامل اوراکمل مظاہرہ ہے تو اس نئی قوت کی طاقت بھی جو ہماری قوت ارادی میں پھونکی جاتی ہے اتنی ہی زیادہ کامل اورمکمل ہوگی۔ چونکہ یہ ایک تورایخی حقیقت ہے کہ روئے زمین پر منجی کونین کے سوا کسی اورشخص نے اپنی زندگی اورموت سے الہٰی محبت کو اس کامل پایہ تک ظاہر نہیں کیا (حضرت یوحنا ۱باب ۱۸آیت ،حضرت متی ۱۱باب ۲۷،حضرت یوحنا ۱۷باب ۲۶آیت ،۱۴باب ۹آیت ،۱۲باب ۴۵آیت ،اہل۔کلیسوں ۱باب ۱۵آیت ،خط۔عبرانیوں ۱باب ۳آیت ،) لہٰذا مسیح کے نام کے سوا کوئی "دوسرا نام نہیں دیا گیا جس کے وسیلے سے نجات ہوسکے "(اعماالرسل ۴باب ۱۲آیت) جو نئی قوت کلمتہ اللہ کے وسیلے ہر زمانہ ملک اورقوم غرضیکہ دنیا جہان کے افراد کے دلوں میں پیدا ہوجاتی ہے وہ اس قدر طاقت اورقدرت رکھتی ہے کہ انکے تمام گناہوں سے ان کی مخلصی اورنجات دلا کران کی خدا کے ساتھ ازسرنو دائمی رفاقت قائم کردیتی ہے۔(حضرت متی ۱باب ۲۱آیت ،حضرت یوحنا ۱۲باب ۴۷آیت ،خط اول تمطاؤس ۱باب۱۵آیت ،خط طیطس ۳باب ۵آیت ،خط عبرانیوں ۷باب ۲۵آیت) اورانسان کی قوتِ ارادی تقویت حاصل کرکے اس قابل ہوجاتی ہے کہ وہ ازسر نو شیطان اورگناہ کا مقابلہ کرسکے ۔ (حضرت یوحنا ۱باب ۱۶تا۱۷آیت ،حضرت متی ۱۱باب ۲۸آیت،حضرت یوحنا ۷باب ۳۷آیت ،۴باب ۱۴آیت ،خط اہل رومیوں ۳باب ۴آیت ،۵باب ۲۰آیت ،۱۵باب ۱۰آیت ،خط۔ دوم اہل کرنتھیوں ۹باب ۸آیت ،خط۔اہل گلتیوں ۲باب ۲۱آیت ،خط اہل افسیوں ۱باب ۷آیت ،۲باب ۷تا۸آیت ،۴باب ۷آیت ،خطِ اول تمطاؤس ۱باب ۱۴آیت ،خط دوم تمطاؤس ۱باب ۹آیت

،۲باب ۱آیت ،خط ِطیطس ۲باب ۱۱آیت ،۳باب ۷آیت ،خطِ عبرانیوں ۴باب ۱۶آیت

)"پس اگر کوئی مسیح میں ہے تو وہ نیا مخلوق ہے ۔پرانی باتیں اورعادتیں جاتی رہیں دیکھو وہ نئی ہوگئیں ۔(خط دوم اہل کرنتھیوں ۵باب ۱۷آیت ۔)

پس اس دنیا میں مسیحیت ہی اکیلا مذہب ہے جو صرف ارفع اصول کو بیان کرنے اوراعلیٰ نمونہ دینے پر ہی اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ ان اصولوں پر عمل کرنے کی اوراس نمونہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بھی بخشتا ہے ۔ جناب ِمسیح دنیا میں واحد شخص ہیں جن کی زندگی اورموت کے ذریعہ گنہگار انسان اعلیٰ ترین اخلاقی معیار پر چلنے کے قابل ہوجاتا ہے۔ مقدش یوحنا فرماتاہے کہ"شریعت تو موسیٰ کی معرفت دی گئی مگر توفیق اور فضل اور حقیقت مسیح کی معرفت ملی "(حضرت یوحنا ۱باب ۱۷آیت)اسی لئے سیدنا مسیح کی شخصیت کے ساتھ انجیل جلیل میں لفظ "قدرت " باربار استعمال کیا گیا ہے۔ مورخ لیکی اس پر صاد کرکے کہتا ہے کہ" مسیحیت نے دنیا کو ایک اعلیٰ ترین معیار ایک شخص کی زندگی میں دکھادیا۔ مسیحیت میں نہ صرف نیکی کا اعلیٰ ترین نمونہ پایا جاتا ہے بلکہ اس میں تمام دیگر انسانوں کے لئے تحریک اورترغیب بھی موجود ہے کہ وہ اس نمونہ کے نقش ِقدم پر چل سکیں۔ کیونکہ مسیحیت زندگی کا راستہ ہے (History of European Morals, vol 2)فرانس کاعقل پرست رینان (Renan) کہتا ہے "مسیحیت نے شرعی قوانین وقواعد وضع نہ کئے بلکہ عالمگیر اصول دنیا کے سامنے پیش کئے ۔ اورساتھ ہی اس نے دنیا میں نئی روح پھونک دی ہے ۔ اس نے دنیا کی بدکاریوں اورسیہ کاریوں کی بیخکنی کرکے دنیا کی کایا پلٹ دی ہے ۔"

زمین ازکوکب ِتقدیر ماگردوں شود روزے
فروغ خاکیاں ازنوریاں افزوں شود روزے

مسیحی تجربہ کی حقیقت

چونکہ منجی عالمین کی زندگی اور موت کےوسیلے بنی نوع انسان کی سلب شدہ قوت ارادی از سر نو تقویت پاکر زندہ ہوجاتی ہے لہذا صلیب مسیحیت کامرکز ہے ۔ ابن اللہ کی صلیبی موت محض ایک تواریخی واقعہ ہی نہیں بلکہ خدا کی ازلی محبت کی حقیقت کی ایک نہایت اہم جھلک ہے ۔ صلیب ایک مایوس دنیا کے لئے نجات کا فرحت افزا پیغام ہے کیونکہ وہ خدا کی ازلی اورابدی محبت کا اعلیٰ ترین مکاشفہ ہے ۔ جس طرح تائب بیٹا اپنے باپ کے دکھ اورالم کی روشنی میں اپنی سیاہ کاریوں کو دیکھ کر پچھتاتا ہے اسی طرح تائب گنہگار مسیح کی صلیب کی روشنی میں اپنے گناہوں کے گھنونی حالت دیکھ کر پشیمان ہوتا ہے پس مسیح کی صلیب بنی آدم کی نجات کے ساتھ وابستہ ہے اورمنجی عالمین کی موت اوردنیا بھر کے شہدا کی موت میں یہی عظیم فرق ہے ۔ صلیب کے بغیر گناہوں کی معافی کا عقیدہ بے معنی ہوجاتا ہے کیونکہ وہ اس اخلاقی عنصر سے سراسر خالی ہوجاتا ہے جو الہٰی محبت کی وجہ سے مسیحی نجات کے تصور میں موجودہے۔ صلیب کے ذریعہ ہر گنہگار کو اس بات کا یقین ہوجاتا ہے کہ خدا اس کو معاف کرتا ہے کیونکہ خدا اس سے محبت رکھتا ہے ۔ الہٰی محبت کی وجہ سے "جہاں گناہ زیادہ ہوا وہاں فضل اس سے بھی نہایت زیادہ ہوا تاکہ جس طرح گناہ نے بادشاہی کی اسی طرح فضل بھی ہمارے سیدنا مسیح کے وسیلے ہمیشہ کی زندگی کے لئے راستبازی کے ذریعہ بادشاہی کرے ۔" (خط اہل رومیوں ۵باب ۲۰آیت)۔

(۲)

لیکن کیا گنہگار کو گناہ کرنے میں اسی طرح دلیری نہیں ہوجاتی ہے ؟یہ سوال قابلِ غور ہے ہم انسانی مثال کے پر ذرا خیال کریں۔ کیاتائب بیٹے کودلیری ہوجاتی ہے جب اس کا باپ اپنی محبت کی وجہ سے اس کا خطا کاریوں کو معاف کرتا ہے ؟ہم تجربہ سے جانتے ہیں کہ تائب بیٹے کو یہ خیال نہیں آتا کہ چونکہ میرے باپ نے مجھے معاف کردیا ہے ۔چلو چھٹی ہوئی آؤ گناہ کرلیں۔ اگراس قسم کا خیال اس کے دل میں آئے گا تو یہ ظاہر ہوجائے گا کہ اس نے اپنے باپ کے دکھ اوررنج کا احساس نہیں کیا اوراس کی محبت کی قدرنہیں کی بالفاظ دیگر

وہ درحقیقت تائب ہی نہیں ہوا۔ اسی طرح جس تائب گنہگار نے مسیح کی صلیب پر خدا کی محبت کا جلوہ دیکھا ہے اور اس کی قدر کی ہے اوراس کا احساس کیا ہے اس کا دل دوبارہ گناہ کرکے خدا کی محبت ٹھکرانے کے خیال سے ہی کانپ اٹھتا ہے ۔

در پے بیٹھے ہیں تیرے بے زنجیر
ہائے کس طرح کی پابندی ہے

پس انجیل شریف میں اس سوال کے متعلق "کیا ہم گناہ کرتے رہیں تاکہ فضل زیادہ ہو" ارشاد ہے " ہرگز نہیں۔ ہم جو گناہ کے اعتبار سے مرگئے کیونکر اس میں آئندہ کو زندگی گزاریں ۔ ہم جتنوں نے مسیح میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا تو اسکی موت میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا تاکہ ہم نئی زندگی کی راہ چلیں اورگناہ کا بدن بیکارہوجائے اورہم آئندہ گناہ کی غلامی میں نہ رہیں۔ پس تم اپنے آپ کو گناہ کے اعتبار سے مردہ مگر خدا کے اعتبار سے مسیح میں زندہ سمجھو۔"

یہ اگر آئین ہستی ہے کہ ہو ہر شام صبح
مرقدِ انساں کی شب کا کیوں نہ ہو انجام صبح ؟

"پس گناہ تمہارے فانی بدن میں بادشاہی نہ کرے او راپنے اعضا راستبازی کے ہتھیارہونے کے لئے گناہ کے حوالے نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو مردوں میں سے زندہ جان کر اپنے اعضا ناراستی کے ہتھیارہونے کے لئے خدا کے حوالے کرو اس لئے کہ گناہ کا تم پر اختیارنہ ہوگا۔ کیونکہ تم پہلے گناہ کے غلام تھے لیکن ان باتوں سے اب شرمندہ ہو اوراب گناہ سے آزاد ہوکر راستبازی کے غلام ہوگئے ہو اوراس کا انجام ہمیشہ کی زندگی ہے ۔"(خطِ اہل رومیوں ۶باب)۔

(۳)

صلیب کے ذریعہ ہر ایماندارازسر نوزندہ ہوکر مسیح میں پیوند ہوجاتا ہے کلمتہ اللہ نے فرمایا تھا کہ" انگور کی حقیقی بیل میں ہوں۔۔۔ تم مجھ میں قائم رہو اورمیں تم میں۔ جس طرح ڈالی اگر انگور کی بیل میں قائم نہ رہے تو اپنے آپ سے پھل نہیں لاسکتی اسی طرح تم بھی اگر مجھ میں قائم نہ رہو تو پھل نہیں لاسکتے۔ میں انگور کی بیل ہوں۔تم ڈالیاں ہو۔ جومجھ میں قائم رہتا ہے اورمیں اس میں وہی بہت پھل لاتا ہے کیونکہ مجھ سے جدا ہوکر تم کچھ نہیں کرسکتے ۔"(حضرت

یوحنا ۱۵باب) پس رسول اپنا تجربہ بیان کرکے کہتے ہیں " میں مسیح کےساتھ مصلوب ہوا ہوں اوراب میں زندہ نہ رہا بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے اورمیں جو زندگی اب جسم میں گزارتا ہوں وہ ابن اللہ پرایمان لانے سے گذارتا ہوں جس نے مجھ سے محبت رکھی ۔"(خطِ اہل گلتیوں ۲باب ۲۰آیت) "زندہ رہنا میرے لئے مسیح ہے "(خط اہل فلپیوں ۱باب ۲۱آیت) "مسیح ہمارے لئے زندگی ہے "(خط اہل کلیسوں ۳باب ۴آیت) خدا کا جو روحانی تجربہ مسیحیوں کے دلوں میں ہے اس کا جز لاینفک آنخداوند کی صلیب اورقیامت ہے ۔ اگر ان کوالگ کردیں تو مسیحی تجربہ صفر کے برابر رہ جاتا ہے۔ اس روحانی تجربہ کا سرچشمہ اورمرکز ابن اللہ کی شخصیت ہے اس کا ول مسیح ہے اوراس کا آخر مسیح ہے۔اس تجربہ سے ہم جانتے ہیں کہ ہمارا خداوند ہمارے "اندر" موجود ہے (حضرت یوحنا ۱۴باب ۱۳و۲۷آیت)اور"ہمیشہ دنیا کے آخر تک" ہمارے ساتھ ہے (حضرت متی ۲۸باب ۲۰آیت)جس طرح رگ میں خون اورتن میں جان ہے اسی طرح مسیح کی روح ہم میں روان ہے۔

دیگر مذاہب کےتجربات میں مسیحی تجربہ کی یہ خصوصیت مفقود ہے۔ تصوف میں وجد وغیرہ ہے ۔ لیکن مسیحی تجربہ کے امتیازی نشان نہیں ملتے۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحی تصوف اور اسلامی تصوف اور ہندو فلسفہ میں آسمان زمین کا فرق ہے چنانچہ یہودی ربی عالم سلیمان فری ہوف (S.Freehof) کہتا ہے "یہ بات ہم کو طوعاً وکرہاً ماننی پڑتی ہے کہ کروڑہا مردوں اورعورتوں کے دلوں میں خدا کی حضوری کا احساس مسیح کےذریعہ ہوتا ہے۔ مسیحی علم ادب کا ہر طالب علم اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ مسیح کی قوت کاراز اس کی شخصیت کے اندر ہے ۔ ہم جانتے کہ زمانے نے اس تصویر کو اب تک کیوں محو نہیں کردیا۔ مسیح اب بھی بے شمار انسانوں کا زندہ ساتھی ہے۔ کسی مسلمان کے منہ سے ایسا گیت نہ نکلا "محمد میری روح کے عاشق ۔ تیرے پاس میں بھاگتا ہوں۔ میری آڑ ہو یا محمد " کسی یہودی نے ایسا گیت کبھی نہ گایا۔اے موسیٰ میں تیرے پاس آیا ہوں "مسیح کی خصوصیت اس کی تعلیم یا اس کی کلیسیا کی تنظیم

میں نہیں بلکہ اس اثر میں ہے جس سے وہ اپنے پیروؤں کے دلوں کو متاثر کردیتا ہے ۔" (Stormers of Heaven)۔

مسیحی روحانی تجربہ دیگر مذاہب کے روحانی تجربوں سے اس جہت سے مختلف ہے کیونکہ ہر دیگر مذہب کا بانی مرگیا اوراس کی دنیاوی زندگی کے ساتھ ہی اس کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا لیکن گو مسیح مصلوب ہوا اورمرگیا لیکن موت نے آپ کی زندگی کا خاتمہ نہ کیا آپ مردوں میں سے جی اٹھے اوراپنی ظفریاب قیامت کے ذریعہ آپ نے موت اورقبر پر فتح پائی اوراب آپ کی زندہ روح مومنین کے دلوں کے اندربستی ہے۔ قرآن میں کہیں اس بات کا اشارہ تک نہیں کہ رسول عربی کی روح وفات کے بعد مسلمانو ں کی روحوں کے ساتھ زندہ رفاقت رکھے گی ۔کیا قرآن یا کسی اورمذہب کی کتاب میں اس قسم کی بات اس کے بانی کی نسبت منسوب کی گئی ہے ۔"جس طرح اے باپ تو مجھ (مسیح) میں ہے اورمیں تجھ میں ہوں وہ (تمام دنیا کے مسیحی)بھی ہم میں ہوں۔ وہ جلال جو تونے مجھے دیا ہے میں نے ان کو دیا ہے تاکہ وہ ایک ہوں جیسے ہم ایک ہیں۔"اگر کوئی مجھ (مسیح) سے محبت رکھے تو میرا باپ اس سے محبت رکھے گا اورہم اس کے پاس آئینگے اوراس کے ساتھ سکونت کریں گے ۔"(حضرت یوحنا ۱۷باب ۲۱آیت ،۱۴باب ۲۳آیت)یہ تجربہ مسیحی علما فضلااورصوفیا تک ہی محدود نہیں بلکہ ہر ایک نادان سے نادان مسیحی کا ہے جو آپ پر زندہ ایمان رکھتا ہے خواہ وہ کسی قوم ملک یا نسل کوہو۔ مسیحی تجربہ ایک عالمگیر تجربہ ہے ۔گذشتہ بیس صدیوں میں دنیا کا کوئی ملک قوم یا قبیلہ ایسا نہیں جس کے لاکھوں افراد اس عالمگیرتجربہ سے بہرہ ورنہ ہوئے ہوں۔

(۴)

تاریخ عالم ہم کو بتلاتی ہے کہ بنی نوع انسان کے تمام روحانی تجربوں میں صرف ان لوگوں کا تجربہ ہی اعلیٰ ترین قسم کا ہے جو منجی عالمین کے حقیقی پیرو ہیں۔ دیگر مذاہب عالم کے پیروروحانیت کی اس منزل تک پہنچ ہی نہیں سکے۔ ان مذاہب میں نیک انسان ہوئے ہیں کیونکہ جیسا ہم بابِ دوم کی دوسری فصل میں کہہ چکے ہیں کوئی مذہب ایسا نہیں جو صداقت کے عنصر سے خالی ہو لیکن جب مسیحیت کے روحانی تجربہ اوردیگر مذاہب کے مقلدین کے روحانی تجربہ

کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو یہ حقیقت ظاہر ہوجاتی ہے کہ جس طور سے مسیحیت نے دنیا کے بد ترین خلائق کو مقدس ہستیوں میں تبدیل کردیا ہے اس کی نظیر روئے زمین کے مذاہب میں نہیں ملتی۔ چنانچہ مشہور مورخ سیلی (J.R.Seeley)اس امر پر تاریخ نقطہ نگاہ سے نظر کرکے اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ جو روحانی پاکیزگی مسیحی صدیوں میں ظہور پذیر ہوئی ہے اس کا مسیحیت سے قبل وجود بھی نہ تھا۔مسیحیت میں یہ صلاحیت ہے کہ بنی نوع انسان کو از سر نو خلق کردے اوراس نے ایسا کرکے دکھا بھی دیا ہے اور پاکیزگی کا ایسا اعلیٰ معیارقائم کردیا ہے کہ دوسرے مذاہب اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے ۔ "مسیح کی زندہ شخصیت ایسی لاثانی ہے کہ اس کے ذریعہ خدا کے بیٹے وجود میں آتے ہیں (خط۔اہل رومیوں ۸باب)منجی عالم کا اثر ایسا ہے کہ وہ تمام بنی نوع انسان کو خدا کے بیٹے بنانے کی قدرت رکھتا ہے (حضرت یوحنا ۱باب ۱۲آیت)وہ ایک کامل ہستی ہے اوراس کا کمال اس بات کا متقاضی ہے کہ نوع انسان کامل ہوجائے ۔ اس کے مقابل میں تمام دیگر ادیان عالم بے بس اورلا چار ہیں لیکن مسیح فاتح ہے وہ تمام بنی نوع انسان کا واحد حکمران ہے اور تاابد تاجدار رہے گا کیونکہ وہی الفا اوراومیگا ،اول اورآخر ،ابتدا اورانتہا ہے (انجیل شریف کتاب۔مکاشفہ ۲۱باب ۷آیت)۔

برکت اللہ